

مواعظ دردِ محبت

جلد پنجم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال نمبر ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲، کراچی۔

فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

مواعظ

دردِ محبت

جلد پنجم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰

فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ	:	مواعظ دردِ محبت
واعظ	:	عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع مرتب	:	حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی
باہتمام	:	حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللہ کے فضل و کرم سے میرے دادا عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا و مولانا شاہ حکیم **مُحَمَّدْ اَخْتَر** صاحب دامت برکاتہم کے اصلاحی بیانات "مواعظ درد محبت" پانچ جلدوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور "مواعظ درد محبت" جلد نمبر 6 انشاء اللہ بہت جلد شائع ہونیوالی ہے۔ مواعظ درد محبت کی ہر جلد میں دس وعظ شامل ہیں۔ اس طرح پانچ جلدوں میں سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 1 سے سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر 50 تک شامل ہیں الحمد للہ دادا کی تمام تصانیف اور ہمارے تمام اکابرین کی تصانیف کتب خانہ مظہری سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ اللہ پاک اخلاص کے ساتھ اپنے دین کا کام کرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔ رب کائنات جل شانہ اپنی بارگاہ میں اس محنت کو شرف قبولیت عطا فرمائیں۔ اور محبوب کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی و شفاعت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

اللہ پاک نے میرے دادا کے ارشادات عالیہ میں عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے۔ جس سے ملک و بیرون ملک ہزاروں بندگان خدا کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ اللہ تعالیٰ اس عالم کے گوشہ گوشہ میں میرے دادا کے درد دل کی آواز نشر فرمادیں۔ اور شرف قبولیت عطا فرمائیں اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

اللہ رب العزت میرے دادا کے فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ (آمین)

حافظ محمد ابراہیم عفی اللہ تعالیٰ عنہ
ناظم کتب خانہ مظہری

حسن ترتیب

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۱



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰

نام وعظ : اللہ کے باوفا بندے

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

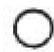
باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



لُطف سر دینے میں ہے جاں باز کو
کب ہوس ہے اس کی حیلہ ساز کو

سینکڑوں غم ہیں زمانہ ساز کو
اک ترا غم ہے ترے ناساز کو

(عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب مدظلہم)



عرضِ مرتب

جنوبی افریقہ کے سفر ۱۹۹۸ء کے دوران محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی نے ملاوی کا سفر فرمایا۔ پہلے سے طے شدہ نظم کے مُطابق حضرت مولانا ایوب سورتی صاحب دامت برکاتہم اور چند دیگر حضرات سفر کی ہمراہی کے لئے برطانیہ سے جنوبی افریقہ تشریف لائے اور وہاں سے ایک ہفتہ کے لئے ملاوی کا سفر ہوا۔ جہاں مختلف شہروں میں حضرت والا دامت برکاتہم کے بیانات ہوتے جن سے عظیم الشان نفع ہوا۔ حضرت والا کے بیانات میں بہت سے مقامات پر وہ لوگ بھی شامل ہُوتے جو نادانی کی وجہ سے ہمارے اکابر سے حُسنِ ظن نہیں رکھتے تھے لیکن حضرت والا کے بیانات سے ایسے متاثر ہُوتے کہ مختلف شہروں میں جا جا کر شرکت کی اور کثیر تعداد میں لوگ حضرت والا کے دستِ مُبارک پر سلسلہ میں داخل ہُوتے۔ الحمدللہ تعالیٰ ایک ہی سفر میں ملاوی کی فضا بدل گئی۔ پیشِ نظر وعظ ملاوی کے شہر بلان ٹائر کی ایک بڑی مسجد میں ۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ مُطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۸ء بروز جُمعہ بعد نمازِ مغرب بوقت سواسات بجے شروع ہوا اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور حضرتِ اقدس کے

لیے صدقہِ جاریہ بنائیں اور حضرتِ اقدس کے صدقہ میں جُملہ مُعاونین کے لیے بھی صدقہ جاریہ بنائیں۔ آمین۔

بِحُرمَةِ سَیِّدِ المُرسَلِین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم۔

مرتب

یکے از خادم

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم العالی



○

بوقتِ صُبح جو تم دیکھتے ہو

مرے آنسو ہیں یہ شبنم نہیں ہے

بحمد اللہ کہ ہاتھ آئی حضوری

مری اب صُبح شامِ غم نہیں ہے

بعشق پاک روحِ پاکِ عارف

ملائک سے شرف میں کم نہیں ہے

(عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)

○



اللہ کے باوفا بندے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗۤ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

اللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اِسلام سے بھاگ جائے، اللہ اور رسُول کو چھوڑ کر بغاوت کر کے بے وفا ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں کیونکہ مخلوق اور انسان اللہ کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے، اس کو کسی کے اسلام کی ضرورت نہیں۔ اگر سارا عالم مُسلمان ہو کر ولی اللہ ہو جائے اور دُنیا میں ایک کافر بھی نہ رہے اور دُنیا بھر کے بادشاہ بھی مُسلمان ہو کر سجدے میں پڑ جائیں تو اللہ کی عظمت میں ایک اعشاریہ اضافہ نہیں ہو گا اور اگر سارا عالم کُفر سے بھر جائے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک اعشاریہ کمی نہیں ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان صمد ہے۔ شانِ صمدیت کی تعریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے

فرمائی کہ صمد وہ ذات ہے **المستغنی عن کل احد** جو سارے عالم سے بے نیاز ہے اور **المحتاج الیہ کل احد** اور سارا عالم اس کا محتاج ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ** کہ اگر اسلام چھوڑ کر کوئی کافر اور مرتد ہوجائے تو کوئی فکر کی بات نہیں۔ **فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ** سَوْفَ داخل کر کے بتا رہے ہیں کہ اے دُنیا والو! دیر نہیں لگے گی بہت جلد ایک قوم ہم اپنے عاشقوں کی پیدا کریں گے جو ان بے وفاؤں کا نعم البدل ہوگی۔ جو تمہیں انسان بنا سکتا ہے کیا وہ تمہیں ولی اللہ نہیں بنا سکتا؟ انسان بنانا زیادہ مشکل ہے یا انسان بنا کر ولی بنانا؟

عظیم الشان دلیلِ وحدانیت

وہ ماں کے حیض اور باپ کی منی سے کیسی پیاری شکل بنا دیتا ہے۔ ماں کے پیٹ میں کسی سائنس داں کا کوئی اوزار اور مشین نہیں داخل ہوتی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ

ماؤں کے پیٹ میں ہم تمہیں تشکیل دیتے ہیں، باپ کی منی اور ماں کے حیض پر ہم تمہاری تصویر کھینچتے ہیں، تمہارا چہرہ اور چہرہ پر دو آنکھیں دو کان اور ناک ہم فٹ کرتے ہیں اور جسم کے اندر جگر، دل اور پھیپھڑے ہم بناتے ہیں، تمہارا ذرّہ ذرّہ ہمارا بنایا ہوا ہے۔ اس کام میں پوری کائنات دعویٰ نہیں کرسکتی۔ نہ امریکہ نہ جرمن نہ جاپان کہ ہمارے سائنسی آلات سے انسان پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا چیلنج ہے کہ ہم نے پانی پر تمہاری تصویر بنائی ہے، ہمارے سوا کون ہے جو پانی پر تصویر بنا سکے۔ منی اور حیض کے پانی پر صرف ہم تصویر کھینچتے ہیں۔

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ ست بر آب صورت گری

نطفے کو کیسی پیاری شکل اللہ تعالیٰ دے دیتا ہے کہ نو مہینے کے بعد باپ کی منی کا قطرہ اور ماں کا حیض کس حسین شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ لہٰذا جب ہم انسان بنا سکتے ہیں تو انسان کو ایمان بھی دے سکتے ہیں اور ایمان کے ساتھ اعلیٰ درجے کا ولی اللہ بھی بنا سکتے ہیں، ہمارے لئے یہ کچھ مشکل نہیں۔

زبان و رنگ سے بالاتر ایک بے مثل قوم

لہٰذا جو دین سے بے وفا ہو کر اللہ اور رسول کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور دوبارہ یہودی اور عیسائی ہو گئے تو کوئی فکر مت کرو فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ يُحِبُّوْنَهٗ ہم عنقریب عاشقوں کی ایک قوم پیدا کریں گے جن سے ہم محبت کریں گے اور جو ہم سے محبت کرے گی اور قوم نازل فرمایا اقوام نازل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں جتنے لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں وہ سب ایک قوم ہیں چاہے وہ ملاوی کا ہو یا پاکستان کا ہو امریکہ کا ہو یا افریقہ کا ہو، کالا ہو یا گورا ہو سارے عالم کے اللہ کے عاشق اور اللہ سے محبت کرنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اگر اللہ کے عاشقوں میں بہت قومیں ہوتیں اور کالے گوروں کا فرق ہوتا تو اللہ لفظ قوم نازل نہ فرماتا، اقوام نازل کرتا کہ ہم اپنے عاشقوں کی اقوام نازل کریں گے لیکن فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ فرمایا کہ پوری دنیا میں جتنے میرے عاشق ہوں گے وہ سب کے سب ایک قوم ہیں، عاشقوں کی قوم الگ تھلگ نہیں ہوتی۔

اللہ کی نشانی

البتہ محبت کی تعبیر کے لیے ان کی زبانوں میں اور رنگ میں اختلاف ہے۔ یہ دلیل اختلافِ قومیت کی نہیں ہے، یہ اختلافِ تعبیرات ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مختلف زبانوں میں ہمارا نام لیا جائے اور مختلف رنگ کے لوگ ہمیں یاد کریں، یہ ہمارا انتظام ہے۔ اختلافِ السنۃ اور اختلافِ الوان میں ہم نے اپنی نشانی اور اپنی قدرت کا تماشہ دکھایا ہے کہ کوئی بنگالی بول رہا ہے۔ کوئی انگریزی بول رہا ہے اور کوئی گجراتی بول رہا ہے

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ ؕ

تمہارے رنگ اور کلر اور تمہاری زبانیں جو الگ الگ ہیں یہ میری نشانیاں ہیں لہٰذا اس سے یہ مت سمجھنا کہ ہمارے عاشقوں کی کئی قومیں ہیں۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے قوم کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔ جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ چاہے وہ کسی رنگ اور کسی زبان کا ہو ایک قوم ہے، ساری دُنیا بھر کے عاشق ایک قوم ہیں لہٰذا آپ کو ملاوی مِل جائے، افریقی مِل جائے، ایشیا کا مِل جائے، انڈین مِل جائے گجراتی مل جائے لیکن وہ اللہ و رسُول سے پیار کرتا ہو تو اس سے معانقہ کرو، محبت کرو کہ واہ رے میرے پیارے ہم تم ایک برادری ہیں، یہاں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ سارے عالم کے عاشقِ خدا ایک قوم ہیں، دلیل میں قرآن پاک کی آیت پیش کر رہا ہوں۔ ملاوی کے علماء یہاں موجود ہیں۔ جنوبی افریقہ کے علماء موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ میں ایک قوم پیدا کروں گا۔ جس کی کیا شان ہوگی؟ یُحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ ان سے

محبت کریں گے اور یحبونہ اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی قوم کی پہلی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اور بقومٍ میں جو "با" داخل ہے یہ اتیٰ یاتی جو لازم تھا اس کو متعدی کر رہا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ کہ ہمارے دیوانے خود سے نہیں بنتے، دیوانے بنائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ با یہ معنی پیدا کر رہا ہے کہ ہم لائیں گے اپنے عاشقوں کی ایک جماعت اور قوم جس کو ہم اپنا دیوانہ بنائیں گے ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کی قسمت میں اپنا عشق اور اپنی محبت رکھتا ہے وہی اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے، جس کو اللہ پیار کرتا ہے وہی اللہ کو پیار کرتا ہے، یہ بہت خوش نصیب لوگ ہیں یہ بڑی قسمت والے ہیں۔ بادشاہوں کو یہ قسمت نصیب نہیں ہے، اگر اللہ کو بھولے ہوتے ہیں تو بادشاہ زندگی بھر اپنی بادشاہت میں پریشان ہیں۔ تاجِ شاہی سر پر ہے اور سر میں دردِ سر ہے ؎

شاہوں کے سروں میں تاجِ گراں سے دردسا اکثر رہتا ہے
اور اہلِ صفا کے سینوں میں اک نور کا دریا بہتا ہے

اللہ والوں کے سینوں میں نور کا دریا بہہ رہا ہے اور شاہوں کے سروں میں اپوزیشن کے ڈنڈے سے دردِ سر ہو رہا ہے۔ تاجِ شاہی سر پر اور خود سلطنت کی کرسی پر اور کرسی کے نیچے سے اپوزیشن کے ڈنڈے کا فکر ہر وقت پریشانی میں مبتلا کئے

ہوتے ہے، دُنیا میں کہیں چین نہیں۔ بڑے سے بڑا مالدار ڈیپریشن اور ٹینشن میں مُبتلا ہے۔ جب ان کو ڈیپریشن اور ٹینشن ہوتا ہے تب ہم فقیروں کے پاس آتے ہیں اور خانقاہ میں "اِن" (IN) ہونے کے بعد کہتے ہیں کہ ارے میرا ڈیپریشن کیا ہوا؟ میرا ٹینشن کیا ہوا؟ یہاں تو میں سکون پا گیا۔ یہ اللہ کے نام کی برکت ہے۔

دِل کے چین کی تدبیر کیا ہے؟

جس اللہ نے ہمارے سینوں میں دِل بنایا ہے، دِل کے چین کو اسی اللہ نے فرمایا کہ میری ہی یاد سے تم کو چین ملے گا۔ یہ تمہارے دِل کی مشین ماں کے پیٹ میں امریکہ اور روس نے نہیں بنائی، جاپان و جرمن نے نہیں بنائی، باپ کی منی اور ماں کے حیض پر تمہارے سینہ میں دِل میں نے فِٹ کیا ہے تو اس مشین کا تیل میری یاد ہے۔ مجھے یاد کرو گے تو چین پاؤ گے۔ مجھے بھول جاؤ گے تو کروڑوں رین میں بھی بے چین رہو گے۔ یہ سمجھ لو کہ جہاں جاؤ گے وہیں لات اور گھونسے پاؤ گے کیونکہ میں جس سے ناراض ہوتا ہوں اپنی ساری مخلوق کو حکم دے دیتا ہوں کہ یہ میرا نافرمان ہے کہیں چین نہ پائے۔ حضرت خواجہ عزیزالحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ اِس کے سارے رشتہ دار، اس کے بیوی بچے، اس کے گھوڑے، اس کے گدھے اور اس کا ہر جانور اس کا نافرمان ہو جاتا ہے کیونکہ بڑے مالک کا نافرمان ہے۔ سارے عالم میں ہر طرف سے اس پر مصیبت آئے گی۔ کتنا پیارا شعر فرمایا ؎

نگاہِ اقربا بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کُل سارا جہاں بدلا

جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے سارے جہان کی نظر بدل جاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب مجھ سے گناہ ہو جاتا ہے تو میرا گھوڑا بھی میری نافرمانی کرتا ہے، میرا گدھا بھی میری نہیں مانتا، میرے بیوی بچے بھی فرنٹ ہو جاتے ہیں اور بندہ جب توبہ کرتا ہے اور اللہ کے نام سے جب دل کو چین ملتا ہے تو پوری دُنیا میں اسے چین نظر آتا ہے۔ یہ نظر تابع ہے دل کے۔ جب دِل میں چین ہوگا تو اس کو ہر طرف چین نظر آئے گی اور جب دِل پریشان ہوگا تو ہر طرف اس کو پریشانی نظر آئے گی کیونکہ بصارت تابع ہے بصیرت کے۔ ایک اور پیارا شعر پیش کر رہا ہوں غور سے سُنئے۔

دِل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہو گیا عالم بیاباں ہو گیا

جو اللہ کو ناراض کرتا ہے اس کا دِل ویران کر دیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خالقِ گُلستاں ہیں، خالقِ بہار ہیں ان کو ناراض کر کے کہاں سے بہار پاؤ گے۔ مجھے اپنا ایک شعر یاد آیا کہ جس کے دِل کو اللہ پیار سے دیکھ لے اسی وقت وہ دِل گلستان ہو جاتا ہے اور جس کے دِل سے اللہ اپنی نظرِ کرم ہٹا لے اُسی وقت وہ دل جنگل اور بیابان ہو جاتا ہے۔ یہ ترجمہ ہے میرے شعر کا اب شعر سُنئے۔

جس طرف کو رُخ کیا تو نے گُلستاں ہو گیا
تُو نے رُخ پھیرا جدھر سے وہ بیاباں ہو گیا

دوستو! دونوں جہان میں اگر چین اور آرام سے رہنا چاہتے ہو تو دونوں جہان کے پیدا کرنے والے کو راضی اور خوش کر لو۔ دُنیا میں چین سے رہنے کی اور کوئی ترکیب

نہیں ہے۔ امریکہ روس جرمن اور جاپان اور انٹرنیشنل قوانین ہمارے قلب کے اطمینان کی ضمانت نہیں لے سکتے کیونکہ جس نے ہم کو پیدا کیا ہے وہی ہمارے دل کی مشین کے تیل کو جانتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد میں ہمارے چین اور اطمینان کی بشارت دی ہے کہ مجھے یاد کرتے رہو گے تو چین سے رہو گے اور مجھ کو بھول کر حرام لذتوں کے پیچھے دوڑنا، چوری اور ڈاکہ اور کالی اور گوری عورتوں کو دیکھ دیکھ کر للچانا کہ آہا کیسی نمکین صورت جا رہی ہے اور یہ گوری کیسی ہے ان باتوں سے دِل بالکل چین نہیں پا سکتا، ایسا بے چین رہے گا جیسے مچھلی بغیر پانی کے۔ اس لئے ؎

نہ کالی کو دیکھو نہ گوری کو دیکھو
اُسے دیکھ جس نے انہیں رنگ بخشا

جس نے ان کو کلر دیا ان کو دیکھو کہ وہ انھیں دیکھنے سے منع کر رہا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں خبردار اپنی بیوی کے علاوہ کسی کی بہو بیٹی مت دیکھو کسی کی ماں بہن کو مت دیکھو۔ میں بھی تمہارے دیکھنے کو دیکھ رہا ہوں۔ جب تم اِدھر اُدھر دیکھتے تو تمہاری نظر میرے دائرۂ نظر سے خارج نہیں ہوتی۔ ہم تمہاری نظر پر نظر جمائے ہیں کہ اے خبیث الطبع نمک میرا کھاتا ہے لیکن میری مرضی کے خلاف کہاں دیکھتا ہے، کدھر دیکھتا ہے۔

تقویٰ سیکھنا نفلی عبادات سے زیادہ ضروری ہے

آج کل بڑے بڑے لوگ نفلی حج اور عُمرہ کرنے کے لئے ہر سال چلے جاتے ہیں مگر تقویٰ سیکھنے کے لئے ٹائم نہیں ہے۔ بتاؤ

نفل حج ضروری ہے یا تقویٰ اور اللہ کا خوف اور اللہ کا دوست بننا فرض ہے۔ حج نفلی، عمرہ نفلی کرنا یہ نفل ہے لیکن تقویٰ سیکھنا، گناہ سے بچنا اور اللہ کو خوش رکھنا یہ فرضِ عین ہے۔ لہٰذا ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

اے قوم بہ حج رفتہ کجائید کجائید
معشوق ہم ایں جاست بیائید بیائید

اے حاجیو! کہاں جا رہے ہو، فرض حج کے لئے ضرور جاؤ مگر نفل حج کا زمانہ کسی اللہ والے کے پاس لگاؤ۔ ارے ظالمو! اِدھر آؤ۔ اللہ تم کو ہم سے ملے گا، اللہ والوں سے ملے گا۔ تقویٰ فرضِ عین ہے ہاں جب فرضِ عین حاصل ہو جائے، اللہ کے ولی ہو جاؤ اور اللہ سے محبت پیدا ہو جائے پھر اللہ کے گھر جاؤ گے تو کچھ اور مزہ پاؤ گے جب تک گھر والے سے محبت نہ ہو گھر کا کیا مزہ ہے اور خاص کر وہ ظالم جو گھر کے اندر بھی نافرمانی کرتا ہے، کعبے کے اندر عورتوں کو دیکھ رہا ہے۔ ایک حاجی نے کہا کہ مولانا صاحب انڈونیشیا کی جو جن آئی ہیں بڑی کم عمر ہیں، ان کا کلر بھی وائٹ ہے اور سفید برقعہ میں تو مولانا کبوتری معلوم ہو رہی ہیں کبوتری اور سُنئے ان کے چہروں پر بڑا نور معلوم ہو رہا ہے۔ میں نے کہا کہ او بے وقوف تو کعبہ کا نور دیکھنے آیا ہے یا ان لڑکیوں کا نور دیکھنے آیا ہے۔ اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ نظر کی حفاظت کرو اور تم اللہ کے گھر میں نظر کو خراب کر رہے ہو۔ اِس لئے میں کہتا ہوں کہ جن کو نظر بازی کی بیماری ہو وہ مطاف کے قریب نہ بیٹھیں ذرا دور بیٹھو تاکہ دھندلا نظر آئے، حُسن زیادہ صاف نظر نہ آئے۔ بتاؤ مطاف کے نزدیک بیٹھنا کعبہ کی زیارت کے لئے زیادہ سے زیادہ مستحب ہے لیکن حرام سے

بچنا فرض ہے۔ اس لئے جس کو نظر کی بیماری ہو یا جس کے مزاج میں حُسن پرستی ہو، رومانٹک مزاج ہو وہ مطاف سے ذرا دور بیٹھے تاکہ اللہ ہی اللہ نظر آئے، کعبہ نظر آئے، کعبے والا نظر آئے اور مطاف کی لڑکیاں نظر نہ آئیں لیکن اگر کوئی بزرگ بیٹھا ہو اللہ کی یاد میں مست تو اللہ تعالیٰ کے کسی دیوانے کو بدمست مت سمجھو کہ یہ بھی دیکھتا ہوگا۔ اللہ کے عاشقوں سے بدگمانی نہ کرو۔ جن کے دل اللہ کی تجلّی سے متجلّی ہیں وہ بھلا ان مردہ چراغوں سے مرعوب ہوں گے؟

اہلِ محبّت مرتد اور گمراہ نہیں ہوسکتے

میں عرض کررہا تھا کہ فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ سے معلوم ہوا کہ دُنیا بھر کے عاشقانِ خدا ایک قوم ہیں اور اس آیت سے یہ بھی پتہ چلا کہ جتنے لوگ مرتد اور گمراہ اور اللہ سے بے وفا ہوتے ہیں یہ عاشق نہیں ہیں، یہ صرف اسلام لاتے تھے کیونکہ عاشق کبھی بے وفا نہیں ہوتا۔ حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علماء دین سے مسائل پوچھ لو مگر زندگی عاشقوں کے ساتھ گذارو کیونکہ عاشق بے وفا نہیں ہوتا۔ سائلوا العلماء وجالسوا الکبراء علماء سے مسئلے پوچھو اور بڑے بوڑھوں کے پاس بھی بیٹھو لیکن خالطوا الحکماء اللہ والوں کے پاس رات دن زندگی گذارو تاکہ تم بھی اہلِ محبّت اور اہلِ وفا بن جاؤ۔ وفاداروں کے ساتھ رہنے سے وفاداری آتی ہے لیکن اگر تم کسی وفادار شیخ کے ساتھ رہ کر وفاداری نہیں سیکھتے تو پھر مجھے مجبوراً کہنا پڑے گا کہ یہ سموسہ خوری ہے، وفاداری کا ذوق اس بے غیرت کو نہیں ہے۔ میں دردِ دل سے اللہ کی محبّت پیش کررہا ہوں کہ کھانا پینا اس شخص بے وفائی اور غداری

ہے جو اللہ کا رزق کھا کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے یعنی گناہ سے نہیں بچتا۔ بتایئے اللہ کا رزق کھا کر کسی کی بہو بیٹی کو دیکھنا یا کسی کے بیٹے کو دیکھنا یہ شخص کمینہ ہے یا نہیں، بے غیرت ہے یا نہیں؟ نمک حرام ہے یا نہیں؟ اللہ کا نمک کھا کر ایسی ہمت سے کام لو کہ ایک سانس بھی مالک کو ناراض نہ کرو، زندگی ان پر دے کر دیکھو کہ کیا مزہ ملتا ہے۔ جو زندگی مالک پر فدا ہوتی ہے اسے کیا ملتا ہے اس پر میرا شعر سنو ؎

زندگی پُر بہار ہوتی ہے
جب خُدا پر نثار ہوتی ہے

جو زندگی مالک پر قربان ہوتی ہے وہی پُر بہار ہوتی ہے اور اس زندگی پر بے شمار زندگی برستی ہے جہاں کوئی اللہ والا بیٹھے گا اس پر اتنی زندگی برستی ہے کہ جو پریشان اور ڈیپریشن والے آتے ہیں ان کی زندگی بھی پُر بہار ہو جاتی ہے۔ اللہ کے علاوہ کہیں چین نہیں مل سکتا۔

اللہ کیسے ملتا ہے؟ لیکن اللہ ایسے نہیں ملتا، کسی اللہ والے سے ملتا ہے۔ میرے مرشدِ اوّل شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور ایک دفعہ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر میں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی مجھے نظر آئے اور میں نے خواب ہی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا عبد الغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں عبد الغنی آج تم نے اللہ کے رسول کو

خُوب دیکھ لیا۔ اس شیخ کے ساتھ اختر جنگل میں دس سال رہا ہے اور کُل ملا کر سترہ سال رہا ہے۔ میں ایسے ہی آ کے یہاں نہیں بیٹھ گیا ہوں۔ مجھے میرے رب نے اپنے پیاروں کے ساتھ ایک طویل زمانہ عطا فرمایا ہے تو میرے شیخ فرماتے تھے کہ آم ملتا ہے آم والوں سے امرود ملتا ہے امرود والوں سے، کپڑا ملتا ہے کپڑے والوں سے، مٹھائی ملتی ہے مٹھائی والوں سے، کباب ملتا ہے کباب والوں سے، اور اللہ ملتا ہے اللہ والوں سے۔ اب آپ کہیں گے کہ بھئی مٹھائی کپڑا آم امرود کی مثال سب سے پہلے اور آخر میں آپ کباب کیوں بیان کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ کباب مجھے بہت پسند ہے۔ اس پر میرا شعر بھی ہے۔

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت
ایسے جیسے شباب کی لذت

اور بزرگوں نے فرمایا کہ جو گُناہ سے بچنے پر اور حسینوں سے اپنے دل کو بچانے پر غم اُٹھاتا ہے تو خُدا کے عشق و محبت کے غم سے اس کا دِل جلا بھنا کباب ہو جاتا ہے تو جب اندر دِل کباب ہوتا ہے تو باہر کے کباب خود اس دِل سے ملنا چاہتے ہیں، کبوتر کبوتر سے ملنا چاہتا ہے اور کباب کباب سے ملنا چاہتا ہے۔ جب ساری دُنیا کے کباب دیکھتے ہیں کہ اس کے دِل میں کباب ہے تو الجنس یمیل الی الجنس جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔

علماء کے رزق کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص دُعا

ایک صاحب نے کہا کہ مولویوں کو مُرغا کیوں ملتا ہے؟ جہاں جاتے ہیں ان کو دعوتوں میں مُرغا ملتا ہے۔

میں نے کہا چونکہ اُنھوں نے اپنے نفس کو مُرغا بنا رکھا ہے، اللہ کا فرماں بردار بنا رکھا ہے لہٰذا سارے عالم کے مُرغے دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ہماری برادری موجود ہے تو سارے عالم کے مُرغے سیدھے ہمارے پیٹ میں خود داخل ہونا چاہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تھی کہ اے اللہ! عالِم کی روزی کو سارے عالَم میں پھیلا دے تاکہ جب یہ اپنا رزق کھانے جائے تو میرا دین بھی پھیلاتے۔ لہٰذا مولویوں کو جو دعوت ملتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے صدقہ میں ملتی ہے جو مولوی کی دعوت کرے تو سمجھ لے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کا صدقہ ہے اور شکر کرے کہ وہ دُعا اس کے حق میں قبول ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ذریعہ بنا رہے ہیں۔

ایک دلچسپ لطیفہ

ایک واقعہ اچانک یاد آگیا۔ ایک بادشاہ تھا اس نے اعلان کیا کہ جو ہمارے ہاتھی کو رُلا دے اس کو ہم بہت انعام دیں گے۔ بڑے بڑے مصیبت زدہ آئے اور کان میں کہا کہ میرا بیٹا مر گیا، کسی نے کہا کہ میری تجارت لاس (LOSS) میں جا رہی ہے اور کسی نے کہا کہ میری بیوی کو کینسر ہو گیا لیکن کسی کی مصیبت سُن کر ہاتھی بالکل نہیں رویا۔ مگر ایک مولوی نے جب اس کے کان میں کچھ کہا تو ہاتھی زار و قطار رونے لگا۔ لوگوں نے کہا مولوی صاحب آپ نے اس کے کان میں کیا کہہ دیا۔ کہا کہ میں نے اسے اپنی تنخواہ بتا دی۔ بس اتنی تھوڑی سی تنخواہ کا سُن کر ہاتھی بھی رونے لگا کہ بے چارے کا کیسے گذارہ ہوتا ہوگا۔ ہاتھی تو رو پڑا مگر کمیٹی والوں کے آنسو نہیں نکلتے، اللہ ان کے دِل میں بھی رحم ڈال دے۔ یہ واقعہ جس نے مجھے سنایا وہ

یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ اس واقعہ کو سن کر مجھے بہت مزہ آیا اور اس کو سنا کر میں بہت لطف لیتا ہوں۔

خیر تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اپنے عاشقوں کی ایک قوم ہم پیدا کریں گے لہٰذا جس شخص کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت معلوم ہونے لگے، اللہ والوں کو دیکھ کر پوچھنے لگے کہ ہمیں بھی سکھا دو کہ اللہ کیسے ملتا ہے، اللہ کے لیے جنگلوں میں جا کر اکیلا رو رہا ہو کوئی پاس نہ ہو اور اللہ سے کہہ رہا ہو ؎

اپنے ملنے کا پتہ کوئی نشاں
تو بتا دے مجھ کو اے ربِّ جہاں

تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر اس آیت کی تجلّی کا ظہور ہو رہا ہے۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ ایک مجذوب نے کہا کہ اے اللہ تو کیسے ملتا ہے، میں کیا قربانی دوں کہ تو مِل جائے؟ آسمان سے آواز آئی کہ دونوں جہان دے دے، اس مجذوب نے کہا ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتئی
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

اے خدا! اپنی قیمت آپ نے دونوں جہان بتائی ہے، دام اور بڑھائیے کہ اس قیمت پر تو آپ ابھی سستے معلوم ہوتے ہیں۔

حفاظتِ نظر کا راز

اللہ اللہ ہے، دونوں جہان کا مالک ہے اس لیے جو دنیا میں اللہ کو دل میں لانے کی کوشش کرے گا یعنی جو دل میں مولیٰ کو لائے گا وہ لیلیٰ سے نظر بچائے گا کیونکہ جس نے لیلیٰ سے نظر کو بچایا اس نے مولیٰ کو دل میں پایا۔ نظر بچانے کا راز یہی ہے، آج یہ راز اختر

سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں حکم فرمایا کہ کسی کی بیوی، بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی کو مت دیکھو تو اس کا حاصل کیا ہے کہ جب تم لیلاؤں سے نظر بچاؤ گے تب دِل میں مولیٰ کو پاؤ گے کیونکہ جو نظر بچائے گا تھوڑا سا غم اس کے دِل میں آئے گا کہ ارے کیسی پیاری شکل تھی مگر کیا کریں صاحب مجبوری ہے اور مجبوری کا نام صبر ہے لیکن یہ مجبوری نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حضوری کا راستہ بتایا ہے کہ جس نے لیلیٰ سے نظر کو بچا لیا اس نے دِل میں مولیٰ کو پالیا۔ کیونکہ نظر بچانے سے دِل ٹوٹتا ہے تو عبادت کا نور شکستہ دل کے ذرہ ذرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ حج، عمرہ، تلاوت و ذکر اور روزوں کا نور دِل ٹوٹنے سے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اس لیے شاعر کہتا ہے ؎

میکدے میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

یہ تو دوسرے کا شعر ہے، اب اختر کا شعر سنو ؎

ہزار خونِ تمنّا ہزار ہا غم سے
دلِ تباہ میں فرمانروائے عالم ہے

یہ بھی تو سوچو کہ کیا دیا اور کیا ملا؟ گناہوں کے چند کنکر پتھر چھوڑے اور مولیٰ کو پالیا اس سے بڑھ کر اور کیا کرم ہو گا۔ اللہ نے اپنا دین بہت آسان بنایا ہے۔ تم غیر اللہ کی گندگی دِل سے نکال دو اور بدلہ میں اس پاک اللہ کو پا جاؤ ؎

نکالو یاد حسینوں کی دِل سے اے مجذوبؔ
خُدا کا گھر پئے عشقِ بتاں نہیں ہوتا

بس اگر اللہ کو چاہتے ہو تو غیر اللہ کو نکالو۔ لا الٰہ کی تشریح کیا ہے، میرا شعر ہے۔

لا الٰہ ہے مقدم کلمۂ توحید میں
غیرِ حق جب جائے ہے تب دِل میں حق آجائے ہے

ہر گُناہ الٰہِ باطل ہے۔ اس لِئے میں کہتا ہوں کہ کوئی ناجائز ڈیزائن کتنی ہی اچھی ہو اس کو ریزائن دے دو پھر لو اللہ سے خزائن اور اگر ریزائن نہ کرو گے تو ہو جاؤ گے رام نرائن اور رام نرائن پتھر کا بُت پوجتا ہے اور تم چلتی پھرتی شکلوں کو پوج رہے ہو اور اس کے بعد جب شکل بگڑ گئی تو پھر بھاگے وہاں سے الو کی طرح۔ جب شکل بگڑ جاتی ہے تو ہندو اور عیسائی اور یہودی سبھی بھاگتے ہیں تمھارا کیا کمال ہوا بلکہ باگڑ بِلّا ہو گئے بجائے عارف باللہ بننے کے۔ جس کو اللہ عارف باللہ بناتا ہے اس کا دِل حسین شکلوں اور دُنیائے فانی کی رنگینیوں سے سرد کر دیتا ہے لہٰذا جب اللہ کی محبّت دِل میں پاؤ اور یاد آئے کہ کبھی مرنا ہے اور قیامت کے دِن اللہ کو حساب دینا ہے اور جس مالک نے ہم کو پیدا کیا ہے اگر ہم نے اپنے دِل میں اس مالک کو نہ پایا اور مر گئے تو رین کی کرنسیاں، موٹر کار اور کاروبار مرسیڈیز اور ایئر کنڈیشن سب چھوٹ جائے گا اور قبرستان میں تنہا جاؤ گے۔ دُنیا تو چھوٹ گئی اور مولیٰ کو بھی نہ پایا۔ ارے ظالمو نہ لیلیٰ کو پایا نہ مولیٰ کو پایا کس قدر خسارے اور لاس (LOSS) میں گئے کیونکہ لا شے یعنی لاش پر مر رہے تھے اور جو لا شے پر مرتا ہے وہ لاس میں آجاتا ہے۔

آثارِ تجلّیِ جذب

لہٰذا جو شخص اپنے دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت، اللہ تعالیٰ کا درد، اللہ کی جستجو اور تلاش کی کیفیت پائے تو سمجھ لو کہ

فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ کی تجلّی اس کے دِل پر ہو رہی ہے اور آج سے اُس کی زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے اور اس کے دِل پر اتی یاتی کی گردان شروع ہو رہی ہے مگر بائے متعدیہ کے ساتھ یعنی اللہ اپنے عاشقوں کی قوم میں اُس کو داخل کر رہا ہے۔

اللہ کے باوفا بندوں کی پہلی علامت

اور اُس کی علامت کیا ہے؟ یُحِبُّھُمْ اللہ تعالیٰ اُس سے محبّت فرمائیں گے ویحبونہ اور وہ بندے بھی اللہ سے محبت کریں گے۔ اللہ نے اپنی محبّت کو پہلے اور اپنے عاشقوں کے عشق کو بعد میں کیوں بیان فرمایا؟ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ قدم اللہ تعالیٰ محبتہ علیٰ محبۃ عبادہ اللہ نے اپنی محبّت کو بندوں کی محبت سے پہلے اس لئے بیان کیا تاکہ میرے بندے جان جائیں اور ایمان لائیں اور یقین کرلیں کہ انھم یحبون ربھم بفیضان محبۃ ربھم یہ جو اللہ سے محبّت کر رہے ہیں اور ان کو جو روزہ، نماز کی فکر ہو رہی ہے، اللہ کی جستجو ہو رہی ہے، جنگلوں میں آہ وزاری ہو رہی ہے، پہاڑوں کے دامن میں اکیلے رو رہے ہیں اور اللہ والوں کو تلاش کر رہے ہیں یہ جتنے کارنامے ہو رہے ہیں یہ سب میری محبت کا فیضان ہے، یہ ان کے دِل میں فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ کی تجلّی کا ظہور شروع ہو گیا ہے، ربا کے فیضانِ محبّت کے آثار شروع ہو گئے ہیں۔

باوفا بندوں کی دوسری علامت

اور محبّت کی دوسری علامت کیا ہے؟ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

مسلمانوں کے سامنے اپنے کو مٹا دیتے ہیں، مومنین سے نہایت تواضع سے ملتے ہیں، اپنے کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں، ان میں تکبر نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب کسی بستی میں بادشاہ فاتحانہ داخل ہوتا ہے تو وہاں کے بڑے بڑے سرداروں اور سرکشوں کو گرفتار کرلیتا ہے تاکہ میری حکومت میں گڑبڑ نہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ جس کے دل میں اپنی عظمت کا جھنڈا لہراتا ہے تکبر کے چودھریوں کو پکڑلیتا ہے، پھر اس کے دل میں تکبر نہیں رہتا، وہ مٹ جاتا ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس آم کی شاخ میں زیادہ پھل آتا ہے وہ جھک جاتی ہے اور جس میں پھل نہیں ہوتا وہ اکڑی رہتی ہے تو اکڑے رہنا تکبر کی نشانی ہے اور یہ دلیل ہے کہ اس نے مولیٰ کو نہیں پایا۔ جس کے دل میں مولیٰ آتا ہے تو وہ اللہ کی عظمتوں کے سامنے جھک جاتا ہے، اس کی چال بدل جاتی ہے۔ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا اللہ کے خاص بندے زمین پر اپنے کو مٹا کر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ میرے شیخ حضرت والا پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ایسا غلبہ ہوا کہ دو مہینہ تک مارے شرم کے عبدالغنی نے آسمان نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ جس پر اللہ کی عظمت اور بڑائی کا غلبہ ہوتا ہے، جب اللہ کی عظمت دل میں آتی ہے تو وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے وہ پھر اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کا مصداق ہوتا ہے۔

کلام اللہ کی بلاغت کا اعجاز

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں علیٰ کا جو صلہ آیا ہے یہ علماءِ نحو کے اجماع کے خلاف ہے، ذل یذل کا صلہ لام سے آتا ہے جیسے ذل زید نفسه لفلان۔ پھر یہاں علیٰ کیوں آیا؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قوانینِ علماءِ نحو کے پابند نہیں ہیں۔ علماء نحو مخلوق ہیں، خالقِ مخلوق کی گرامر کا پابند نہیں ہے۔ اب رہ گیا یہ کہ اس میں مصلحت کیا ہے؟ تو مصلحت یہ ہے قیامت تک مخلوق کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ نے جو اپنے کو مٹایا ہے وہ اس لئے نہیں کہ وہ کوئی ذلیل لوگ تھے۔ ان کا یہ تذلل وفنائیت وانکساری مع علو شأنهم وفضل مراتبهم تھا یعنی یہ انتہائی اعلیٰ درجہ کے لوگ تھے لیکن اس علو کے باوجود اپنے بھائیوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹادیا، ان کے مٹنے سے، ان کی تواضع وفنائیت سے یہ نہ سمجھنا کہ یہ ذلیل لوگ ہیں، یہ بڑے علو مراتب سے مشرف ہیں اس لئے اللہ نے ان کا علیٰ قائم رکھا اور لام کا صلہ استعمال نہیں فرمایا۔ یہ ہے اللہ کے کلام کی بلاغت۔

اور ان کی علو شان اور فضل مراتب کی دلیل یہ ہے کہ اَعِزَّةٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ یہ کافروں پر سخت ہیں۔ ان کی فنائیت اور تواضع اپنے اہلِ ایمان بھائیوں کے ساتھ ہے۔ اگر یہ فطرتاً ذلیل اور بزدل ہوتے تو کافروں پر سخت نہ ہوتے، اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں یہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ کافروں کے ساتھ جب جہاد ہوتا ہے تو اپنے کو حقیر نہیں ظاہر کرتے، جہاد میں خوب ہمت سے لڑتے ہیں اور بارڈر پر کافروں کے مقابلے میں یہ نہیں کہتے کہ

کافر بھائیو ناچیز حقیر فقیر عبد القدیر لڑنے کے لئے آیا ہے بلکہ کہتے ہیں کہ اگر تم سیر ہو تو ہم سوا سیر ہیں لیکن یہودی، عیسائی اور جملہ کفار سے لین دین جائز ہے مگر دل میں ان سے محبت رکھنا حرام ہے۔ معاملات جائز ہیں موالات حرام ہیں حرام ہیں، بزنس اور لین دین کا نام معاملات ہے جو جائز ہے مگر کافروں سے محبت حرام ہے۔ لہٰذا اس آیت سے پہلے اعلان ہوگیا کہ

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَاۤءَ

اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست مت بناؤ۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ فان موالات الیھود والنصارٰی تورث الارتداد جو یہودی اور عیسائی یعنی کافروں کو دوست بنائے گا وہ آخر ش مرتد ہو جائے گا۔

اہلِ وفا کی تیسری علامت

اللہ کے باوفا بندوں کی تیسری علامت کیا ہے؟ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ جس کی چار تفسیر ہے۔

(۱) الذی یختار المشقۃ فی ابتغاء مرضاتنا مجھ کو خوش کرنے کے لئے تکلیف اٹھاتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں، دل پر غم اٹھا لیتے ہیں لیکن اپنا دل خوش کرنے کے لئے مجھ کو ناراض نہیں کرتے ورنہ یہ کیسا غلام ہے کہ دل بھی غلام، سر بھی غلام، آنکھ بھی غلام مگر اس کی غلامی دائرۂ غلامی سے ایگزٹ (EXIT) کیوں ہو رہی ہے، نامناسب اور حرام جگہ کیوں نظر

مارتا ہے، دل میں گندے خیالات کیوں لاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت فرماتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے مالک کو ہر وقت خوش رکھتا ہے، ہر غم کو اُٹھا لیتا ہے لیکن مالک کو ناراض نہیں کرتا۔ یہی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے۔ جو مقبول ہوتا ہے وہ مردود کام نہیں کرتا ہے۔ اس کی مقبولیت کی یہی دلیل ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت اللہ کے محبوب کام کرتا ہے۔ جان دے دیتا ہے لیکن نمک حرامی نہیں کرتا، حرام لذت امپورٹ نہیں کرتا۔ کہتا ہے کہ اے اللہ! جان دے دوں گا لیکن آپ کو ناخوش کرکے ایر ہوسٹس کو نہیں دیکھوں گا۔

گناہ سے بچنے کا آسان مراقبہ

گناہ سے بچنے کا آسان مراقبہ کیا ہے کہ اگر جہاز پر دیکھا کہ گوری ایر ہوسٹس ہے وائٹ کلر کی اور پنڈلی کھلی ہوتی ہے تو اس سے نظر کو فوراً ہٹالو اور نظر بچا کر پھر مراقبہ کرو کہ اس کا وائٹ کلر کا پاخانہ اس کی پنڈلیوں پر بہہ رہا ہے اور دس ہزار مکھیوں کی بریگیڈ کی بریگیڈ اس کی ایک ایک پنڈلی پر لگی ہوتی ہے، دس ہزار مکھیاں اس کی پنڈلیوں پر بھنک رہی ہیں۔ ان شاء اللہ نفرت ہوجائے گی مگر دیکھ کر کے یہ مراقبہ مُفید نہیں ہوتا، نظر ہٹانے کے بعد فائدہ کرتا ہے کیونکہ دیکھنے سے تو عقل مفتون ہوجاتی ہے اور اللہ کی لعنت میں آجاتی ہے۔ ایک حاجی صاحب نے کراچی میں مجھ سے کہا کہ مولانا! دیکھئے کیا بے پردگی کا زمانہ آگیا، مولانا! دیکھئے ٹانگ کھولے ہوئے چل رہی ہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ میں نے کہا کہ ظالم! دیکھ بھی رہا ہے اور لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ بھی پڑھ رہا

ہے، یہ لَاحَوْلَ فائدہ نہیں کرتا۔ پہلے نظر ہٹاؤ پھر لَاحَوْلَ پڑھو، یہ لَاحَوْلَ تو تمھارے اوپر خود لَاحَوْلَ پڑھ رہا ہے اور مولانا کو بھی شامل کرنا چاہ رہا ہے بہت چالاک لوگ ہوتے ہیں۔ اے مولویو! ہوشیار رہنا جب کوئی کہے کہ مولانا! دیکھو کیا بے حیائی کا زمانہ آگیا تو سمجھ لو یہ تمھیں اپنی حرام لذت میں "اِن" (IN) کر رہا ہے۔

اللہ کے باوفا بندے اللہ کے راستہ میں اور کیا مجاہدہ کرتے ہیں؟

(۲) الذین یختارون المشقۃ فی نصرۃ دیننا جو دین پھیلانے کے لیے اپنی جان اور مال، اپنا علم اور وقت قربان کرتے ہیں۔

(۳) الذین یختارون المشقۃ فی امتثال اوامرنا جو میرا ہر حکم بجا لاتے ہیں اور حکم کے بجا لانے میں جو بھی تکلیف ہو برداشت کرتے ہیں چاہے رمضان کے روزے ہوں، چاہے زکوٰۃ دینا ہو، چاہے حج کرنا ہو، چاہے جہاد کرنا ہو اور چاہے نماز پڑھنا ہو اور

(۴) الذین یختارون المشقۃ فی الانتھاء عن مناھینا جو گناہ سے بچنے میں ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ غرض میرے عاشقوں کی ہر ادا میری محبّت کی غماز ہے۔

اِسلام کا محور محبّت ہے

میرے شیخ شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے تھے پورا اِسلام محبت ہے۔ بتاؤ محبُوب سے بات کرنے کو دل چاہتا ہے یا نہیں؟ یہی نماز ہے۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ اے اللہ! ہم آپ کے غلام ہیں اور وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ مگر ہماری

عبادت اور غلامی آپ کی محتاجِ استعانت ہے، آپ ہی کی مدد کا سہارا ہے۔ بتائیے گفتگو ہو رہی ہے یا نہیں؟ تو نماز اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا راستہ ہے، مُلاقات کا ذریعہ ہے اور جِس سے محبت ہوتی ہے اس کو دیکھ کر کھانا پینا بھی یاد نہیں رہتا۔ کہتے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر اتنا مزہ آیا کہ میری تو بھوک پیاس ہی ختم ہوگئی، مَیں تو کھانا پینا سب بھُول گیا۔ رمضان شریف میں اللہ سے یہ محبت تم بھی کرلو۔ دِن بھر پیٹ جلا لو لیکن پہلے اچھی طرح سے سحری کھالو پھر شام تک میری محبت میں بھوکے پیاسے رہنے کا مزہ لوٹو۔ تمھارے ہر جذبۂ محبت کی تسکین کے لئے میں کافی ہوں۔ اسی طرح جس سے محبت ہوتی ہے توجی چاہتا ہے کہ اس پر اپنا مال بھی قربان کردوں اس لِئے بہت سے لوگ مدینہ منورہ کے غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے ایک رشتہ دار تھے وہ جب مدینہ منورہ حاضر ہُوتے تو وہاں جو کالی کالی غریب عورتیں انڈے بیچنے آتی ہیں ان سے وہ دیسی انڈے خریدتے تھے۔ ایک دِن کچھ انڈے گندے نکل گئے تو اُنھوں نے انڈے خریدنا ہی چھوڑ دیئے۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان غریب عورتوں سے انڈے خرید لیا کرو، غریب ہیں، بہت دُور سے آتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفارش فرمائی۔ پھر وہ اتنا روئے، اتنا روئے کہ آہ! میں نے خریدنا کیوں چھوڑا اور اس دِن کے بعد سے انہوں نے بے ضرورت ہی سب انڈے خریدنا شروع کردیئے، پیسے والے تھے خرید کر تقسیم کردیتے تھے، عاشقوں کو اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے میں مزہ

آتا ہے۔ مجنوں لیلیٰ کی گلی کے بھک منگوں کو روٹی تقسیم کیا کرتا تھا تو مولیٰ کے عشق و محبت میں ڈھائی فیصد دینے میں کیوں جان نکلتی ہے۔ ایک لاکھ پر ڈھائی ہزار دیکھتے ہو کہ جا رہا ہے بقایا جو ستانوے ہزار لئے بیٹھے ہو اس پر کیوں شکر نہیں کرتے۔ روزے کی فرضیت، نماز کی فرضیت، زکوٰۃ کی فرضیت میں محبت ثابت ہو گئی۔ اب رہ گیا اللہ کے گھر کا طواف تو حج اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک مرتبہ فرض کیا ہے اور وہ بھی جب پیسہ ہو، غریبوں پر حج فرض نہیں اور حج کی عبادت تو بالکل عاشقانہ ہے، کپڑوں کا بھی ہوش نہیں، سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے احرام میں جسم لپٹا ہوا ہے، بکھرے ہوئے بال غبار آلود، زیب و زینت سے دور کبھی میدان عرفات میں گرد و غبار میں اللہ کو یاد کر رہے ہیں کبھی دیوانہ وار بیت اللہ کے چکر لگا رہے ہیں۔ ہر عاشق محبوب کے گھر کے چکر لگاتا ہے۔ مجنوں کہتا تھا ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذالجدار و ذالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

جب لیلیٰ کے گھر سے گذرتا ہوں تو اس کے در و دیوار کو چومتا ہوں لیکن میرا دل گھر پر عاشق نہیں ہے بلکہ جو اس گھر میں ساکن ہے۔

ایک غریب مسکین کو حج کا شوق ہوا تو پیدل ہی نکل پڑا اور راستہ بھر اللہ کے عشق و محبت میں گانا بجاتا جا رہا تھا۔ لوگ اس کو سمجھے کہ کوئی پاگل ہے آخر

مکہ مکرمہ پہنچ کر جب کعبے شریف پر اس کی نظر پڑی تو ایک شعر پڑھا اور وہیں جان دے دی۔ وہ شعر کیا تھا ؎

چوں رسی بہ کوئے دلبر بسپار جان مضطر
کہ مبادا بارِ دیگر نہ رسی بدیں تمنا

اے شخص جب تو اپنے محبوب مولیٰ کے گھر آگیا تو اپنی جان فدا کر دے، نہ جانے ایسا موقع پھر آئے نہ آئے، ہو سکتا ہے کہ دوبارہ تجھے اللہ کے گھر آنا نصیب نہ ہو۔ بس یہ شعر پڑھا اور مر گیا، اللہ پر جان دے دی۔

اِسلام تو محبت ہی محبت ہے۔ وہ ظالم ہے جو کہتا ہے کہ یہ مصیبت ہے ایسی باتیں کمینہ خصلت ہی کرتے ہیں۔ اب رہ گیا جہاد تو جہاد بھی ظلم نہیں ہے۔ عاشقوں سے پوچھو کہ جان دینا ظلم ہے یا عشق کی انتہا ہے؟ جب محبوب جان سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے تو عاشق جان دے دیتا ہے۔ دُنیاوی معشوقوں کے لئے بھی ان کے عاشقین کہتے ہیں کہ ؎

نِکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دِل کی حسرت یہی آرزو ہے

جب مرنے گلنے والے دُنیاوی معشوقوں پر جان دے کر جان کو ضائع کرنے پر لوگ تیار ہیں پھر اللہ پر جان دینے سے کیوں گھبراتے ہو جِس نے جان عطا فرمائی ہے۔ یہ ہماری قسمت ہے کہ وہ ہمیں قبول کرلیں، اللہ کے جانباز کا تو یہ حال ہوتا ہے ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

لیکن اللہ پر مرنے کے لیے، اللہ پر فدا ہونے کے لیے نظر چاہیے، پیغمبروں کی نظر چاہیے، اللہ کے دوستوں کی نظر چاہیے، اللہ کے عاشقوں کی نظر چاہیے، اللہ کے دیوانوں کی نظر چاہیے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بغداد کے بادشاہ نے لیلیٰ کو بُلایا اور لیلیٰ سے کہا ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

مثنوی مولانا روم پیش کر رہا ہوں۔ بغداد کے بادشاہ نے لیلیٰ کو بُلایا اور کیا سوال کیا؟

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی

خلیفہ امیر المؤمنین کہہ رہا ہے کہ اے لیلیٰ! کیا تو ہی وہ ہے

کز تو مجنوں شد پریشان و غوی

کہ تیری محبت میں مجنوں پاگل ہوگیا

از دگر خوباں تو افزوں نیستی

دوسری حسین لڑکیوں سے تو تُو زیادہ خوبصورت نہیں ہے تو لیلیٰ نے بادشاہ کو ڈانٹا

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

اے بغداد کے بادشاہ! خاموش رہ اس لیے کہ تو مجنوں نہیں ہے ؎

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

اگر مجنوں کی آنکھ تجھ کو نصیب ہوتی تو تیری نظر میں دونوں جہان بے قدر ہو جاتے

دیدار لیلیٰ کے لیے دیدۂ مجنوں ہے ضرور

اس کے بعد مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے ظالمو! مجنوں کی نظر میں تو یہ

بات تھی اور تم اللہ کے کیسے مجنوں ہو؟

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

لیلیٰ کے دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھ چاہئے اور مولیٰ کو دیکھنے کے لئے مولیٰ کے مجنوں کی نظر چاہیئے، مولیٰ کو سمجھنے کے لئے اللہ والوں کی نظر چاہئے، پیغمبروں کی نظر چاہئے، اولیاء اللہ کی نظر چاہئے۔ لیلیٰ کے مجنوں اور ہیں۔ لیلیٰ کا مجنوں بے چارہ پاگل ہوگیا نہ لیلیٰ کو پایا نہ مولیٰ کو پایا۔ لیکن مولیٰ کے جو مجنوں ہیں وہ پاگل نہیں ہوتے، وہ ایسے عقلمند ہوتے ہیں کہ ان کی برکت سے لاکھوں اور مجنوں عقلمند بن جاتے ہیں، جو بے وقوف ہوتے ہیں وہ بھی اللہ والوں کے پاس آکر عقلمند ہوجاتے ہیں۔

لیکن ایک بات بتادوں یہ مجنوں اور لیلیٰ دونوں مُسلمان تھے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں مَیں نے پڑھا کہ لیلیٰ جو تھی مجنوں کے چچا کی بٹیا تھی۔ دونوں مُسلمان تھے، مجنوں کے ابا بھی مُسلمان اور لیلیٰ کے ابا بھی مُسلمان، مجنوں بھی مُسلمان اور لیلیٰ بھی مُسلمان اور مجنوں کے ابا نے اپنے سگے بھائی لیلیٰ کے ابا سے کہا یعنی مجنوں کے چچا سے کہ بھائی جان اپنی بٹیا کو میرے بیٹے سے کیوں نہیں بیاہ دیتے؟

بیاہ کے معنی

اور بیاہ کے معنی کیا ہیں؟ بیاہ اصل میں تھا بے آہ کہ جو آہ آہ کر رہا تھا کہ ہائے بیوی کب ملے گی، شادی کب ہوگی جب بیوی پا گیا تو آہ ختم ہوگئی اور وہ بے آہ ہوگیا۔ بتاؤ ملاوی والو! یہ معنی کبھی سُنے تھے، ذرا دُعا دینا اس فقیر کو۔ یہ معنی شاید ہی کسی نے بیان کئے ہوں۔

تو مجنوں کے چچا نے کہا کہ اے میرے بھائی کیسے شادی کروں، یہ تو پاگل

ہے، کہیں پاگلوں کو کوئی اپنی بیٹی دیتا ہے، روٹی کپڑا مکان یہ کہاں سے دے گا۔ یہ تو ہر وقت رویا کرتا ہے، آنسوؤں اور آہ و فغاں کے بدلے میں بیٹی کیسے دے دوں، اس کے آنسو اور اس کی آہیں روٹی کپڑا مکان تو نہیں دے سکتے۔

لیکن بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء دین نے حتّٰی کہ مولانا رومیؒ نے بھی مجنوں لیلیٰ کے تذکرے سے، عشقِ لیلیٰ سے عشقِ مولیٰ کو سکھایا ہے کیونکہ ایک دِن مجنوں دریا کے کنارے بالو (ریت) پر لیلیٰ لیلیٰ لکھ رہا تھا تو ایک مُسافر نے کہا کہ اے مجنوں! یہ کیا کر رہا ہے ؎

گفت اے مجنونِ شیدا چیست ایں
می نویسی نامہ بہر کیست ایں

اے مجنوں! یہ کیا کر رہا ہے، یہ تو کس کو خط لکھ رہا ہے۔ مجنوں نے کہا ؎

گفت مشق نام لیلیٰ می کنم
خاطر خود را تسلّی می دہم

خط نہیں لکھ رہا ہوں، جب لیلیٰ کو نہیں پاتا ہوں تو اس کا نام ہی لکھ کر اپنے دِل کو تسلی دے رہا ہوں، مولانا رومی فرماتے ہیں اے اللہ کے عاشقو! تم بھی اللہ اللہ کرو وہ لیلیٰ لیلیٰ کہہ رہا تھا تم مولیٰ مولیٰ کہو اور فرمایا کہ ؎

عِشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

مولیٰ کی محبت لیلیٰ سے کیسے کم ہو سکتی ہے کہ لیلیٰ قبر میں ختم ہوگئی اور لاکھوں لیلائیں قبر میں ہیں۔ آج اگر قبر کھود کر دیکھو تو نہ مجنوں ملے گا نہ لیلیٰ۔

اِس پر میرا شعر سُن لو ؎

قبریں خاک چھانی مگر کیا ملی
نہ تو مجنوں ملا نہ تو لیلیٰ ملی
ہاں مگر اہلِ دِل ایسے خوش بخت ہیں
جن سے اختؔر مجھے راہِ مولیٰ ملی

اللہ والوں سے مولیٰ ملتا ہے۔

اللہ کے عاشقوں کی چوتھی علامت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ایک علامت اور ہے کہ میرے عاشق ملامت کا خوف نہیں کرتے کہ اگر ایک مٹھی داڑھی رکھ لیں گے تو ہمیں دُنیا کیا کہے گی، جو میرے عاشق ہیں ساری دُنیا کو نہیں دیکھتے، میری نظر کو دیکھتے ہیں کہ میری شکل اللہ کو کیسی پسند ہے، میری پسند کے مُطابق اپنی شکل کو بناتے ہیں اور جو شخص حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شکل مُبارک کے مُطابق اپنی شکل بنائے گا اور داڑھی رکھ لے گا وہ قیامت کے دِن یہ کہہ سکے گا کہ اے اللہ! میرے عمل تو خراب ہیں لیکن تیرے محبوب نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل بنا کر آیا ہوں تو اِس صورت کو حقیقت کر دے۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

دیکھ لو سکھ اپنے گرو نانک کی محبّت میں ڈاڑھی رکھتا ہے اگرچہ وہ کافر ہے اور کفر کی وجہ سے اسے ڈاڑھی پر کوئی ثواب نہیں ملے گا تو ہمیں اپنے نبی کی

محبّت کی کتنی لاج رکھنی چاہیئے کہ آپ کی اتباع میں دونوں جہان کی کامیابی ہے اور اس میں آسانی بھی ہے ورنہ روزانہ ایک کوٹ، ڈبل کوٹ اور پھر کھونٹی اکھاڑ کوٹ سے ملائم گالوں کو کتنی مصیبت ہوتی ہے۔ اس لِئے ہم سب اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شکل بنالیں تاکہ ہم بھی پیار کے قابل ہوجائیں اور قیامت کے دِن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شفاعت بھی نصیب ہوجائے کیونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم دیکھ کر خوش ہوجائیں گے کہ واہ میرے اُمتی شاباش کہ تو نے ہماری سی شکل بنائی لیکن ڈاڑھی ایک مٹھی رکھو کہ چاروں اماموں کے نزدیک ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اس سے کم کرانا حرام ہے۔ بہشتی زیور صفحہ ۱۱۵ جلد نمبر ۱۱ میں دیکھ لو۔ آخر ایک دِن تو مرنا ہے، مرنے کے بعد یہ گال کیڑے کھاجائیں گے پھر کھیت اور فیلڈ ہی نہ رہے گی اس لِئے زندگی ہی میں رکھ لو۔ ان شاء اللہ اس سے بہت نور محسوس کروگے۔ اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں گے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی خوش ہوجائیں گے۔ اگر بیوی مخالفت کرے کہ ارے میاں تم تو بڈھے لگ رہے ہو، کس مولوی کا سایہ تمھارے اوپر پڑگیا تو بیوی کو سمجھا دو کہ یہ بتاؤ بیوی صاحبہ تم مسلمان ہو یا کافر؟ کہے گی مُسلمان۔ کہو کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جب ایمان لائی ہو تو نبی کی شکل کیسی تھی، وہی شکل بنا رہا ہوں۔ ہاں اگر بیوی کم عمر ہے اور آپ کی عمر زیادہ ہے تو آپ براؤن رنگ کا خضاب لگالیں، کالا خضاب حرام ہے۔ اور اس کو کچھ تحفہ، ہدیہ دے دو، کچھ گلاب جامن، سموسے وغیرہ کچھ مال دو۔ دو، تین مہینہ ذرا زیادہ کھلا دو تاکہ چیں چاں نہ کرے۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا کہ جب کوئی دُشمن

تم کو گالی دے رہا ہو تو اس کے مُنہ میں جلدی سے لڈو ڈال دو تاکہ گالی بھی میٹھی میٹھی نکلے لیکن اللہ کی نافرمانی سے بچنے میں کسی مخلوق سے نہ ڈرو۔ لَایَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ میں جو لَوْمَةَ ہے علامہ آلوسی فرماتے ہیں یہ لَوْمَةَ اسمِ جنس ہے جو سارے عالم کی ملامتوں کو شامل ہے تو کیا مطلب ہوا اس کا؟ کہ اللہ کے عاشق جو ہوتے ہیں سارے عالم کے اعتراضات اور ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے، سارے عالم کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لَایَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ معنی میں لَایَخَافُوْنَ من لومات لائمین ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ جب یہی مفہوم ہے تو اللہ نے ہی کیوں نازل نہیں کیا تو فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر بلاغت نہ رہتی۔ اللہ کا کلام ہے۔ یہاں اللہ اپنے عاشقوں کا مقام دِکھا رہا ہے کہ میرے عاشق اور میرے دیوانے سارے عالم کی ملامتوں کو مِثل لَوْمَةَ واحدہ کے یعنی مِثل ایک ملامت کے سمجھتے ہیں جیسے کوئی کہے کہ مرغابی سارے عالم کے دریاؤں کے طوفانوں کو مِثل ایک گھونٹ کے سمجھتی ہے۔ یہ بلاغت ہے کہ میرے عاشقوں کے نزدیک سارے عالم کا اعتراض واستہزاء وہنسا وغیرہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ تو بزبانِ حال یہ کہتا ہے ؎

اے دیکھنے والوں مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبّت کہیں مجھ سا نہ بنا دے
مرے حال پر تبصرہ کرنے والو،
تمھیں بھی اگر عِشق یہ دِن دکھائے

ایک دلچسپ لطیفہ

ایک مولوی صاحب ایک مسٹر دوست کے ہاں گئے، وہ اپنے چھوٹے بچے کو لائے اور کہا کہ اس پر دم کر دو۔ بچے نے جب مولوی صاحب کو دیکھا تو زور سے چلّا کر رونے لگا تو اس مسٹر نے کہا کہ مولوی صاحب جبھی تو ہم لوگ داڑھی نہیں رکھتے کہ بچے بھی اس سے گھبراتے ہیں تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ بچہ داڑھی سے نہیں گھبرایا۔ اصل میں اس نے آج تک ابا کو دیکھا ہی نہیں تھا کیونکہ تمھاری شکل اور اپنی اماں کی شکل کو دیکھتا ہے کہ ایک جیسی ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ شاید میری دو اماں ہیں لا فرق بینہ وبینھا لیکن آج دیکھا کہ ابا ایسے ہوتے ہیں اس لئے ڈر گیا کیونکہ بچے ابا سے ڈرتے ہی ہیں۔

رزق کا یقینی دروازہ تقویٰ ہے

تو دوستو! اللہ کو راضی کرو، اللہ پاک خوش ہو جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں یہ بہتر ہے یا یہ کہ بیوی خوش ہو جائے، دفتر والے خوش ہو جائیں یا جاپان اور جرمن کے لوگ خوش ہو جائیں جو کسی بزنس مین کا مال خریدنے آرہے ہیں؟ کیا ان کو خوش کرنے سے رزق ملے گا؟ ارے رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اہلِ تقویٰ کے لئے بے حساب اور بے گمان رزق کا وعدہ ہے اور ان کو ناراض کر کے اگر رزق مل بھی گیا تو دل کو چین نہیں ملے گا۔ جو مالک کو ناراض رکھے گا دل میں چین نہیں پا سکتا۔

اصلی ترقی کیا ہے؟

آج کل لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اتنا حلال و حرام کا خیال کریں گے اور بینک سے سودی قرضہ نہیں لیں گے

اور بینک کو سود ادا نہیں کریں گے تو ہماری ترقی رُک جائے گی. اس کا جواب ہمارے بُزرگوں نے دیا کہ ترقی دو قسم کی ہے. ایک کا طریقہ ہے بادام کھانا اور بادام سے احتیاط رکھنا اور لنگوٹ کا مضبوط رہنا ورنہ جتنا بادام امپورٹ کیا اتنا ایکسپورٹ کر دیا تو طاقت نہیں آئے گی۔ ذرا غور سے سُننا۔ یہ بات کم ملاؤں سے سنو گے کیونکہ میں حکیم بھی ہوں، حکیم ملاّ آپ سے خطاب کر رہا ہے. تو بادام کھا کر اکھاڑے میں ورزش کی اور لوہے کا مگدر ورزش والا خُوب گھمایا تو سارے بازو اوپر ہو گئے اور آپ کی باڈی جو ہے بلڈ ہو گئی اور آپ ہو گئے باڈی بلڈر۔ یعنی باڈی اچھی ہو گئی، مضبوط ہو گئی۔ اس ترقی کا نام ہے صحت بخش ترقی۔ ایک ترقی تو یہ ہے اور ایک ترقی یہ ہے کہ دشمن آیا اور یہ بے خبر سو رہا تھا کہ دس ڈنڈا کَس کَس کے مارا۔ صُبح جو ہوش آیا تو دیکھا کہ چار چار انگل گوشت اُٹھا ہوا ہے تو کیا یہ ترقی ہے؟ ترقی تو ہے لیکن بیماری کی ترقی ہے، ہاسپٹل جانا پڑے گا پینسلین کا انجکشن لگانا پڑے گا۔ اس لیے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ جو لوگ حرام سے نہیں بچتے اور حرام طریقوں سے کما کے بڑی بڑی بلڈنگ بنالیں تو یہ ترقی اللہ کے غضب اور قہر کی ہے، بیماری کی ترقی ہے جس سے اللہ ناراض ہو وہ ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر وقت نئی مصیبت آئے گی، کسی کا ایکسیڈنٹ ہوگا، کسی کو کینسر ہوگا، کسی کو السر ہوگا، کسی کو پیرالائسز ہوگا، کسی کے بے وقوف اور پاگل بچہ پیدا ہوگا، اتنی بلائیں آئیں گی کہ سب ترقی بھول جائے گا. سوکھی روٹی میں اللہ چین دے سکتا ہے، بوریا اور چٹائی پر اللہ تعالیٰ سلطنت کا نشہ دے سکتا ہے۔

خُدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

نیک اعمال کی توفیق کا سبب فضلِ الٰہی ہے

چٹنی روٹی میں اللہ تعالیٰ بریانی کا مزہ دے سکتا ہے

آگے فرمایا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ جس کو میرے عاشقوں کی یہ علامتیں نصیب ہو جائیں یعنی تواضع اور ہر قسم کی تکلیف اُٹھا کر مجھ کو خوش رکھنے کی توفیق اور دُنیا کی کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنے کی ہمت اور جس کے قلب پر فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ کی تجلّی نازل کروں اور اس کو اپنے عاشقوں کی قوم میں داخل کرلوں اور اس کی صورت اور سیرت اللہ والوں کی بنا دوں تو سمجھ لو کہ یہ میرا فضل ہے، تمہارا کوئی حق نہیں بنتا، مجھ پر تمہارا کوئی قرضہ نہیں ہے کہ میں تمہارا قرضہ چکا رہا ہوں بلکہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں اس کو اپنے عاشقوں کی قوم میں داخل کرتا ہوں۔

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ کی تفسیر

آگے فرمایا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ یہاں دو نام کیوں نازل ہوئے؟ اور وَاسِعٌ سے کیا مُراد ہے؟ کثیر الفضل لایخاف نفاد ما عندہ بے شمار فضل اور مہربانی والا جو اپنی مہربانی فرمانے پر ڈرتا نہیں کہ میرا خزانہ خالی ہو جائے گا، اپنے فضل کے خزانہ کے ختم ہونے کا اللہ کو اندیشہ نہیں ہے۔ اگر سارے عالم کو ولی اللہ بنا دے تو اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی اور علیم کی کیا تفسیر ہے؟ علیم باھلہ ومحلہ اللہ جانتا ہے کہ میرے عاشقوں کی قوم

کے لئے کیسی فیلڈ چاہئے، کیسا دِل چاہئے، کیسا سینہ چاہئے یہ میرے علم پر موقوف ہے اور پھر اگر کوئی نالائق بھی ہے تو میں لائق بنانا بھی جانتا ہوں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

اے ز تو کس گشتہ جان ناکساں

اے خدا! بہت سے نالائق لوگوں کو آپ کے کرم نے لائق بنادیا، نالائق اعلیٰ درجے کے ولی اللہ ہوگئے۔ دیکھ لو جگر مراد آبادی کتنی شراب پیتا تھا، اپنے دیوان میں خود لکھتا ہے کہ ؎

پینے کو تو بے حساب پی لی
اب ہے روزِ حساب کا دھڑکا

پھر گئے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اور توبہ کی اور دعا کرائی کہ حضرت چار دُعائیں دے دیجئے: شراب چھوڑ دوں، حج کر آؤں، داڑھی رکھ لوں اور ایمان پر خاتمہ ہوجائے۔ واپس آئے اور شراب چھوڑ دی جس سے بیمار بھی ہوگئے تو یوپی کے ڈاکٹروں کے بورڈ نے فیصلہ کیا کہ جگر صاحب تھوڑی سی پی لیا کریں نہیں تو مر جائیں گے۔ جگر صاحب نے کہا کہ اگر تھوڑی سی پیتا رہوں گا تو کب تک جیتا رہوں گا۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ دس سال اور جی جائیں گے۔ فرمایا کہ میں اللہ کو ناراض کرکے اللہ کے غضب میں دس سال جینا نہیں چاہتا بلکہ توبہ کرنے سے اگر جگر کو ابھی موت آجائے تو ایسی موت کو میں لبیک کہتا ہوں تاکہ اللہ کی رحمت کے سائے میں اللہ کے پاس جاؤں۔ اِس لئے اللہ والے وہی ہیں جو گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھاتے ہیں، جو نظر بچا کر حسینوں

سے بچنے کے غم کو لبیک کہتے ہیں کہ کہاں یہ میری قسمت جو آپ کی راہ کا غم نصیب ہو کیونکہ یہ غم خوش نصیبوں کو ملتا ہے ۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دشمنوں کو یہ غم نصیب نہ ہو آپ کے دوستوں کا سر سلامت رہے، آپ کے دوستوں کو یہ غم نصیب ہو کیونکہ جس غم کے اندر حلاوتِ ایمانی کی بے شمار تجلیات موجود ہیں یہ غم اُٹھا کر پچھتاتے نہیں ہیں کہ کاش کہ شریعت میں آزادی ہوتی تو ہر ایر ہوسٹس کو دیکھتے لیکن وہ نہیں جانتے کہ سوائے پاگل ہونے کے کچھ نہ پاتے اور ہر وقت پریشان رہتے کہ میری ماں نے کون سے نمبر کا چشمہ لگا کر میری بیوی کا اِنتخاب کیا تھا کیونکہ وہ تو ایسی نہیں ہے جیسی یہ ایر ہوسٹس ہے۔ بولو ہائے ہائے اور کاش کاش ملتا اور دِل ہو جاتا پاش پاش۔ اس لئے جو اپنی والی ہے اُسی پر خوش رہو کیونکہ جنّت میں ہماری مسلمان بیویوں کے لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشخبری ہے کہ مسلمان عورتیں چاہے کالی ہوں چاہے گوری ہوں، ناک کی چپٹی ہوں یا آنکھ سے بھینگی ہوں یہ سب جنّت میں حوروں سے زیادہ خوبصورت کر دی جائیں گی یہ پلیٹ فارم کی چائے ہے، پلیٹ فارم کی چائے جیسی بھی ہو، نزلہ سے تو بچ جاؤ گے یہاں جیسی بیوی اللہ نے دے دی وہی ہماری حور ہے، وہی ہماری لیلیٰ ہے ۔

زوجۂ من بہر من لیلائے من
کہ مرا دادہ ست او مولائے من

یہ میرا شعر ہے کہ میری بیوی میرے لئے لیلیٰ ہے کیونکہ یہ آسمان سے خود کود کر نہیں آ گئی قسمت سے ملی ہے۔ یہ میرے مولیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ اس لئے اے دُنیا والو! ہمیں اپنی بیوی سے کوئی شکایت نہیں ہے اور جنّت میں یہ بیویاں حوروں سے خوبصورت کر دی جائیں گی۔ جِس کو اللہ تعالےٰ اپنا بناتے ہیں اس کو حوصلہ اور ہمّت بھی دیتے ہیں، وہ لومڑی کی طرح نہیں رہتا وہ ہر حال میں راضی برضا رہتا ہے اور اللہ کو ہر وقت یاد رکھتا ہے اور سُنو کہ جس کا کوئی نہ ہو مثلاً کسی مجبوری سے شادی نہیں ہوئی، یا ہوئی اور بیوی مرگئی یا اب دوسری شادی نہیں ہو رہی ہے، تلاش کرتا ہے لیکن نہیں پاتا ہے جیسے ایک بڈھے سے کسی نے پُوچھا کہ آپ کی شادی کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ اس نے کہا وجہ یہ ہے کہ مَیں کم عمر چاہتا ہوں، ہوں تو ستّر سال کا مگر پچیس سال کی لڑکی چاہتا ہوں تو جوان لڑکیاں مجھ سے شادی کو راضی نہیں ہوتیں اور بڈھیاں راضی ہوتی ہیں تو ان سے مَیں راضی نہیں ہوتا۔ تو جِس کا کوئی نہ ہو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا، آہ بڑی تسلّی کی آیت ہے کہ:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ط

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے۔ کتنے اولیاء اللہ ایسے گذرے ہیں جِن کی شادیاں نہیں ہوئیں لیکن اُن کی ایسی عزت سے اللہ نے گذاردی کہ بڑے بڑے لوگ ہر وقت ان کی خدمت میں رہتے تھے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کی بیوی کا اِنتقال ہوگیا، اس کے بعد بھی وہ آٹھ دس سال زندہ رہے لیکن ان کے مریدوں نے خدمت کی۔ جو اللہ پر مرتا ہے اللہ اس کو

اکیلا نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔

زمانہ بڑے غور سے سُن رہا تھا

دوستو میرا مضمون ختم ہوگیا لیکن یہ بتایئے آپ لوگ گھبرائے تو نہیں، تاہم زیادہ تو نہیں ہوگیا؟ بولو بھئی آپ کا دِل کیا کہتا ہے۔ دیکھئے سب لوگ کہہ رہے ہیں کہ ابھی اور سناؤ۔ آہ! لوگ کہتے ہیں کہ مولویوں کی کون سُنتا ہے۔ میں کہتا ہوں اے دوستو! اے مولویو! کسی اللہ والے پر فِدا ہوجاؤ، دردِ دل حاصل کرلو تو خدا کی قسم دردِ دل کے ساتھ جب بیان کرو گے تب زمانہ ایسے غور سے سُنے گا کہ آپ تھک جائیں گے زمانہ نہ تھکے گا۔ جب رس گلہ ہوتا ہے تب مزہ آتا ہے، تم نے مدرسوں میں علم کا گولہ حاصل کیا ہے، اللہ والوں سے اللہ کی محبت کا رس حاصل نہیں کیا تو خالی گولے کا نام رس گولہ نہیں۔ رس مُثبت گولہ رس گلّہ کہلاتا ہے دس سال تک مدرسوں میں پڑھتے ہو تو چھ مہینہ کسی اللہ والے کے قدموں میں اپنے کو ڈال دو تاکہ رس بھی مِل جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کون سُنتا ہے اس پر بھی ایک شعر سُن لو ؎

زمانہ بڑے غور سے سُن رہا تھا\
ہمیں تھک گئے داستاں کہتے کہتے

اور میرا بھی ایک خاص شعر اس پر ہے کہ ؎

مَیں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر\
مگر میں کیا کروں چُپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اتنی دیر تک بیان ہوا، آپ سب سے پُوچھ لیجئے

مجھے بھی اُن کی نگاہوں سے محسوس ہورہا ہے کہ سب نے اختر کی بات محبت سے سُنی ہے، کسی کا دِل نہیں گھبرایا کیونکہ مولیٰ سے بڑھ کر کس کی داستان ہوگی، اللہ سے بڑھ کر کون پیارا ہے؟ باقی سب چیزیں فانی ہیں۔ بڑے بڑے حسین لڑکے اور بڑی بڑی حسین لڑکیاں جب بڈھے ہوگئے تو سارا جغرافیہ ختم اور ساری عاشقی ختم، نہ آہ وزاری ہے، نہ اشک باری ہے نہ اختر شماری ہے، نہ بے قراری ہے۔ اب دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے، شکل دیکھ کر بھاگتے ہیں اور میرا شعر بزبانِ حال پڑھتے ہیں ؎

ادھر جغرافیہ بدلا ادھر تاریخ بھی بدلی
نہ ان کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

حسینوں کا جغرافیہ جب بدلا
کہاں جاؤ گے اپنی تاریخ لے کر
یہ عالم نہ ہوگا تو پھر کیا کروگے
زحل مشتری اور مریخ لے کر

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

جن کو بچپن میں دیکھا تھا آج وہ گیارہ بچوں کے نانا ہیں، جن کے حُسن سے لوگ نظر بچاتے تھے۔ ایسے ہی لڑکیوں کا حال ہے۔ جس پر جان دیتے تھے، آج وہ

گیارہ بچوں کی نانی بن چکی ہے۔ آہ میر صاحب کیا شعر ہے ذرا سُنا دو میرے دو تین شعر یہ سُنا دیں گے جس میں حُسنِ فانی کا جغرافیہ اور نقشہ پیش کیا ہے۔ لہٰذا حُسنِ فانی پر نہ جاؤ بعض غیر حسین بیویوں کے پیٹ سے اولاد ولی اللہ پیدا ہوئی۔ بعض وقت سفید زمین سے سانپ اور بچھو نکلتے ہیں اور کالی زمین سے سونا اور چاندی کا ذخیرہ مِل جاتا ہے۔ لہٰذا کلر کو مت دیکھو کہ وائٹ ہے یا بلیک ہے یہ دیکھو کہ اس کے اندر مال کیا ہے۔ سفید تھیلے میں بلّی کا گو اور کالے تھیلے میں اشرفی، سموسے اور پاپڑ ہوں تو کون سا تھیلا پسند کرو گے؟ سموسے اور پاپڑ گجراتیوں کی رعایت سے کہہ رہا ہوں۔ پھر احقر راقم الحروف کو یہ اشعار سُنانے کا حکم فرمایا؎

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا
کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا
مِل گئے خاکِ قبر میں کتنے
ناز تھا جن کو زندگانی کا
یہ جہاں گر گیا نگاہوں سے
جب کھلا حال دارِفانی کا
دِل لگا بس خُدا سے اے ظالم
خوف کر موتِ ناگہانی کا

میرا اب دِل کو کس سے بہلاتے
اُڑ گیا رنگ حُسنِ فانی کا
حال دیکھو تو اللہ والوں پر
مستیٔ خمرِ آسمانی کا
سُن لو قصہ زبانِ اختؔر سے
اس کے دِل کے غمِ نہانی کا

پھر فرمایا کہ زخمِ حسرت والے اشعار بھی سُنا دو پھر کہاں بار بار آنا ہوتا ہے، آسان تھوڑی ہے کراچی سے یہاں آنا۔

داغِ حسرت سے دِل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے اُن کو پائے ہیں
قلب میں جس کے جب وہ آئے ہیں
اپنا عالم الگ سجائے ہیں
اِن حسینوں سے دِل بچانے میں
مَیں نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں
حُسنِ فانی کے چکروں میں میر
کتنے لوگوں نے دِن گنوائے ہیں
شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سُنائے ہیں
منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

کام بنتا ہے فضل سے اختر
فضل کا آسرا لگاتے ہیں

آج ایک دُعا کر رہا ہوں جو آج تک روئے زمین پر کہیں نہیں مانگی جب کہ عمر ستر سال کی ہوگئی ہے، الحمد للہ! ایک نئی دُعا کی توفیق اللہ دے رہا ہے کہ اے اللہ! اے کریم! آپ کی رحمت سے اختر فریاد کرتا ہے اور مُسافر کی فریاد کو آپ رائیگاں نہیں فرماتے مُسافر کی دُعا کو آپ قبول فرماتے ہیں کہ ہم سب پر اور میرے احباب حاضرین اور ان کے گھر والوں پر اور میرے احباب غائبین اور ان کے گھر والوں پر فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ کی تجلّی نازل فرمادے، اپنے عاشقوں کی قوم میں ہم سب کو داخل کرلے۔ آپ کے کلام کی اس آیت مُبارکہ میں عاشقوں کی جو قوم پیدا کرنے کی بشارت ہے ہم سب کو اس میں شامل فرمادے اور یہ تجلّی ہمارے دلوں پر نازل فرمادے، ہم سب کو جذب کرکے اپنا بنالے ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوقِ عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اللہ تعالیٰ قبول فرمالے، آج یہی دُعا مانگنے کو دِل چاہتا ہے اور جو نہیں مانگا بے مانگے سب کچھ دے دے مگر آج اختر آپ کی اس آیت کی تجلّی کی درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہم پر ہماری اولاد پر ہمارے دوستوں پر ان کی اولاد پر اور میرے احباب غائبین اور حاضرین سب پر اپنی اس تجلّی کے نزول کا فیصلہ فرما دے۔ جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا تو اپنے عاشقین کی تینوں علامتیں بھی ہمیں دے دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۲

قافلۂ جنت کی علامت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : قافلہ جنت کی علامت

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

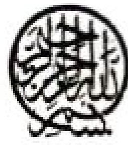
انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست





قافلۂ جنّت کی علامت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰیۙ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰیؕ

آج ایک بہت اہم مضمون بیان کرنا ہے جو ابھی دِل میں آیا ہے اور وہ یہ کہ جنّت میں جانے کا راستہ کیا ہے؟ جنّت کس کا ٹھکانہ ہے؟ منزلِ جنّت کے باشندے، جنّت میں رہنے والے کون لوگ ہیں؟ یعنی جنّت جن کے لیے مقدر ہے وہ کون لوگ ہیں؟ قافلۂ جنّت کی علامت کیا ہے؟ کیسے معلوم ہو کہ یہ آدمی جنّتی ہے اور قافلۂ جنّت والا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ اس کی علامت بیان فرمارہے ہیں کہ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰیؕ جو اپنے رب کے سامنے حساب کے لئے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے تو کیا جواب دوں گا اور نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے تمام تقاضوں سے روکے یعنی اپنا دِل توڑ دے، اللہ پاک کے قانون کو نہ توڑے لہٰذا جب آپ کے دِل میں کوئی خواہش پیدا ہو تو اپنے دل ہی سے پوچھو۔

مَیں آپ ہی کو مُفتی بنا رہا ہوں کہ اپنے دِل سے پُوچھو کہ اگر یہ خواہش ہم پوری کریں تو ہمارا دِل تو خوش ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو گا یا نہیں؟ جب آپ کا دِل کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو ناخوش ہو جائے گا تو آپ دِل کو توڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑیں۔ جو عظمتِ الٰہیہ کا احترام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے دُنیا میں اور آخرت میں معظم، معزز اور مکرم کرتے ہیں اور جو اپنے دِل کی حرام خوشیوں کو نہیں توڑتا اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ کر اپنا دِل خوش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو توڑ دیتا ہے، دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اللہ کے خوف کی علامت اور مقدار

تو جنّت کے قافلے کی علامت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جو اپنے رب کو حساب دینے سے خوف کرے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کو کیا مُنہ دکھاؤں گا، اللہ تعالیٰ کو کیا حساب دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامت کیا ہے؟ وَنَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ۙ اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکتا ہو۔ بس اتنا خوف ہو کہ گُناہ سے رُک جائے، اپنے نفس کی ان خوشیوں کو جو مرضیِ الٰہی کے خلاف ہوں توڑ دینے کی توفیق ہو جائے۔ اس سے زیادہ خوف مُطلوب نہیں ہے کہ ہر وقت خوفِ الٰہی سے کانپتا رہے اور بیوی بچّوں کا حق اَدا نہ کر سکے اور دُکان پر بھی نہ جا سکے اور چارپائی پر لیٹا ہوا کانپ رہا ہے کہ خوفِ الٰہی سے تڑپ رہا ہوں۔ اتنا خوف فرض تو درکنار جائز ہی نہیں ہے۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اقۡسِمۡ لَنَا مِنۡ خَشۡیَتِکَ مَا تَحُوۡلُ بِہٖ

بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْكَ۔

جو لوگ عربی قواعد سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مِنْ خَشْیَتِكَ یعنی اے اللہ! میں آپ کے خوف میں سے کچھ حصہ مانگتا ہوں، اتنا خوف مانگتا ہوں جو میرے اور آپ کے معاصی کے درمیان حائل ہو جائے، اس سے زیادہ اگر خوف مل جائے گا تو میں چارپائی پر ہی لیٹ جاؤں گا اسی لیے مِنْ خَشْیَتِكَ فرمایا۔ خشیت کے معنی بھی خوف کے ہیں لیکن خشیت اور خوف میں کیا فرق ہے؟ قرآنِ پاک میں کہیں خوف آیا ہے کہیں خشیت آیا ہے جبکہ خشیت کے معنی بھی ڈرنے کے ہیں اور خوف کے معنی بھی ڈرنے کے ہیں تو خوف اور خشیت میں کوئی فرق تو ہونا چاہیے۔ بتاؤ کتنا علمی سوال ہے؟

"خانقاہ" = عِلم کی روشنی + عشق کا راستہ

یہ اس لیے بتاتا ہوں تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ خانقاہ میں علم نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خانقاہوں میں علم نہیں ہوتا، خالی پیری مریدی ہوتی ہے۔ بس چند وظائف اور حق و ہو کرنے کا نام خانقاہ ہے۔ الحمدللہ! یہ ہمارے بزرگوں کا فیض ہے کہ یہاں خالی پیری مریدی نہیں ہے، عِلم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا راستہ طے کیا جاتا ہے اور عِلم کی روشنی میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا نام ہی خانقاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ بڑے بڑے علماء اس فقیر کے عِلم کو نوٹ کرتے ہیں۔

علمِ عظیم

جنوبی افریقہ سے بخاری شریف پڑھانے والے ایک محدث یہاں آئے تھے، میرے خلیفہ بھی ہیں اور جنوبی افریقہ کے صوبہ ڈربن میں شیخ الحدیث، بہت بڑے عالم ہیں ان سے میں نے گذارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وَفِّقْنَا کے بجائے یہاں وَارْزُقْنَا کیوں مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما بلکہ اس عنوان سے مانگا کہ اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ اور حق بات کی اتباع کو ہمارا رزق، ہماری روزی بنا دے اور باطل کو باطل دکھا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ اور باطل سے اجتناب، دوری اور احتیاط کو بھی ہمارا رزق بنا دے تو یہاں توفیق کیوں نہیں مانگی، رزق کیوں مانگا اس میں کیا راز ہے؟ میں نے گذارش کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث کو دوسری حدیث سے سمجھو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَنْ تَمُوْتَ نَفْسًا حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا۔ کوئی نفس یعنی کوئی جاندار ہرگز نہیں مرے گا جب تک اپنا رزق مکمل استعمال نہیں کرلے گا۔ یعنی جیسے آپ کہتے ہیں کہ (COMPLETE) نہیں کرلے گا۔ جب تک اپنا رزق مکمل نہیں کھالے گا، جب رزق کا ایک دانہ بھی باقی نہیں رہے گا تب اسے موت آئے گی، اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وَارْزُقْنَا اس لیے فرمایا کہ جس طرح پیٹ کی دنیوی روزی مکمل کیے بغیر کوئی نہیں مرے گا تو ہمیں نیک عمل کا مکمل رزق دے دے اور بُرائی سے بچنے کا رزق بھی مکمل دے دے تاکہ میرا اُمّتی نہ مرے جب تک اے اللہ! وہ آپ کا پورا پورا تابعدار اور پورا پورا فرماں بردار نہ ہو جائے، جب تک وہ اپنا رزق اتباعِ حق اور اپنا رزق اجتناب عن الباطل کا مکمل نہ کر لے یعنی جب تک اپنی روزی نیک عمل کی پوری نہ کر لے اور جب تک گناہوں سے پرہیز کا وہ پورا مرزوق نہ ہو جائے، نافرمانی سے پورا پورا بچنا اس کا نصیب اور مقدر نہ ہو جائے میرے کسی اُمّتی کو اس وقت تک موت ہی نہ آئے۔

یہ سُن کر بُخاری شریف پڑھانے والے ان شیخ الحدیث نے کہا کہ زندگی پڑھاتے ہوئے گذر گئی لیکن کبھی یہ نکتہ ذہن میں نہیں آیا، نہ آج تک کسی کتاب میں یہ مضمون پڑھا، نہ اپنے اساتذہ سے سنا۔ مَیں نے کہا بھئی میں نے بھی نہیں سُنا، نہ میں نے دیکھا لیکن مَیں کیا کہوں ؎

میرے پینے کو دوستو سُن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس کا کرم ہے بزرگوں کی دُعائیں لگ گئیں۔ ایک شاعر مجھے ملا اس نے ایک شعر سُنایا ؎

چاند تارے مرے قدموں میں بچھے جاتے ہیں
یہ بزرگوں کی دُعاؤں کا اثر لگتا ہے

یہ میرا پچھتر سال کا تجربہ ہے کہ کسی اللہ والے کی خدمت کر لو، اللہ تعالیٰ

دیکھتا ہے کہ یہ میرے پیاروں کی خدمت کرتا ہے امید ہے ان شاء اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ محروم نہیں رہے گا اور ہماری لاکھوں عبادتوں سے اللہ تعالیٰ کا ایک ذرۂ کرم افضل ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ذرۂ سایہ عنایت بہتر است
از ہزاراں کوششِ طاعت پرست

معمولی مضمون نہیں ہے یہ مولانا رومی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و رحمت کا ایک ذرہ سایہ مل جائے تو ہماری ہزارہا محنت سے وہ بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس حدیث پاک میں رزق کی یہ شرح جو میں نے کی ہے ساری کتابوں میں دیکھ ڈالو۔ اُمید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اختر پر خاص پائیں گے۔ ذٰلِكَ مِمَّا خَصَّنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكَرَمِهٖ۔ یہ وہ عُلوم ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اختر کو اُمید ہے کہ شاید خاص کیا لیکن میں شاید کہتا ہوں تواضع اور دعویٰ توڑنے کے لیے اور یہ شاید کہنا بھی میں نے اپنے بڑوں سے سیکھا ہے۔ حضرت مولانا شاہ مُحمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو یہ شعر سُنایا کہ ؎

شُکر ہے دردِ دِل مستقل ہو گیا
اب تو شاید مرا دِل بھی دِل ہو گیا

اور حضرت نے فرمایا کہ یہ شاید میں نے تواضع کے لیے کہا ہے تاکہ بڑائی ثابت نہ ہو۔ ہمارے بزرگ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے ہیں کہ ہماری زبان سے اپنی بڑائی ثابت نہ ہو۔

تقویٰ کا امتحان

یہ مستقل دردِ دل خانقاہوں سے لیا جاتا ہے۔ نفلی حج و عمرہ تو سب ہی کر لیتے ہیں، مسجد کے گوشے میں تو بہت لوگ

تلاوت کر لیتے ہیں اور رو لیتے ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ جب بندر روڈ اور الفنسٹن اسٹریٹ سے گذرو جہاں بے پردہ عورتیں ہوں وہاں تقویٰ سے رہو۔ جو بلّی چوہوں کے باوجود پرہیز گار رہے، سامنے چوہے ہوں لیکن نظر پھیر لے تب سمجھو کہ ہاں یہ صُوفی ہے۔ حکیمُ الاُمّت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ ایک بلّی کی کھوپڑی پر چراغ جلا کر اس چراغ کی روشنی میں فرامینِ سلطنت لکھتا تھا۔ بلّی کو ایسی تربیت اور ٹریننگ دی تھی کہ وہ سر نہیں ہلاتی تھی کہ چراغ گر جائے گا۔ بادشاہ کو ایک دِن احساس ہوا کہ میں بہت ہی زبردست مربی ہوں۔ اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اے وزیر دیکھ میرا کمال! میں نے اس بلّی کو کیسی تربیت دی ہے۔ مجال نہیں کہ یہ سر ہلادے اور چراغ گرادے۔ وزیر نے کہا کہ حضُور میں آپ کی تربیت یافتہ بلّی کا امتحان اور ایگزام (EXAM) لوں گا یعنی کیٹ (CAT) کا امتحان بذریعہ ریٹ (RAT) لوں گا۔ تب پتہ چلے گا کہ آپ کی تربیت کا کیا ریٹ (RATE) ہے۔

دوسرے دِن وزیر آیا اور اپنے جھُولے میں ایک چوہا لے آیا۔ جب بادشاہ نے بلّی کے سر پر چراغ جلایا اور فرمانِ سلطنت لکھنے لگا تب وزیر نے تھیلے سے چوہے کا سر نکال کر بلّی کو دُور سے دکھایا۔ بلّی نے جو چوہا دیکھا تو مارے خوشی کے اس کی مونچھیں کھڑی ہوگئیں کہ آج تو بہترین شکار ہے اور تھوڑی دیر بعد غرر، غرر، غرر، غرر شروع کردیا۔ وزیر نے جب دیکھا کہ بلّی مَست ہو رہی ہے اور کیٹ کا ریٹ کے ساتھ ٹارگٹ نوّے ڈگری کا بن گیا ہے تو اس نے چوہے کو چھوڑ دیا۔ جیسے ہی چوہے کو چھوڑا تو بلّی نے حملہ کر دیا اور سارا تقویٰ ٹوٹ گیا، سارا دعویٰ نسبت و

دعوئ تہذیب و تربیت وٹریننگ سب پاش پاش ہوگیا، چراغ کا ٹھیکرا کہیں گرا، تیل کہیں گرا، بتی کہیں گری تو بادشاہ بھی اپنی حماقت اور تربیت کے دعوے پر ہنسا اور وزیر نے کہا دیکھا آپ نے کیٹ کی تربیت کا حال! کیٹ کا امتحان ریٹ سے لیا جاتا ہے۔ جب کسی صُوفی کے سامنے بازاروں میں بے پردہ عورتیں آئیں یا جہاز پر بیٹھے اور ایئر ہوسٹس سامنے آئے اب امتحان ہے۔ اب پتہ چلے گا کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے یا اپنے نفس سے زیادہ ہے، یہ نفس کی خواہش کا غُلام ہے یا اللہ تعالیٰ کا شریف بندہ ہے۔

"لَا شُجَاعَةَ یَافَتٰی قَبْلَ الْحُرُوْبِ"۔

مولانا رومی فرماتے ہیں اے جوان تیری ڈینگ اور لاف زنی کی کوئی حقیقت نہیں۔ قبل جنگ کے ہم تیری شجاعت و بہادری کو تسلیم نہیں کریں گے۔ جنگ میں بہادری دکھائے تو بہادر ہے۔ نفس و شیطان کی جنگ میں جب اللہ والا اپنی محبت کا جھنڈا لہرا دے اور نظر پھیر لے اور اپنے دِل کی خواہشات کو پاش پاش کردے دِل کو توڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہ توڑے، ان کے قانون کی حرمت اور عظمت کا جھنڈا لہرا دے تب سمجھو کہ یہ بندہ صاحبِ نسبت ہے، صاحبِ ولایت ہے، اللہ تعالیٰ کا مقبول ہے، اللہ کا پیارا ہے۔ خانقاہوں میں اسی مشق کی ضرورت ہے۔ گناہ کے چھوڑنے میں، بُری خواہشوں کے توڑنے میں اور اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے میں جو جتنا زیادہ غم اُٹھائے گا، جتنا زخمِ حسرت کھائے گا اتنا ہی بڑا ولی اللہ ہوگا۔ اگر کسی نے دس کلو غم اُٹھایا تو نور بھی دس کلو پیدا ہوگا۔

منازلِ اولیاء کے نشان

اِسی غم سے اولیاء اللہ کے مراتب کا پتہ چلتا ہے اگر کوئی کہے کہ اولیاء اللہ کے مراتب اور ان کے درجات کا کیسے پتہ چلتا ہے تو کہہ دو کہ اسی غم سے پتہ چلے گا کہ اِس کے وہ مراغب طبعیہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہیں وہ اپنے اُن مراغب طبعیہ کو احکام شرعیہ کے تابع کرتا ہے یا نہیں یعنی جب کسی صُوفی کے دِل کے مرغوبات اور طبعی پسندیدہ چیزیں سامنے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ ان مرغوبات سے راضی نہ ہو اس وقت یہ اپنی پسند اور مرغوبات پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو غالب کرتا ہے یا نہیں۔ اگر دیکھو کہ اس نے اپنے مراغب طبعیہ کو احکام شرعیہ کے تابع کر دیا تو سمجھ لو کہ یہ صاحبِ نسبت ہے، ولی اللہ ہے، اللہ کا مقبول ہو چکا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیارا اور مقبول ہونے کی علامت یہی ہے کہ وہ غیر مقبول کام نہیں کرتا۔

اہلِ تقویٰ کا حساس قلب اور تقویٰ کا اِنعامِ عظیم

اگر کبھی احیاناً احتیاط کرنے میں قصور ہو گیا، کچھ خطا ہو گئی چند اعشاریہ بھی نفس نے مزہ لوٹ لیا تو اس کے دِل کا تھرمامیٹر ایسا حساس ہوتا ہے جیسے صراف کا ترازو کہ جب وہ سونا اور جواہرات تولتا ہے تو سانس بھی روک لیتا ہے ورنہ سانس سے بھی ترازو ہل جاتا ہے۔ ایسے ہی اہل اللہ جو اللہ پر فدا رہتے ہیں ان کے قلب کے میزانیہ اور قلب کی ترازو کی نزاکتیں اتنی حساس کر دی جاتی ہیں کہ اگر ان کا نفس ایک اعشاریہ بھی حرام مزہ امپورٹ کر لے تو ان کا دِل خوف سے ہل جاتا ہے اور پھر اشکِ ندامت و گریہ وزاری پر عالمِ غیب کے کرم سے عالمِ غیب کے بوسے ان کو مِلتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

ازلبِ نادیدہ صد بوسہ رسید
من چہ گویم روح چہ لذت کشید

اللہ تعالیٰ کے لب نظر نہیں آتے کیونکہ وہ لبوں سے پاک ہیں لیکن ان کی راہ میں گُناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے دل ان کے پیار کے بوسے، ان کے قرب کی حلاوت محسوس کرتا ہے۔ اللہ ارحم الراحمین ہے۔ وہ اپنے بندوں کے مجاہدے کو اور اپنے بندوں کے غم کو رائیگاں نہیں کرتا۔

ان حسینوں سے دِل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں

جب حسین شکلیں سامنے آئیں، جب گُناہ کا موقع آئے تب پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قدر اللہ کا عاشق ہے، تب پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ کے راستے کا مرد ہے یا مخنّث ہے۔ جو مردانِ خدا ہیں وہی گُناہ سے بچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قلب کو حساس کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ لطیف ہے، لطیف نام ہے ان کا، تو اپنے عاشقوں کے مزاج میں بھی وہ لطافت پیدا کر دیتے ہیں اور کثافت سے پاک کر دیتے ہیں۔ گُناہوں میں کثافت ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لطافت ہے تو جب شیطان و نفس ان کو عبادت سے انحراف کرا کے کثافت کا ایک ذرّہ داخل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے قلب کی ترازو میں رعشہ اور لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہمارا دُشمن کوئی گڑبڑ قسم کی لذتِ حرام قلب میں امپورٹ کر رہا ہے تو فوراً اپنے قلب کی نگرانی کرتے ہیں۔

بابِ تقویٰ کی حفاظت میں اہل اللہ کا نورِ بصیرت

مثلاً اگر نفس ان کو کبھی دھوکہ دینے کی کوشش کرے کہ یہ لڑکا پڑھنے میں بہت اوّل نمبر ہے یا یہ لڑکی جو قرآن شریف یاد کر رہی ہے بہت ہی تیز ہے اس کے لیے خاص دُعا کرو اور اس پر دم کر دو اس وقت اپنے عاشقوں کو اللہ تعالیٰ فوراً سمجھ اور فہم سلیم اور عقلِ سلیم دیتے ہیں کہ یہ نفس ہے جو کبھی دین کے راستہ سے دھوکہ دیتا ہے اور ان کو اپنے قلب کی استقامت کے ترازو کو قائم رکھنے کے لیے ہمّت عالیہ عطا کرتا ہے۔ اس وقت وہ اس شعر پر عمل کرتے ہیں۔ میرا شعر ہے، سنیے ؎

ہمارے نفسِ امارہ نے جب دامِ بتاں بدلا
تو ہم نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

بتوں کو یعنی حسینوں کو پھنسانے کے لیے نفس نے جب نیا جال نکالا تاکہ صُوفی کو پتہ بھی نہ چلے کہ میں کیا کر رہا ہوں، وہ یہ سمجھے کہ مَیں تو خالی حسینوں پر پھُونک مار رہا ہوں۔

پھونک پر یاد آیا کہ برطانیہ میں ایک میمن آیا، بہت موٹا تھا۔ سب تو پھونک مانگ رہے تھے لیکن اس نے کہا مولانا ہم کو ایک پھُونکا دے دو۔ زندگی میں کبھی مَیں نے یہ لفظ نہیں سُنا تھا، مجھے بھی گدگدی لگی اور ہنسی آگئی تو میں نے پورا مزہ لینے کے لیے منبر سے اعلان کر دیا کہ جس جس کو پھونکا لینا ہو جلدی آجاؤ۔ آج یہ فقیر کسی کو اپنے پھونکا سے محروم نہیں کرے گا۔ مَیں نے وہی لفظ استعمال کیا جس سے مجھے مزہ آیا۔ مَیں حلال مزہ ایک بھی نہیں چھوڑتا مگر حرام سے بچنے

کی پوری کوشش کرنے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں۔ اگر کوئی اس شعر پر ایک لاکھ روپے انعام بھی دے تو اس شعر کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

ہمارے نفسِ امّارہ نے جب دامِ بتاں بدلا
تو ہم نے بابِ تقویٰ پر بھی فوراً پاسباں بدلا

ہمارے نفسِ امارہ نے جال بدل دیا اور نیا جال لایا پرانا شکاری تاکہ صوفی کو پتہ ہی نہ چلے کہ میں کس جال میں پھنس رہا ہوں تو ہم نے بھی تقویٰ کے گیٹ پر فوراً گیٹ مین بدل دیا کہ یہ تو خود ڈاکوؤں سے مل گیا ہے۔ بتائیے اگر آپ کا پاسبان، گیٹ مین اور چوکیدار ڈاکوؤں سے مل جاتے تو آپ اسے بدلیں گے یا نہیں؟ تو یہ نفس بہت ظالم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے اعمال میں پھنسانے کے لیے طرح طرح کے جال بناتا ہے۔ تو عقلمند صوفی وہ ہے جو نفس کے جالوں سے اور نفس کی چالوں سے ہوشیار رہے اور جب دیکھے کہ نفس مکاری کرکے گناہ کے نئے جال میں پھنسانا چاہتا ہے تو تقویٰ کی حفاظت میں اور مضبوط ہو جائے، اور زیادہ قوی تدابیر اختیار کرکے بابِ تقویٰ کی حفاظت کرے۔

ولایتِ صدّیقیت تک پہنچنے کا پہلا اور آخری موقع

بس میں دردِ دل سے کہتا ہوں کہ اگر آپ کو اولیائے صدّیقین کی آخری سرحد تک پہنچ کر مرنا ہے اور ایسی زندگی سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی کامل حیات نہیں جو اللہ تعالیٰ کو اتنا راضی کرلے کہ اولیاء صدّیقین کی آخری سرحد کو چھولے کیونکہ اس کے بعد ولایت کا کوئی درجہ نہیں ہے اور جو اس درجے کو نہیں چھوئے گا تو ایک دن مرنا تو ہے مگر ناقص مرے

گا اور لذتِ حیات سے ناآشنا مرے گا، لذتِ حیاتِ اولیائے صدیقین سے ناآشنا موت آئے گی اور اس کی پھر کوئی تلافی نہیں کیونکہ مرنے کے بعد دوبارہ نہیں آنا ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ کوئی زندہ ہوا ہے؟ یہی ایک فیلڈ بارِ اوّل میں مرتبہ اولیٰ میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، ایک ہی دفعہ زندگی ملنی ہے تو کیوں نہ ہم تھوڑی سی کوشش کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں جان کی بازی لگادیں ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جس کی جتنی قربانی
اتنی خدا کی مہربانی

ناممکن ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں غم اُٹھائے اور اپنی بُری خواہشوں کو توڑ دے اور اللہ کے قانون کو نہ توڑے، احترامِ قانونِ شرعیہ کی وجہ سے اپنے مراغبِ طبعیہ کو توڑتا رہتا ہے۔ بتاؤ یہ الفاظ کبھی آپ نے سُنے تھے مجھ سے ؎

نئے جام و مینا عطا ہو رہے ہیں

قلبِ شکستہ کی لذتِ بے مثل

تو کیا اس کے شکستہ قلب پر، اس کی آرزو کی شکست و ریخت اور ٹوٹے ہوئے دِل پر خدائے تعالیٰ کو رحم نہ آئے گا کہ میری وجہ سے یہ بندہ کتنا غم اُٹھا رہا ہے، کتنے زخمِ حسرت کھا رہا ہے، ہر وقت نظر کو بچا بچا کر دِل کو پاش پاش کر رہا ہے تو کیا خدا ارحم الراحمین نہیں ہے، ایسے عاشقوں کے دِل پر اس کو رحم نہ آئے گا؟ وہ خالقِ لذاتِ کائنات اور خالقِ نمکیاتِ لیلائے کائنات اس کو اتنا

مزہ دے گا کہ سارے عالم کی لیلاؤں کا حُسن ماند پڑ جائے گا اور دُنیا میں اس کے لُطف کی مثال نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر فِدا ہونے کی برکت سے اس عاشق کا لُطف غیر محدود ہوگا، بے مثل ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے، غیر فانی ہے، غیر محدود ہے اس لیے جو اُن پر فِدا ہوتا ہے اس کو وہ بے مثل غیر فانی اور غیر محدود مزہ عطا فرماتے ہیں۔

کاش یہ بات میری اور آپ کی سمجھ میں آجائے اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ اللہ تعالیٰ پر فِدا ہونے کو اپنی کامیابی کا راز سمجھیں گے اور اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچنے کی منزل اِس کی ابتدا ہی سے محسوس کریں گے۔ جس دِن سے آپ اپنی خواہشوں کو توڑنے کی مشق کریں گے اسی دن سے آپ کو اولیائے صدیقین کی خوشبودار ڈِش (DISH) محسوس ہونے لگے گی اور اللہ تعالیٰ آپ کے قلب کو اپنے بے شمار بوسوں سے اور رحمتوں سے اور نوازشوں سے پیار کرے گا، جس کے سامنے آپ کو ہفتِ اقلیم کی سلطنت لٹتی ہوئی، نیلام ہوتی ہوئی نظر آئے گی اور سورج وچاند کی روشنی میں لوڈشیڈنگ محسوس ہوگی اور ساری کائنات اور کائنات کی تمام رنگینیاں آپ کو بے قدر معلوم ہوں گی اور آپ یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ ؎

جمال اس کا چھپائے گی کیا بہارِ چمن
گُلوں سے چھپ نہ سکی جس کی بُوئے پیراہن

اے دُنیا والو! یہ دُنیا کی رنگینیاں اللہ تعالیٰ کے جمال کو نہیں چھپا سکتیں جب کہ ہر پھول خود ان کا نشان اور ان کا پتہ دے رہا ہے۔ لہٰذا ان کے جمال غیر محدود اور

صفات لافانی و بے مثل کو الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

جب جب میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت کی لذتِ غیر محدود، لذتِ قربِ غیر فانی اور لذتِ قرب بے مثل کو اور اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کی داستان کو مست ہوکر بیان کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ آج کا میرا بیان نہایت عالی شان ہے مگر جب دوبارہ مجھ پر عشق طاری ہوتا ہے اور حق تعالیٰ اپنی محبت کی نئی کیفیت طاری کرتے ہیں اور آسمان سے دوبارہ اپنے دردِ محبت کی نئی ڈش اتارتے ہیں تو میں پچھلے مضمون سے اور پچھلے طرزِ بیان سے شرمسار ہوتا ہوں کہ یا اللہ جو پہلا بیان تھا اس میں مجھ سے آپ کی محبت کا حق ادا نہیں ہوا اور آپ کے کرم سے آج کا بیان اگرچہ پہلے بیان سے اعلیٰ ہے لیکن حق آج کے بیان میں بھی ادا نہیں ہوا اور جو کہہ دے کہ مجھ سے حق ادا ہوگیا وہ نادان ہے کیونکہ ان کی ہر وقت ایک نئی شان ہے اور ان کی ہر شان غیر محدود ہے، بے مثل ہے، غیر فانی ہے اور ہم محدود ہیں۔ اس لیے ہمارے محدود پر ہماری صفتِ محدودیت کے مطابق ہماری تابِ ضبط اور ضعفِ تحمل کے لحاظ سے، ہمارے تحمل کے بقدر حق تعالیٰ اپنی شانِ غیر محدود کی تجلی کا ظہور فرماتے ہیں جس سے کچھ کچھ خوشبوئے مثلیت، غیر محدودیت اور غیر فانیت کی اور شرابِ ازلی ابدی کی اپنے عاشقوں کو سنگھا دیتے ہیں جس سے ان کے عاشقوں کی بھی ہر وقت ایک نئی شان معلوم ہوتی ہے اور شرابِ ازلی ابدی یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کے مزہ

کے مقابلہ میں دُنیا کی شراب غیر ازلی اور غیر ابدی ان کی نگاہوں میں بالکل حقیر ہو جاتی ہے اور وہ اپنے پھٹے پرانے لباس میں اور چٹنی روٹی میں اور اپنے بوریے پر سلطنت کا مزہ پاتے ہیں۔ اب شعر سُنیے خواجہ صاحب کا ۔

خُدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور میرا شعر ہے ۔

یادِ خدا کا ہر نَفَس کون و مکاں سے کم نہیں
اہلِ وفا کا بوریہ تختِ شہاں سے کم نہیں

اہلِ وفا کا بوریہ بادشاہوں کے تختِ سلطنت سے کیوں افضل ہے؟ کیونکہ اس بوریہ پر بادشاہوں کو تخت و تاج کی بھیک دینے والے کا نام لیا جاتا ہے۔

قافلۂ جنّت اور اس کی علامات

اور اہلِ وفا کون ہیں؟ قافلۂ جنت والے ہیں جو اس آیت کے مذکور ہیں جس کی آج میں نے تلاوت کی ہے کہ اگر کسی کو دیکھنا ہو کہ جنّت کا قافلہ کون سا جارہا ہے اور اہلِ جنت کون لوگ ہیں تو اس کی دو۲ علامتیں اللہ تعالیٰ نے بیان بیان فرمادیں نمبر۱ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ۔ جو شخص اللہ سے ڈرے کہ ایک دِن مجھے حساب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی کیا دلیل ہے کیا علامت ہے کہ اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ وہ اپنے نفس کو بُری خواہش سے روکتا ہے اور یہ دوسری علامت ہے اہلِ جنّت کی۔ جس کو دیکھو کہ وہ اپنے نفس کو بُری عادتوں

سے اور بُرے اعمال اور بُرے افعال سے روک رہا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور یہی قافلہ جنّت کے لوگ ہیں، یہی اہلِ وفا ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے اپنی آرزوؤں کا خون کر لیتے ہیں، اپنے دِل کو توڑ دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو نہیں توڑتے اور اپنے نفس کو بُری خواہش سے کیوں روک لیتے ہیں؟ کسی فوج کے ڈر سے نہیں، یہاں تک کہ اپنے ابّا کے ڈر کے مارے بھی نہیں، یہاں تک کہ اپنے مُرشد کے ڈر کے مارے بھی نہیں یا اگر مُرشد ہے تو مریدوں کے خوف سے نہیں، یا امام ہے تو مقتدیوں کے خوف سے نہیں کہ مقتدی یہاں ہیں، اگر گڑبڑ اور نامناسب کام کروں گا تو امامت چلی جائے گی تو پھر نفس کو کیوں روکتا ہے؟ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ۔ اپنے رب کے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتا دیا کہ جو اپنے نفس کو روکے مگر صرف میرے خوف سے، وہ اہلِ جنّت کا قافلہ ہے۔ فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی۔ اس کا ٹھکانہ جنّت ہے چاہے کوئی ہو یا نہ ہو بالکل تنہائی ہو اور گُناہ خود اس سے کی تمنا کر رہا ہو لیکن یہ پناہ مانگے گا کہ ؎

الٰہی پیار سے دیکھے نہ یہ گُناہ مجھے

تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہماری تنہائی بھی اللہ والی ہونی چاہیئے۔ خلوت ہو یا جلوت ہو ہر جگہ مالک کی دوستی تازہ تر اور گرم تر رہے، کہیں بھی اِس میں پھیکا پن اور ٹھنڈا پن نہ آئے تو یہ دونوں آیتیں ملا کر قافلۂ جنّت کی آج ڈیزائن پیش کر رہا ہوں۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ جنّت کا قافلہ ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے خوف

سے خلوتوں میں اور جلوتوں میں، تنہائی میں اور مجمع میں قلباً وقالباً وعیناً اللہ کے ساتھ رہے یعنی اپنی نظر اور دِل اور جسم کی ہر طرح سے ہر وقت گناہ سے حفاظت کرتا ہے اور ہر وقت اپنے اللہ پر نظر رکھتا ہے۔ اصلی سالک اور اصلی عاشق وہی ہے جس کی ہر سانس اللہ پر فِدا ہو اور ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرے۔ گناہوں کے لاکھ تقاضے ہوں لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ اے خُدا میرا دل تو چاہتا ہے کہ اس عورت کو یا اس لڑکے کو دیکھ لوں یا یہ گُناہ کر لوں مگر میں آپ کی نظر پر نظر رکھ رہا ہوں کہ آپ کی نظر کا کیا فیصلہ ہے۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیتے ہیں؟ دِل میں آواز آجاتے گی، آپ کا دِل خود کہے گا کہ اے میرے عاشق نظر! میری نظر کا فیصلہ یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو یہاں سے ہٹا لے۔

جب آ گئے وہ سامنے نابینا بن گے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گے

تو اللہ تعالیٰ کو کیا اس پر پیار نہ آئے گا کہ میرا ایک بندہ یہ بھی ہے کہ آنکھوں میں روشنی ہے، اندھا نہیں ہے مگر اپنی روشنی اور بینائی کو کس طریقے سے استعمال کر رہا ہے۔ کبھی اندھا بن رہا ہے کبھی بینا بن رہا ہے، جہاں دیکھتا ہے کہ میں خوش ہوں وہاں بینا بن جاتا ہے، جہاں دیکھتا ہے کہ میری خوشی نہیں وہاں نابینا بن جاتا ہے تو اس نے اپنی زندگی کو مجھ پر فِدا کر دیا خلوت ہو یا جلوت یہ جانتا ہے کہ میرا رب تو ہر جگہ ہے، تنہائی میں بھی ہے اور مجمع میں بھی ہے۔ اس لیے اس کا خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ۔ اس کا خوف دائمی ہو گا اور اِسی خوف کی وجہ سے یہ خلوت میں اور جلوت میں وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی رہے گا،

اَپنے نفس کو بُری خواہشوں سے روکتا رہے گا چاہے گُناہ کا لاکھ تقاضا ہو۔

یہاں ایک مسئلہ سُن لیجیے کہ تقاضائے معصیت آپ کے لئے کچھ مضر نہیں جب تک آپ ان پر عمل نہ کریں کیونکہ اگر ھویٰ یعنی خواہش اور تقاضائے گُناہ نہ ہو تو روکیں گے کیا؟ اگر آپ مجھے منع کریں کہ آپ اس وقت چشمہ نہ لگائیے تو آپ کا یہ کلام صحیح ہوگا کیونکہ مَیں نے چشمہ لگایا ہوا ہے۔ جب چشمہ لگا ہے تب ہی تو آپ کہیں گے کہ نہ لگائیے۔ معلوم ہوا کہ ہر نھی اپنے منھی عنہ کے ثبوت کو چاہتی ہے، ہر منع کرنا اس ممنوع چیز کا وجود چاہتا ہے اور اگر آنکھوں پر چشمہ نہیں لگایا ہوا ہے۔ پھر آپ کہیں کو چشمہ اتار دیجیے تو یہ جملہ غلط ہو جائے گا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی یعنی جو اپنے نفس کی بُری خواہشوں کو روکتے ہیں، معلوم ہوا کہ بُری خواہش کا وجود ضروری ہے کیونکہ بُری خواہش سے اللہ تعالیٰ منع فرما رہے ہیں، لہٰذا ممنوع چیز کا وجود ضروری ہوا۔ معلوم ہوا کہ بُری خواہش تو ہوگی بس ہمیں اس کو روکنا ہے، اس پر عمل نہیں کرنا ہے۔ اس لیے میرے پیارے دوستو! بُری خواہش سے گھبرایا نہ کرو ایک کروڑ تقاضے بُرائی کے آئیں تو آنے دو بس ان پر عمل نہ کرو اور جتنی بُری خواہشوں کی بھرمار ہوگی روکنے میں اتنا ہی زیادہ مُجاہدہ ہوگا اور جتنا زیادہ مُجاہدہ ہوگا اتنے ہی انوار زیادہ ہوں گے۔ شدید خواہش کے سیلاب کو روکنے میں زیادہ جھٹکا لگے گا جیسے تیز پانی کو جھٹکا دے کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ ہمیں مُجاہدہ کا جھٹکا دے کر تجلّی دینا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کا مضمون بالکل نیا ہے۔ میری طاقت نہیں ہے

کتاب دیکھنے کی بس اللہ تعالیٰ سے مانگ کے بیٹھتا ہوں۔ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی مدد کر دیجیے، ہر پیر، ہر جمعہ کو نیا مضمون کہاں سے لاؤں مگر آپ دیکھتے ہیں کہ ہر جمعہ اور پیر کو مضمون بدل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔

آج قافلہ جنت کی میں نشاندہی کر رہا ہوں کہ جنّت کے قافلے کون ہیں۔

نمبر ا۔ جن کے دِل میں اللہ کا خوف ہو مگر خوف کتنا ہو۔ ونھی النفس عن الھوٰی۔ بس اتنا خوف ہو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روک دے۔ اِسی لیے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ۔

اے خُدا اپنی خشیت، اپنا خوف ہم کو اتنا دے دیجیے جو ہمارے اور آپ کی نافرمانی کے درمیان میں دیوار بن جائے، رکاوٹ بن جائے، حائل ہو جائے۔ بس اتنا خوف مطلوب ہے اس سے زیادہ خوف مطلوب نہیں کہ ہر وقت کانپتے رہیں کہ نہ دکان جائیں نہ دفتر جائیں، بیوی بچّوں کو بھول جائیں اور بیمار پڑ جائیں۔

خوف اور خشیت کا فرق

مَیں نے وعدہ کیا تھا کہ خوف اور خشیت کا فرق بتاؤں گا کیونکہ قرآن پاک میں دونوں لفظ آتے ہیں۔ بتاؤ میں کہاں چلا گیا تھا، یہ کون مجھ کو واپس لایا۔ یہ وہ ذات ہے جو نظر سے پوشیدہ ہے مگر اس سرکار کا عالمِ غیب سے تصرف جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ پھر مجھے اس مقام پہ واپس لے آئے۔ کسی نے یاد بھی نہیں دلایا کہ خوف میں اور خشیت میں کیا فرق ہے حالانکہ دونوں کا ترجمہ ڈر کیا جاتا ہے،

خوف معنی بھی ڈر خشیت معنی بھی ڈر جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا

اللہ تعالیٰ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں لہٰذا جو عالم اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے وہ اس آیت کی رو سے عالم نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ علم کے لیے خشیت لازم ہے جس طرح آگ کے لیے حرارت لازم ہے۔ اگر کسی آگ میں ٹھنڈک کا اثر آ جائے تو وہ آگ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرے بندوں میں سے جو علماء ہیں وہی مجھ سے ڈرتے ہیں لہٰذا اگر تم عالم ہو تو کیوں نہیں ڈرتے؟ یہی دلیل ہے کہ تم عالم نہیں ہو اور کہیں اللہ تعالیٰ نے خشیت کے بجائے خوف کا لفظ استعمال فرمایا ہے مثلاً یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ اور جیسے اس آیت میں فرمایا وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ تو خوف اور خشیت کا فرق علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ خوف اور خشیت کا عام مفہوم تو ڈر ہی ہے مگر خوف کہتے ہیں اس ڈر کو جس میں عظمت ضروری نہیں ہے۔ بلا عظمت کے بھی خوف ہوتا ہے جیسے تھانیدار کا ڈر، پولیس کا ڈر کہ عظمت نہیں ہوتی مگر ڈر ہے۔ اب ایک اور مثال سنیے جو اس سے زیادہ قریب الفہم اور آسان تر ہے کہ سانپ نکلا تو اس کا ڈر ہوتا ہے مگر کیا دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے؟ اگر عظمت ہوتی تو جوتے سے پٹائی کیوں کر رہے ہو، ڈنڈے کیوں لگا رہے ہو۔ معلوم ہوا کہ خوف کا استعمال عظمت پر بھی ہوتا ہے اور بغیر عظمت پر بھی ہوتا ہے۔ مگر خشیت کا استعمال صرف وہیں ہوگا جہاں خوف کے ساتھ عظمت لازم ہو۔ اس لیے یہ نہیں کہہ

سکتے کہ مجھے سانپ سے خشیت ہے، پولیس والوں سے خشیت ہے، بھیڑیے یا پاگل کُتّے سے خشیت ہو رہی ہے، عربی لُغت کے اعتبار سے یہاں لفظ خوف کا اِستعمال جائز ہے، خشیت کا جائز نہیں۔ خشیت کا استعمال خاص ہے جہاں خوف کے ساتھ عظمت شامل ہو تو اللہ تعالیٰ نے کہیں مطلق خوف استعمال فرمایا اور قرآنِ پاک کی تفسیر کا اُصول ہے کہ جب ایک جگہ معنیً مقید ہو جائیں تو ہر جگہ مقید ہوں گے لہٰذا جہاں جہاں لفظ خوف مطلق آیا ہے وہ خشیت کے معنی سے مقید ہو گا اس لیے خوف کا ترجمہ خشیت ہی ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے ساتھ عظمتِ الٰہیہ ضروری ہے جب کہ مخلوق سے خوف کے لئے عظمت کا ہونا ضروری نہیں۔ یہ فرق ہے خشیت اور خوف کا۔

تو وامامن خاف ربہ کا مطلب ہے کہ جو اپنے رب کی عظمت کی وجہ سے، اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے کہ اللہ تعالیٰ کو مُنہ دکھانا ہے اور ان کو حساب دینا ہے اور اللہ مجھ کو آسمان سے دیکھ رہا ہے کہ میری نظر کہاں جا رہی ہے اور میری نظر پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے۔

میری نظر پہ ان کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

اللہ کا خوف ہو اور خُدا کے خوف سے خلوت میں، جلوت میں، تنہائی میں، مجمع میں ہر جگہ ہم اللہ کو ناراض کرنے سے ڈر رہے ہوں۔ شیطان کہے گا کہ یہاں تو کوئی نہیں ہے تو شیطان سے کہو کہ اللہ تو ہے۔ وَھُوَ مَعَکُمْ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور جب وہ ساتھ ہے تو وہ نابینا نہیں ہے جو دُوسروں کو آنکھیں عطا

فرماتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا! تو جب وہ ساتھ ہے اور دیکھ رہا ہے تو اللہ کے خوف سے اللہ کی ناپسندیدہ خواہشات کو توڑنا اسی کا نام سلوک ہے، اسی کا نام بندگی ہے، اسی کا نام عشقِ الٰہی ہے، اسی کا نام تصوّف ہے، اسی کا نام احسان ہے، اسی کا نام ایمان ہے اور اسی کا نام اِسلام ہے۔

گُناہوں سے بچنے کا آسان راستہ

اگر گُناہ کے تقاضوں کو توڑنے کا حوصلہ نہیں ہے تو اللہ والوں سے جڑو۔ دیسی آم میں لنگڑے آم کی قلم اور پیوند لگادو تو دیسی آم لنگڑا آم بن جاتا ہے۔ اپنے دیسی دل میں اللہ والوں کے تگڑے دِل کی قلم لگالو تو آپ کا دیسی دل اللہ والا دِل بن جائے گا۔ جب تربیت ہوگی تو اس اللہ والے کا ایمان، اس کا احسان، اس کا اسلام آپ میں منتقل ہوجائے گا۔ دِل میں ایمان ویقین کی گرمیاں آجائیں گی مخنثیت رجالیت سے تبدیل ہوجائے گی، یہ اللہ والوں کی صُحبت ایسا قومی معجون ہے کہ دُنیا میں کسی دواخانے سے نہیں پاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کونوا مع الصادقین کہ میرے عاشقوں میں رہو تو تمہارا ذوقِ فاسقی ذوقِ عاشقی سے تبدیل ہوجائے گا اور تمہاری قسمت بدل جائے گی، تم قافلہ جنت والوں میں شامل ہوجاؤ گے اور اس کے لیے بتادیا کہ اہل اللہ کی صُحبت اختیار کرو اور جب یہاں آپ گلشنِ اقبال میں آئیے تو دو نیت کرلیجئے کہ دین کی باتیں بھی سُنیں گے اور ہمیں ایک اللہ والوں کے غُلام کی صُحبت بھی مِل جائے گی اور کتنے اللہ والے یہاں آتے ہیں ان کی صحبت بھی نصیب ہوجائے گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ایک چراغ کے بجائے اگر بیس[20] چراغ جل رہے ہوں تو کیا روشنی بڑھ نہ جائے گی،

اگرچہ نور ضعیف سہی مثلاً چالیس چالیس پاور کے دس بلب جل رہے ہوں تو چار سو پاور کی روشنی نہ ہوجائے گی؟ تو یہ نہ سوچیے کہ یہ معمولی لوگ ہیں، مجھ کو خود ان کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے۔ علامہ آلوسی نے فرمایا کہ کعبہ پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی بارش ہورہی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نور بھی شامل ہے لیکن مولانا نے ایک بات اور بیان کی جو آپ کہیں نہ سنیں گے کہ کعبہ کے اندر جتنے اولیاء اللہ بیٹھے ہیں کعبۃ اللہ کے نور کے ساتھ ان کا نور بھی فضا کو جگ مگ کررہا ہے۔ اس لیے کعبہ میں قدم رکھتے ہی ایمان بڑھ جاتا ہے تو اتنے بندے جو اللہ تعالیٰ کے لیے یہاں آتے ہیں کیا ان کا نور اثر انداز نہ ہوگا؟ اللہ والوں کا خود ایک نور ہوتا ہے اور ان ہی کی برکت سے مجھے مضامین کی آمد ہوتی ہے۔ جیسے مہمان ہوتے ہیں ویسی ہی ڈش آتی ہے یا نہیں؟ آپ کے دستر خوان پر جیسی عظیم شخصیتیں ہوں گی ویسی ہی عظیم ڈش آپ کی ہوگی۔ اگر آپ کے یہاں بادشاہ مہمان ہوجائے تو کیا اسے معمولی کھانا کھلاؤ گے یا اس کی حیثیت کے مطابق کھانے کا اہتمام کرو گے؟ یہ اللہ تعالیٰ کا دستر خوان ہے جس درجے کے لوگ آتے ہیں اور جس کے دل میں اللہ کی جیسی تڑپ اور پیاس ہوتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ جس درجہ کا ولی بنانا چاہتا ہے ہر ایک کی قسمت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ غذائے روحانی کی ڈش بھیجتا ہے اور جو میں گذارش کررہا ہوں اس پر اگر عمل کرلیا جائے تو اولیائے صدیقین کی خطِ انتہا تک پہنچ کر ان شاء اللہ، اللہ کے پاس جانا ہوگا۔ ذرا سی محنت ہے۔ اللہ کا راستہ بہت آسان راستہ ہے۔ جتنی محنت پریشانی گناہوں کے کرنے میں ہے اتنا ہی آرام گناہوں سے بچنے میں ہے کیونکہ گناہ ایک کام ہے

اور بتائیے کام کرنا آسان ہے یا کام نہ کرنا؟ ظاہر ہے کہ کام نہ کرنا آسان ہے۔ بس کام نہ کیجیے اور آرام سے رہیے یعنی گُناہ نہ کیجیے اور سکون سے رہیے۔ جن لوگوں نے گُناہ چھوڑ دیا اُنھوں نے بتایا کہ پہلے ہم آگ میں جل رہے تھے اور جب سے گُناہ چھوڑ دیئے ایسا لگتا ہے کہ جیسے دُوزخ سے جنت میں آ گئے، گرم چلچلاتی دھوپ سے ٹھنڈک میں ہماری روح آ گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر گُناہ کا تعلق اللہ کے غضب سے ہے اور اللہ کے غضب میں ٹھنڈک نہیں ہے۔ دُوزخ بھی اللہ کے غضب کا مظہر ہے، غضبِ الٰہی کے ظہور کی جگہ ہے تو اللہ تعالیٰ ہم سب کو مظہرِ تجلّیاتِ رحمت، مظہرِ تجلّیاتِ کرم، مظہرِ تجلّیاتِ قرب اور مظہرِ انوارِ اولیائے صدیقین بنا دے۔ آمین۔

اب قُربانی کا زمانہ آ رہا ہے۔ اس لیے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ چاروں اماموں میں سے کسی امام کے نزدیک گناہ جائز نہیں ہے اور جس طرح جانور کی قُربانی واجب ہے کیا گناہوں کے تقاضوں کی قربانی واجب نہیں ہے؟ جانور کی قربانی سے واجب ادا ہو جائے گا اور بہت ثواب ملے گا لیکن گُناہوں کے تقاضوں کی قربانی سے آپ ولی اللہ ہو جائیں گے اور جانور کی قربانی نہ کرنے سے سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے اور گُناہوں کی قربانی کرنے سے آپ ولی اللہ ہو جائیں گے تو جانور کی قربانی کر کے سزا سے بچنا بھی ضروری ہے اور گُناہوں کے تقاضوں کی قربانی کر کے ولی اللہ بننا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں جہاں عطا فرما دے دُنیا بھی دے آخرت بھی دے اور ہم سب کو، ہماری ذریات کو، ہماری اولاد کو، ہمارے احبابِ عالم کو، حاضرین

کو، حاضرات کو، سامعین کو، سامعات کو، غائبین کو، غائبات کو، کسی کو بھی محروم نہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی نعمتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط



دفن خود صدہا کیے زیرِ زمین — پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقین
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں — کچھ تو عبرت چاہیئے نفسِ لعین[1]

ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو — زندگی جان حاصل، موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو — یاد رکھ ہر وقت، غافل موت کو

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] قابلِ لعنت

دردِ دل کا امام ہوتا ہے

جذب جس کا امام ہوتا ہے — راہ میں تیز گام ہوتا ہے
دل سے ان کا غلام ہوتا ہے — عشق جس کا امام ہوتا ہے
جس کا رہبر نہ ہو تو پھر اس کا — نفس بھی بے لگام ہوتا ہے
دوستو دردِ دل کی مسجد میں — درد، دل کا امام ہوتا ہے
یہ کرامت ہے شیخ کامل کی — فیض طالب کا عام ہوتا ہے
رائیگاں آہ تو نہیں ہوتی — فضل اس پر بھی تام ہوتا ہے
کارفرما تو لطف ہے ان کا — ہم غلاموں کا نام ہوتا ہے
عالمِ غیب کے ہیں جام و سبو — جام ان کا ہی جام ہوتا ہے
گر نہ ہو دوستو کرم ان کا — عمر بھر عشق خام ہوتا ہے
اشکباری پہ فضل باری ہو — تب کہیں جا کے کام ہوتا ہے
گر مربی نہ ہو کوئی اس کا — عشق بھی بے نظام ہوتا ہے
ذکر و تقویٰ کے نور سے اختر — نورِ نسبت تمام ہوتا ہے

سلسله مواعظ حسنه نمبر ۴۳

اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبت کی بنیاد

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



عرضِ مرتب

۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۷ اپریل ۲۰۰۰ء بروز دوشنبہ مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب مدظلہم العالی کی طبیعت کچھ ناساز تھی اس لیے حضرت والا نے اپنے خلیفہ اجل حضرت مولانا عبد الحمید صاحب مہتمم دار العلوم آزاد ول کو جو جنوبی افریقہ سے حضرت والا کی خدمت میں رہنے کے لیے تشریف لائے تھے حکم دیا کہ وہ بیان کریں چنانچہ شیخ کی محبت پر مولانا کا بہت عمدہ بیان ہوا۔ بیان کے اختتام پر قبیل عشاء حضرت والا اچانک اپنے حجرہ سے نہایت تیز رفتاری سے مسجد تشریف لائے اور فرمایا اگرچہ میری طبیعت ناساز تھی لیکن قلب میں شدید داعیہ پیدا ہوا اس لیے بہ تقاضائے قلبی آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ؎

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں

سمجھتا خاک اسرارِ محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

اور مندرجہ ذیل بیان فرمایا جو اپنے شیخ کی ناقدری کرنے والوں کے لیے تازیانۂ عبرت، تازیانۂ محبت اور ندامت سے اشکبار کرنے والا تھا

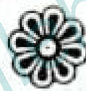
اور جس میں ثابت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اشد محبت شیخ کی اشد محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

وعظ کا نام اللہ تعالیٰ سے ساتھ اشد محبت کی بُنیاد تجویز کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ قیامت تک اُمت کے لئے نافع اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

مرتب

(یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی)

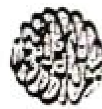


اپنے خالق پر فِدا ہو اور غیر اللہ کو چھوڑ
دامنِ مُرشد پکڑ اور نفس کے رشتے کو توڑ

خاک ہو جائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
عارضی دلبر کی خاطر راہِ پیغمبر نہ چھوڑ

جس نے سر بخشا ہے اس سے سرکشی زیبا نہیں
اُس درِ جاناں پہ سر رکھ اور درِ بُت خانہ چھوڑ





اللہ تعالیٰ کے ساتھ اشد محبّت کی بُنیاد

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم۔

آج مولانا کا بیان ماشاء اللہ ابتداء تا انتہاء مَیں نے اپنے حجرے سے سُنا جو میرے قیام کا کمرہ ہے، مضمون بہت ضروری اَدا ہو رہے تھے۔ میرے شیخ نے بھی میری تقریر سُنی۔ نواب قیصر صاحب کے یہاں جہاں حضرت والا قیام فرماتے ہیں اور بعد میں مجھ سے تنہائی میں فرمایا کہ آج تمہارا بیان نہایت ضروری، نہایت مُفید اور نہایت اہم تھا۔ وہی میں مولانا کی تقریر کے لئے کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن اللہ تعالیٰ کا احسان وکرم ہے کہ اختر پر میری اولاد پر اور میرے احباب پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضلِ عظیم ہے کہ انہیں مالک تعالیٰ شانہٗ نے دِل بھی دیا، دردِ دل بھی دیا اور زبان ترجمان دردِ دل بھی عطا فرمائی۔

نفع کامل شیخ سے قوی تعلق پر موقوف ہے

تو ماشاء اللہ مضمون نہایت اہم اور نہایت ضروری تھا اس لئے کہ جب تک شیخ سے تعلق اور محبّت شدید نہ ہو فائدہ نہیں ہوتا جیسے کسی دیسی آم کی لنگڑے آم سے قلم میں تھوڑی سی لوزنگ اور ڈھیلا پن ہو تو لنگڑے آم کی خاصیت اس میں نہیں آتی۔ اسی طرح بعض لوگ بظاہر نظر آتے کہ ساتھ ہیں، ساتھ چلتے ہیں، ساتھ رہتے ہیں، ساتھ کھاتے ہیں مگر حقیقت میں وہ ساتھ نہیں ہیں بوجہ تعلق کے ڈھیلے پن کے۔ ٹنڈو جام میں

سائنس دانوں نے ہم کو بتایا کہ دیسی آم کی شاخ میں اور لنگڑے آم کی شاخ میں جتنا زیادہ قوی اور مضبوط تعلق ہوگا اتنا ہی لنگڑے آم کی سیرت اور صورت اور خوشبو دیسی آم میں منتقل ہوجائے گی لہٰذا صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان، اپنا مال، اپنی آبرو، اپنی پوری زندگی فدا کردی تو اُن کی وفاداری اور ایثار اور قربانی کی برکت سے ان کا ایمان سب سے زیادہ بڑھ گیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان جو منتقل ہوا ہے سب سے زیادہ سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منتقل ہوا جس کی وجہ شدّت محبّت ہے، شدّت محبّت ہے، شدّت محبّت ہے۔ ہمارے الٰہ آباد کے بزرگ حضرت مولانا شاہ محمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

محبّت محبّت تو کہتے ہیں لیکن
محبّت نہیں جس میں شدّت نہیں ہے

آیت وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ پر بہت بڑے عالم بزرگ حضرت شیخ مولانا شاہ محمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھئی محبت کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اشد ہونی چاہیئے، تم شدید پر کیوں قناعت کرتے ہو۔ اگر کسی کو شدید محبّت بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کی خبر ہے:

(وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ)

سب سے بڑا ایمان والا مومن کامل عظیم الشان صدّیق وہ ہے جو اس جملہ خبریہ پر ایمان لاکر اشد محبّت حاصل کرلے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ایمان کامل ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبّت جان سے، مال سے، اہل وعیال سے

اور سارے عالم سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ اشد کے معنی کیا ہیں ؟ ایک شدید ہے اور ایک اشد ہے یعنی سب سے زیادہ ۔ تو اگر دُنیا کی محبت شدید بھی ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اشد ہو، کچھ فیصد کچھ پرسنٹ (PERCENT) اللہ کی محبت زیادہ ہو۔

خانقاہوں کا اصلی مقصد

اسی محبت کو بڑھانے کے لئے، اسی فیصد کو بڑھانے کے لئے اور شدید کو اشد کرنے کے لئے خانقاہیں بنائی جاتی ہیں ورنہ یہ مطلب تھوڑی ہے کہ جو مُسلمان خانقاہ میں نہیں آتے وہ محبت سے محروم ہیں۔ سارے عالم کے مُسلمانوں کے دِل میں اگر محبت نہ ہوتی تو اللہ پر ایمان کیوں لاتے، کیوں اِسلام قبول کرتے، کرسچین ہوتے، یہودی ہوتے، ہندو ہوتے، محبت ہی سے تو آج وہ مُسلمان ہیں لیکن ان کی شدید محبت کو اشد کرنے کے لئے یہ خانقاہیں بنائی جاتی ہیں۔ اللہ والوں کی صُحبت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اِسی لئے دیا کہ دیکھو اپنی شدید محبت پر قناعت نہ کرنا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ۔ میرے عاشقوں کے ساتھ رہو تاکہ تمھاری شدید محبت کا پیمانہ اشد محبت سے لبریز ہو جائے اور تُمھارا دل رشکِ شمس الدین تبریز ہو جائے اور تم کو نفس و شیطان سے توفیقِ جنگِ خُوں ریز ہو جائے یعنی اللہ کے راستہ میں نفس و شیطان سے جنگِ خُوں ریز کی مشق کرنی پڑے تو اس کے لئے بھی تم تیار رہو جاؤ اور دِل و جان دینے میں تم ذرا بھی دریغ نہ کرو۔

سچے مُرشد کی پہچان

تو دوستو! یہ کہتا ہوں کہ جِس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی محبت جتنی زیادہ ہوتی ہے اس کو اپنے مُرشد

سے اتنی ہی محبّت ہوتی ہے بشرطیکہ مرشد متبعِ سُنّت ہو اور شاہراہِ اولیاء پر ہو۔ مَیں اس کو خوب بار بار کہتا ہوں کہ بُزرگانِ دین اور علماء سے بھی پوچھ لو کہ میرا مرشد شاہراہِ اولیاء پر ہے یا نہیں جس کو دوسرے علماء بھی مانتے ہوں حکیم الامت فرماتے ہیں کہ کسی کے ایک کروڑ جاہل مرید ہوں، کوئی سبزی بیچ رہا ہے، کوئی گوشت کاٹ رہا ہے مگر کوئی عالم اس سے مرید نہ ہوتا ہو تو سمجھ لو دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔ پس حکیم الامّت مجدد زمانہ کا جو تھرمامیٹر ہے اس سے جو ہٹے گا، گمراہ ہو جائے گا۔ حکیم الامّت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شیخ سے کچھ علماً دین رجوع نہ ہوں اور سب اَن پڑھ اور جاہل ہوں تو سمجھ لو کہ علم کی روشنی میں علماء نہیں آرہے ہیں اور ضرور کوئی بات ہے۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا اختر شکر اَدا کرتا ہے وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ کہ سارے عالم میں اتنی بڑی تعداد میں محدثین، مفسرین اور مُفتی حضرات الحمدللہ اس فقیر سے بیعت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتا ہوں کہ حکیم الامّت کے تھرمامیٹر پر حق تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اختر صراطِ مستقیم پر ہے اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

احبابؒ کی دلجوئی

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ اس مقام پر حضرت والا نے رومال طلب فرمایا تو ایک شخص نے ٹشو پیپر پیش کیا اور احقر نے حضرت والا کا رومال جو احقر کے پاس تھا پیش کیا لیکن حضرت والا نے ان کا ٹشو پیپر استعمال فرمایا اور فرمایا کہ) میاں سُن لو میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ ایک شعر پڑھتے تھے۔ غالباً آج اس مسجد میں پہلی دفعہ یہ شعر پڑھ رہا ہوں، میری اولاد نے بھی نہیں سُنا، میرے احباب نے بھی نہیں سُنا،

میر صاحب جو تیس برس سے میرے ساتھ ہیں اُنہوں نے بھی نہیں سُنا، پہلی دفعہ یہ پیش کر رہا ہوں، ابھی نہ جانے کتنے خزانے اس فقیر کے قلب میں ہیں۔ آہ ! میرے شیخ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

نیست معشوقی ہمیں زلف چلیپا داشتن

زلف چلیپا کہتے ہیں لمبے لمبے بالوں کو۔ فرماتے ہیں کہ معشوقی اس کا نام نہیں ہے کہ پٹے رکھ لو، زلفیں بڑھا لو۔ بڑی بڑی زلفیں رکھنے کا نام شیخنت نہیں ہے۔ شیخ بننا آسان نہیں ہے، صرف بڑی بڑی زلفیں رکھنے سے کام نہیں بنتا بلکہ ؎

دردِ سر بسیار دارد پاس دلہا داشتن

اپنے احباب کے دلوں کا خیال رکھنا کہ میری ذات سے ان کو تکلیف نہ ہو بڑا مشکل کام ہے، سب کی دلجوئی کرنا اتنا آسان کام نہیں ہے، اصلی شیخ وہی ہے جو دِلوں کا خیال رکھتا ہے۔ مَیں نے اپنے بُزرگوں سے سیکھا ہے کہ کسی اللہ والے کی دِل شکنی نہ ہو، اس کا دِل نہ ٹوٹنے پائے۔ اب اس بیچارے نے ٹشو پیپر دیا، کس محبت سے دیا اور مجھے رومال بھی پیش ہوا مگر یہ رومال تو میرا ہی ہے، اگر اپنے رومال کو نہ استعمال کروں تو کوئی شکایت نہیں کرے گا۔ لیکن اگر ٹشو پیپر استعمال نہ کرتا تو اس کا دِل دُکھ جاتا کہ میرا ٹشو پیپر قبول نہیں ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ ٹشو پیپر استعمال کروں۔ یہ توفیق ہونا بھی میرے بُزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

غُلامی مُرشد کی برکات

اور اس پر ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ مَیں وقت کا پابند نہیں جس کا دِل چاہے ابھی فوراً اُٹھ

جائے، مَیں کسی کا غُلام نہیں ہوں یہاں تک کہ اپنی اولاد کا اور احباب کا، کسی کمیٹی اور کسی مخلوق کا غلام نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی سترہ سال کی غلامی کے صدقہ میں سارے عالم کی غلامی سے آزادی بخشی ہے۔ میں کوئی تنخواہ دار نہیں ہوں۔ جس ملک میں بُلایا جاتا ہوں اگر میری صحت ٹھیک ہو تو فوراً جاتا ہوں۔ مجھے کسی سے اجازت لینی نہیں پڑتی، نہ کمیٹی سے نہ مسجد سے نہ مدرسے سے۔ اللہ تعالیٰ سے مَیں نے دُعا کی تھی کہ اے اللہ! اختر کو آزادی عطا فرما۔ بس اپنی محبّت کی زنجیر میری گردن میں ڈال دے، باقی ساری زنجیروں سے مجھ کو آزاد فرما دے۔

غیر آں زنجیر زلف دلبرم

اگر میرے محبُوب کے زُلف کی زنجیر یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی زنجیر شریعتِ حق تعالیٰ کی محبّت کے آئین اور فرامین کی زنجیر کوئی پیش کرے گا تو مَیں بڑھ کر اس کا استقبال کروں گا اور لبیک کہوں گا اور اپنی گردن میں ڈال لوں گا ورنہ ؎

گر دو صد زنجیر آری بردرم

اگر دُنیا اختر کے قدموں میں دو سو زنجیریں لائے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ میں اللہ کی رحمت کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ دو سو زنجیریں غیر اللہ کی میں توڑ دوں گا۔

جمالِ رُوحانی کا بیوٹی پارلر

تو یہ بات کہہ رہا ہوں کہ زندگی کو ضائع مت کرو۔ دیکھ لو آج ہی واقعہ سُن لیا آپ نے مدرسہ کے انجینئر کا کہ اچانک ایکسیڈنٹ ہوا موٹر سائیکل سے اور انھوں نے حفاظتی ٹوپی بھی نہیں پہنی تھی مگر خیر وقت آچکا تھا۔ جب وقت آتا ہے

تو ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہوتا لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَاخِرُوْنَ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو وقت مقرر ہے اس میں ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہوگا' نہ تقدم ہوگا نہ تاخر ہوگا۔ لہٰذا ہر مُسلمان کی عقل کا تقاضا ہے کہ استغفار اور توبہ کرکے پاک وصاف رہے۔ جس بیوی کا شوہر کسی وقت بھی آسکتا ہو اس کو چوبیس گھنٹہ صاف ستھرا اور بن سنور کے رہنا پڑے گا کیونکہ اس نے ٹائم فکس نہیں کیا' کسی وقت بھی وہ نزول کرسکتا ہے' کسی وقت دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے تو چڑیل کی طرح اگر سامنے آئی تو جوتے پڑیں گے۔ یاد رکھو اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ گناہوں کو چھوڑ دو' استغفار کرلو' توبہ کرلو اپنی روحانیت کسی روحانی بیوٹی پارلر یعنی خانقاہ میں اس طرح سنوار لو کہ جب بھی موت آجائے آپ حسین وجمیل ہوں یعنی شریعت کے لحاظ سے' طریقت کے لحاظ سے' حقیقت کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے سامنے نہایت ہی جمال کے ساتھ پیش ہوں کہ حق تعالیٰ ہم کو آپ کو دیکھ کر اپنی آغوشِ رحمت میں قبول کرلیں۔ جس راستہ پر شیطان لے جارہا ہے۔ یاد رکھو یہ شیطان تمہارے کام نہیں آئے گا' اللہ کے لئے کہتا ہوں۔

دردانگیز دُعا اے خدا! اختر کی آہ میں اثر ڈال دے۔ جس ظالم کا دِل پتھر ہوگیا ہو اور میری آہ اس کے قلب پر اثر انداز نہ ہو رہی ہو' گُناہ کرتے کرتے وہ سیاہ دل ہوچکا ہو اس کے دِل میں بھی میری آہ کو مؤثر کر دے۔ تیری قدرت سے باہر نہیں ہے' کتنا ہی سخت دِل ہو مگر وہ مخلوق ہے' آپ خالق ہیں' آپ کی قدرت میں خالقیت کی شان ہے' آپ میری آہ

کے اندر تاثیر پیدا کرنے پر قادر ہیں کہ جو دِل مایوس ہو اس مایوس قلب میں بھی آپ اپنی امیدوں کے، اور رحمت کے، محبّت کی خوشیوں کے چاند اور آخرت کی کامیابیوں کے چاند طلوع فرمادیں اور مایوس کو امیدوار کردیں۔ آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ مشکل کی لغت ہمارے ہاں ہے، مخلوق میں ہے، حق تعالیٰ کے ہاں مشکل کی کوئی لغت نہیں ہے۔

اب ایک شعر اور سنو۔ اگر کوئی وقت کی بات کرتا ہے تو مجھ سے تعلق مت رکھو، کسی اور مسجد میں جاؤ، میں نے آپ کو کب بُلایا ہے، مَیں نے آپ کو بلایا نہیں آپ بھیجے جاتے ہیں۔ یہاں کا ہر آدمی یہ شعر پڑھ سکتا ہے۔

مَیں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں
محبت دے کے تڑپایا گیا ہوں
نہ سمجھتا خاک اسرار محبت
نہیں سمجھا میں سمجھایا گیا ہوں

فاش کیا ہے آہ نے زخمِ جگر کو بزم میں
جہاں جی چاہے جاؤ لیکن
یہ داستان دردِ دل کی ان شاء اللہ

خال خال ہی شاید پاؤ گے، مشکل ہی سے پاؤ گے، ہمارے بزرگوں کی ہم پر دعائیں اور ان کی نگاہیں ہیں۔ میرا کتابی علم کم ہے مگر قطب بینی، اللہ والوں کی زیارت اختر کو بالغ ہوتے ہی عطا فرمائی۔ میں بالغ ہی ہوا ہوں اللہ والوں کی گود میں۔ پندرہ سال کا جب ہوا تو مولانا شاہ محمّد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں تین[۳] برس تک رہا۔

(احقر جامع عرض کرتا ہے کہ تائب صاحب کا ایک شعر جو اس حقیقت کا ترجمان ہے اور حضرت والا کی شان میں ہے پیش کرتا ہوں ؎

اندھیرے کیا ہیں یہ تائب اسے خبر ہی نہیں
وہ جس نے دیکھے ہیں اُٹھتے ہی آنکھ مل کے چراغ)

مَیں صِرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بولتا ہوں، دردِ دل رکھتا ہوں سینے میں، مَیں کوئی مُعاوضہ یا تنخواہ نہیں لیتا ہوں۔ الحمدللہ مَیں اس وقت اپنی اولاد کو بھی نہیں دیکھتا کہ میری اولاد کہاں ہے، اختر کہاں ہے اور سارا عالم کہاں ہے؟ میرے سامنے حق تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے، عرشِ اعظم ہوتا ہے اور میرا مولائے عرشِ اعظم ہوتا ہے۔ کاش کہ اَے خدا! میرے احباب کے دلوں میں اس فقیر کی آہ کی قدر دانی ڈال دے۔ مرنے کے بعد تو بہت لوگ قدر کرتے ہیں، کہتے ہیں نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَرَوَّحَ اللّٰہُ رُوْحَہٗ وَخَلَّدَ اللّٰہُ ثَوَابَہٗ وَغَیْرَ ذَالِكَ مگر میں اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ اے خدا! میری ایک آہ کو بھی چھوٹی ہو، بڑی ہو، قلیل ہو، کثیر ہو، اختؔر کی ایک آہ کو بھی اپنی رحمت سے رائیگاں نہ ہونے دیجئے۔ قیامت تک اس کو قائم و دائم زندہ و پائندہ و تابندہ بنا دیجئے اور تمام عالمی زبانوں میں اس کی نشریات کا غیب سے سامان فرما دیجئے، اس کے لئے چھاپہ خانہ مطبع اور پریس بھی عطا فرمائیے مگر میں اللہ سے کہتا ہوں، اور کس کے سامنے روئیں، بھینس کے سامنے روؤ دیدہ کھوؤ، اللہ ہی سُنتا ہے میرے درد کو کوئی اور سمجھ نہیں سکتا جیسا کہ مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ؎

ایک بُلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کُھلا کرتے ہیں ہم
شاعری مدِّ نظر ہم کو نہیں
واردات دِل لکھا کرتے ہیں ہم

مولانا رومی نے بھی ہر ایک کو راز نہیں بتایا، حسام الدین ان کے خلیفہ تھے، ان ہی سے اپنا دردِ دل کہا کرتے تھے اور وہی مثنوی نوٹ کرتے تھے جب مثنوی کا جوش ہوتا تھا تب انہیں کو بُلاتے تھے۔ قونیہ میں کتنے لوگ تھے، بڑے بڑے علماء تھے مگر ان ہی کو بلاتے تھے کہ حسام الدین آؤ ؎

اے حسام الدیں ضیائے ذوالجلال
میل می جوشد مرا سوئے مقال

اے حسام الدین! تم اللہ کی روشنی ہو، آؤ مجھے مثنوی کہنے کا جوش ہو رہا ہے اور فرمایا کہ ؎

مدتے در مثنوی تاخیر شد
مہلتے بائیست تا خوں شیر شد

اے حسام الدین! کچھ دِن تک کے لِئے میں خاموش ہو گیا تھا جس سے مثنوی میں تاخیر ہو گئی اور کیوں خاموش تھا؟ اگر بچّے ماں کا دُودھ مسلسل پیتے رہیں تو کیا ہو گا؟ خُون آنے لگے گا اس لِئے کچھ مہلت ملنی چاہیئے تاکہ اس کا خُون دُودھ میں تبدیل ہو جائے اور فرمایا میری خاموشی کی وجہ یہ ہے کہ جس سوتہ یعنی چشمے سے پانی آرہا تھا وہ بند ہو گیا لہٰذا اب کچھ دِن مثنوی بند رہے گی کیونکہ جب

کنویں سے پانی میں مٹی آنے لگی تو سمجھ لو کہ سوتے سے پانی نہیں آرہا ہے اب وہاں پانی بھرنا جائز نہیں۔ اس لیے مولانا نے فرمایا کہ ؎

سخت خاک آلودہ می آید سخن

میری گفتگو میں اب مٹی کے اثرات آرہے ہیں لہٰذا جب حق تعالیٰ دوبارہ سوتے سے پانی عطا فرمائیں گے تب دوبارہ مثنوی تم کو لکھواؤں گا لہٰذا کچھ عرصہ بعد پھر جب جوش آیا، اور سوتہ دوبارہ جاری ہو گیا تب ارشاد فرمایا کہ اب قلم اٹھا لو اور لکھو۔ ؎

میل می جوشد مرا سوئے مقال

مجھے مثنوی کہنے کا جوش ہو رہا ہے۔

تو یہ بتا رہا ہوں کہ اگر شیخ کا فیض لینا ہے تو جتنا قوی تعلق ہو گا اتنا ہی فیض ہوتا ہے چاہے بیٹا ہی کیوں نہ ہو، اگر اس کا باپ صاحبِ نسبت اور ولی اللہ ہے اور صاحبِ دردِ دل ہے اس کو بھی فیض منتقل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو قوی تعلق اپنے باپ سے نہ ہو گا۔ یہاں وراثت نہیں چلتی ہے۔ یہ دردِ دل وہ چیز ہے جو وراثت میں نہیں ملتی، کتنے ولی اللہ کے گھر میں شیطان اور کتنے شیطان کے گھر میں ولی اللہ پیدا ہوئے۔

زادۂ آزر خلیل اللہ ہو

آزر بت پرست کا بیٹا ابراہیم خلیل اللہ بن رہا ہے۔

اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو

اور نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر ہو رہا ہے۔

اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ

حضرت لوط علیہ السّلام پیغمبر کی بیوی کافرہ تھی۔

زوجۂ فرعون ہووے طاہرہ

اور فرعون جیسے مردود کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکیزہ اور صحابیہ تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر ایمان لائی تھیں اور روح المعانی میں لکھا ہے کہ جنّت میں ان کا نکاح حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ کیا جائے گا۔

ان آسیۃ زوجۃ فرعون تکون فی نکاحِ النّبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فی الجنّۃ۔

حضرت آسیہ جنّت میں حضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی زوجہ بنیں گی۔ یہ ہے صبر چند دِن صبر کرلو۔ پھر دیکھو کیا مِلتا ہے، یہ غمِ مجاز نہیں ہے، جس کے لِئے غالب نے کہا تھا کہ ؎

ابتدائے عِشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

یہ شعر مَیں نے بدل دیا، یہ غمِ مجاز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا غم ہے جہاں ابتداً ہی میں خوشی ملتی ہے ؎

ابتدائے عِشق ہے ہنستا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ملتا ہے کیا

مرنے کے بعد ولایت کا مِلنا ناممکن ہے	یہ اللہ کا راستہ ہے، کچھ دِن خونِ آرزو کر کے دیکھو ظالمو!

ایک دِن خونِ آرزو کرنے کے قابل بھی نہ رہو گے۔ جب رُوح نکل جائے گی، نہ آرزو رہے گی نہ خُون رہے گا۔ ارے جلدی اللہ پر فِدا ہونے کی کوشش کرو، اپنا خون بہادو اور آرزوئے حرام کو کچل دو ورنہ خونِ آرزو بھی نہ رہے گا۔ جان نکلنے کے بعد کس ظالم میں خُون ہو گا اور کون اپنی جان دے گا۔ اللہ تعالیٰ مُردہ نہیں خریدتا وہ زندگی میں چاہتا ہے کہ میرے بن جاؤ ورنہ کون ہے جو مرنے کے بعد گُناہ کرے گا۔ ہے کوئی مردہ آدمی جو مرنے کے بعد گناہ کرے۔ مرنے کے بعد تو سب گُناہ چھوڑ دیتے ہیں، کافر بھی کُفر چھوڑ دیتا ہے مگر مرنے کے بعد ایک بھی کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ زندگی میں جِس حالت میں مرا ہے۔ اسی حالت میں قیامت کے دِن اُٹھایا جائے گا۔ اگر اللہ پر فدا ہو کر مرا تو ولی اللہ ہوتا ہے۔ یہاں مجبوری کا نام صبر نہیں ہے کہ مر گئے تو سب گُناہ چھوٹ گئے۔ گُناہ چھُوٹنے سے ولی اللہ نہیں بنتا، گناہ چھوڑنے سے ولی بنتا ہے۔ کیا مردہ ولی اللہ ہو جائے گا؟ مُردہ کبھی ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ زندہ ولی اللہ ہوتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ پر فِدا کرتا ہے۔

دردِ محبّت کی ناقدری پر تازیانۂ عبرت

میں اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد کرتا ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ میری آہ کو بعض لوگ قدر دانی سے نہیں دیکھتے۔ مجھے سب محسوس رہتا ہے مگر میں حق تعالیٰ سے فریاد کرتا ہوں اور مُجھے امید ہے کہ حق تعالیٰ میری آہ کو اگر کراچی میں نہ سہی آفاقِ عالم کے مشرق مغرب شمال جنوب کہیں نہ کہیں سے کوئی قدر داں ضرور میرے پاس بھیجیں گے۔ یا مُجھے اس کے پاس

بھیجیں گے یا اس کو میرے پاس بھیجیں گے کیونکہ میری آہ رائیگاں نہیں جائے گی، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں ؎

آہ جائے گی نہ میری رائیگاں
تُجھ سے ہے فریاد اے ربِ جہاں

اس لئے بتادیا کہ میں یہاں ایسے ہی نہیں بیٹھا ہوں۔ میں اپنی زندگی کے چند دن اللہ سے مانگ رہا ہوں کہ اے خدا! اختر کی زندگی کو صحت و عافیت کے ساتھ بڑھا دیجئے اور جو دن باقی ہیں ان کے ایک ایک لمحہ کو آپ قیمتی بنا دیجئے۔ جو آپ کی یاد میں جل بھن رہے ہوں، چاہے مشرق میں ہوں چاہے مغرب میں ہوں، چاہے شمال میں ہوں، چاہے جنوب میں جو آپ کی تلاش میں بے قرار اور بے چین ہوں اور اختر کا بلڈ گروپ اور اختر کی روحانیت ان کے لئے مناسبت رکھتی ہو، آپ کے علم میں اختر ان کے لئے خیر ہو تو مجھے وہاں پہنچا دیجئے یا ان کو یہاں پہنچا دیجئے اور میری خدمات سے مجھ کو بھی اور میری اولاد کو بھی میرے احباب کو بھی نسبت اولیاء صدیقین کے اس آخری خط تک پہنچا دیجئے جو ولایت کی منتہا ہے، آگے کسی ولایت کا ایک اعشاریہ باقی نہ ہو۔ اس مقام تک میں اللہ سے مانگتا ہوں۔

مُرشد سے اشد محبّت کی برکات اور اس کی دلیل

اس لئے کہتا ہوں کہ شارٹ کٹ راستے سے اگر ولی اللہ بننا ہے تو اپنے مرشد سے محبت کو شدید کرو اور اللہ تعالیٰ کی محبت بھی اشد کرو اور اشد محبّت کے لئے خانقاہوں میں جانا پڑتا ہے،

اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھانی پڑتی ورنہ کسی مسلمان سے پوچھ لو اللہ سے سب کو محبت شدید ہے۔ لیکن ضرورت اشد محبت کی ہے۔ اس لئے مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سُن لو ؎

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں اشد ہیں۔ یہ خالی تصوف نہیں ہے، قرآن پاک سے اس کی دلیل ہے۔ اسی اشد محبت کا صدقہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور کائنات کے سب سے پہلے مرید حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی صحابی نہیں ہوا۔ کیوں؟ ان کی وفاداری ان کے ایثار، ان کی قربانی کے سبب کہ جان کو جان نہیں سمجھا، مال کو مال نہیں سمجھا۔ غارِ ثور میں جب اپنے کپڑے پھاڑ کر سب سوراخ بھر دیئے تو ایک سوراخ رہ گیا اس میں اپنا انگوٹھا لگا دیا کہ میرے نبی کو سانپ بچھو نہ کاٹے۔ اس انگوٹھے کو سانپ نے ڈس لیا اور تکلیف سے آپ کے آنسو بہنے لگے لیکن پھر بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگایا نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سانپ نے ڈس لیا ہے لیکن جب آنسو غیر اختیاری طور پر آپ کے چہرۂ مبارک پر گر گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جاگ اُٹھے اور فرمایا صدیق کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ نے اپنا لعابِ دہن لگا دیا اور وہ زخم ٹھیک ہو گیا مگر اُنھوں نے جان کی بازی تو لگا دی اور بعض

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سانپ نہیں تھا، جنات میں سے تھا اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بے چین تھا۔ اس لئے کاٹا کہ انگوٹھا ہٹ جائے اور اسے زیارت نصیب ہوجائے۔ بہرحال جتنی جس کی قربانی اتنی خدا کی مہربانی۔ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ اللہ نے مرد پیدا کیا ہے اگر عورت بن کے مرے تو یاد رکھو اس پر بھی مقدمہ چلے گا کہ میں نے تم کو مرد پیدا کیا تھا۔ کھانے میں پینے میں ہر چیز میں تم جوانمردی دکھاتے تھے، صرف میری راہ میں تم ہیجڑے اور بزدل بنے ہوئے تھے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ جتنی زیادہ مُرشد کی مُحبت ہوتی ہے اور محبت بھی ہو اتباع کے ساتھ تب ساتھ رہنا مُفید ہوتا ہے۔ بعض لوگ شیخ کے پاس آئے اور دس دِن میں خلیفہ ہو گئے۔ پہلے ہی سے جلے بھُنے تھے، خشک لکڑی جلدی جل جاتی ہے اور گیلی لکڑی شوں شاں کرتی رہتی ہے، جلتی نہیں، بعضے لوگ خشک لکڑی ہوتے ہیں اور بعض گیلی لکڑی ہوتے ہیں اُن کو جلاتے رہو لیکن جل کے نہیں دیتے۔

طلبِ خلافت گمراہی ہے

اس لِئے شیخ پر اعتراض مت کرو کہ سب کو خلافت دیتا ہے اور ہم کو نہیں دیتا۔ اوّل تو طلب خلافت خود گمراہی ہے۔ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلافت طلب کرنا شہوت کی ایک قسم ہے۔ اللہ سے اللہ ہی کو چاہو ؎

از خدا غیر خدا را خواستن

خدا تعالیٰ سے غیر خدا کو مت مانگو، خلافت بھی غیر خدا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ چھُپ کر رہنے میں، بے نام ونشان رہنے میں کیوں نانی مرتی ہے۔ کیوں

چاہتے ہو کہ میرا نام مشہور ہو جائے، خود کو چھپا کے رہو، بس مالک راضی رہے۔ واللہ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی خوشی کے بعد کسی خوشی کا انتظار کرنا اس میں ملاوٹ ہے، ریاکاری ہے، حبِّ جاہ ہے، غیر اللہ ہے۔ سب سے بڑی نعمت اللہ کا خوش ہوجانا ہے اس لئے خلیفہ پر بھی فرض ہے کہ غیر خلیفہ کو حقیر نہ سمجھے ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کا مخلص ہو قیامت کے دِن کتنے غیر خلیفہ، خلفاء سے افضل ہوسکتے ہیں اپنے اعمال و تقویٰ کے عالی مقام کی برکت سے۔

کہاں تک ضبطِ بے تابی

بس یہ چند باتیں مَیں نے بتائیں کیونکہ مَیں دردِ دل سے بہت ہی تڑپتا ہوا آیا ہوں اور بہت تیز چلا ہوں۔ شاید مولانا مظہر میاں نے بھی میری رفتار دیکھی ہو کہ ابا کو کیا ہوگیا کہ بڑی تیزی سے جارہے ہیں۔ میں نے اس لئے تیزی اختیار کی کہ مجھے کوئی روک نہ لے اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ میرے تیزی اور ذوق و شوق سے آنے کی تائید کرتے ہیں، فرماتے ہیں ؎

سرنگونم ہیں رہا کن پائے من

اے دُنیا والو! جلال الدین رومی جو شاہ خوارزم کا نواسہ ہے اور شمس الدین تبریزی کا غُلام ہے اور اللہ کی محبّت کا امام ہے، اپنا سر جھکا چکا ہے۔ اے دُنیا والو! اب میرے پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیریں مت ڈالو، خبردار! اب میں اپنا سر جھکا چکا ہوں۔ جب جانور بندھے بندھے تنگ آجاتا ہے اور رسی تڑانا چاہتا ہے تو سر جُھکا لیتا ہے پورا زور لگانے کے لئے لہٰذا اب میرے پاؤں کو آزاد کردو۔ اب میں تعلقات ماسوی اللہ کی زنجیروں کو برداشت نہیں کرسکتا۔

فہم کو در جملۂ اجزائے من

اب میرے دِل و دماغ اور جُملہ اعضاء بدن میں تمھاری دُنیاوی باتوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ اب تم مجھے لاکھ ڈراؤ مگر میں نہیں ڈر سکتا۔

شانِ عاشقانِ خُدا

دعویٰ مرغابی کردہ ست جاں

کے ز طوفان بلا دارد فغاں

جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے دُنیا والو جلال الدین رومی کی جان نے اللہ کے عشق و محبّت کے سمندر میں مُرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور مُرغابی طوفانِ بلا سے کبھی نہیں ڈرتی، بلاؤں کے طوفانوں سے مُرغابی کبھی آہ و فغاں نہیں کرتی۔ مَیں نے بمبئی کے سمندر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بیس فٹ بُلند طوفان کی ایک موج آئی، ایک مرغابی وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ مَیں دِل میں خوش ہوگیا کہ آج مثنوی مولانا روم کا شعر حل ہوجائے گا۔ وہ مُرغابی طُوفان کے ساتھ بیس فٹ اونچائی پر چلی گئی اور بیس فٹ سے جب وہ موجوں کے ساتھ ساتھ نیچے اتری ہے تو اس کی استقامت میں ایک اعشاریہ کا فرق نہیں تھا۔ اسی طرح اللہ جب اپنا کرم کرتا ہے تو استقامت دیتا ہے۔

الحمدللہ اللہ کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ سلاطینِ عالم کے تخت و تاج اور سُورج اور چاند کی روشنیاں اور لیلائے کائنات کے نمکیات اور دولت ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے خرید نہیں سکتے۔ سوائے حق تعالیٰ کی محبّت کے اور ان کی محبت پر

فِدا ہونے کے اور میں انہیں کو اپنا سمجھتا ہوں جو میرے ذوق کے مُطابق اللہ پر فدا ہونا سیکھتے ہیں اور جو میرا ساتھ نہیں دیتے وہ ساتھ ہیں مگر میرے ساتھ نہیں ہیں ؎

رہتے ہیں میرے ساتھ مگر ساتھ نہیں ہیں

سُن لو یہ مصرع خود بخود ابھی بن گیا ہے تازہ بہ تازہ گرم جلیبی ہے ؎

رہتے ہیں میرے ساتھ مگر ساتھ نہیں ہیں

میرے ساتھ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر بجمیع اعضاءٖ وبجمیع اجزاءٖ وبجمیع کمیاتہ وبجمیع کیفیاتہ و بجمیع انفاسہ فدا ہیں جس کی ہر سانس اللہ تعالیٰ پر ہر وقت فدا ہو رہی ہو اور ایک سانس بھی اللہ کو ناراض کر کے غضب اور قہر اور لعنتی زندگی گذارنے سے سچا اور پکا تائب ہو چکا ہو اس لئے اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو ارادہ کر لو کہ اپنے مولیٰ پر اور پیدا کرنے والے پر اور پالنے والے پر اور جس کے قبضہ میں ہماری صحت اور ہماری بیماری، جس کے قبضہ میں ہماری غریبی اور مالداری، جس کے قبضہ میں ہماری عزّت اور ذلّت اور جس کے قبضہ میں ہماری مغفرت اور جنّت اور جہنم ہے، ایسی طاقت والی ذات پر، ایسے ارحم الراحمین پر ہر سانس فِدا کرنے کے لئے جان کی بازی لگاؤ تب رہو ورنہ اور خانقاہیں بھی موجود ہیں، ہم آپ کو منع نہیں کرتے اور خوشامد بھی نہیں کرتے کہ یہاں آؤ، جس کو اللہ پر جان دینا ہو وہ میرا ساتھ دے۔ شاہ سیّد احمد شہید نے یہی اعلان کیا تھا کہ جس کو میرے ساتھ بالاکوٹ چل کر خُدا تعالیٰ پر جان دینا ہو وہ میرے قافلے میں آجائے۔

دعویٰ مرغابی کردہ ست جاں
کے ز طوفانِ بلا دارد فغاں

اب اختر کی جان نے بھی مرغابی ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے' اب آہ و فغاں سے نہ مُجھ کو ڈر ہے اور نہ مُجھے کوئی پکڑ سکتا ہے' مَیں جہاں چاہوں گا وہاں رہوں گا' جہاں دِل چاہے گا وہاں جاؤں گا' میرے پیر میں ان شاء اللہ کوئی زنجیر ڈالنے والا نہیں ہے۔ میرے ذمّہ جو حقوق تھے سب اَدا کر چکا۔ ایک بیٹا ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے دیئے' ان کی شادیاں ہوگئیں' میری ذمّہ داری شرعی ختم۔ ایک بیوی تھی وہ قبرستان میں جا کر سوگئی' اب اس کے حقوق بھی میرے ذمّہ نہیں رہے۔ اب صِرف اللہ تعالیٰ ہی کے حقوق میرے ذمّہ ہیں' وہ مالک اپنے کرم اور اپنی رحمت سے مجھے توفیق دے کہ اختر اللہ پر جان دینے کا حوصلہ پاجائے۔ مجھے ایک جماعت' ایک قافلہ عاشقوں کا چاہیئے جو میرے ساتھ سارے عالم میں پھریں اور اللہ تعالیٰ پر جان دینا سیکھیں اور ان شاء اللہ تعالےٰ وہ سلاطین کے تخت و تاج سے زیادہ مزہ پائیں گے' لیلائے کائنات کے نمکیات سے زیادہ مزہ پائیں گے' سُورج و چاند کی روشنی سے زیادہ مزہ پائیں گے' پاپڑ' بریانی' پلاؤ اور سموسوں سے زیادہ مزہ پائیں گے۔ ان کی لذّت باطن کے مقابلہ میں ان شاء اللہ کوئی چیز مِثل نہیں ہوسکتی' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے مِثل ہے' جب دِل میں وہ مولیٰ آتا ہے جو بے مِثل ہے' جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے وہ دل ان شاء اللہ دونوں جہان سے بڑھ کر مست رہے گا اور دوسروں کو بھی مست کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور واللہ کہتا ہوں کہ اللہ پر مرنے والا

کبھی گھاٹے میں نہیں رہے گا۔ دُنیا پر مرنے والے، لیلاؤں پر مرنے والے، معشوقوں پر مرنے والے گھاٹے میں جا سکتے ہیں لیکن مولیٰ پر مرنے والے کا دونوں جہان میں خود اللہ تعالیٰ کفیل اور اس کو سنبھالنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط



ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دِن　　قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دِن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دِن　　اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دِن

ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

سب کے سب ہیں راہ رَوِ[1] کوئے[2] فنا　　جا رہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے[3] فنا　　آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا

ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] چلنے والا مسافر　　[2] گلی محلہ　　[3] ندی

سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۴

یا ارحم الرّاحمینؒ

مولائے رحمۃ للعٰلمینؐ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷، پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : یا ارحم الراحمین مولائے رحمۃ للعٰلمین

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مد ظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مُرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرارُالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



یا ارحم الرّاحمین جل جلالہ مولائے رحمۃٌ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ وعظ سے پہلے محبی ومحبوبی ومرشدی ومولائی حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دام ظلالھم علینا الیٰ مأۃ وعشرین سنۃ بالصحۃ والعافیۃ کا معمول نعتیہ یا عارفانہ کلام سُننے کا ہے۔ حضرت کے مُجاز ڈاکٹر خلیل احمد صاحب نے حضرت والا کے اشعار پڑھے۔ جن کا مقطع تھا ؎

اختؔر بسمل کی تم باتیں سُنو
جی اُٹھو گے تم اگر بسمل ہُوئے

حیاتِ حیوانی اور حیاتِ ایمانی

ارشاد فرمایا کہ جی اُٹھو گے تم اگر بسمل ہُوئے یعنی اگر تم نے اپنا خونِ آرزو کر کے دِل پر غم اُٹھالیا اور اللہ کو ناراض نہیں کیا تو تم کو ایک عجیب حیات ملے گی کہ سارا عالم اس حیات سے ناآشنا اور بے خبر ہو گا۔ حیات کی دو قسمیں ہیں: حیاتِ حیوانی اور حیاتِ ایمانی۔ حیات حیوانی کو تو حیوانات بھی جانتے ہیں کہ وہ کیا ہے یعنی کھانا پینا اور صُبح لیٹرین میں جمع کرنا لیکن جو لوگ اپنے خونِ آرزو سے اپنے مالک، کو خوش رکھتے ہیں اور نفس دُشمن کو ناراض رکھتے ہیں اور کوئی کام بے حیائی اور بے شرمی کا نہیں کرتے' ازار بند کے مضبوط رہتے ہیں۔ اب آخر کیا کہیں سمجھانے کے لئے سب کُچھ کہنا پڑتا ہے' ناگفتنی کو گفتنی کرنا پڑتا ہے

ان کی حیات حیوانوں اور جانوروں کی حیات سے ممتاز ہے اور حیاتِ ایمانی سے مشرف ہے۔ لیکن دردِ دل سے کہتا ہوں کہ وہ ظالم جو دن بھر جانوروں کی طرح کھاتا پیتا ہے اور جانوروں کی طرح اپنی ہر خواہش کو پورا کرتا ہے، جہاں چاہتا ہے دیکھتا ہے، اپنے نفس دشمن کو خوش کرتا ہے اور اپنے مالک اور خالق کو ناراض کرتا ہے، بے حیائی اور بے شرمی کے کام کرتا ہے اور اُسے خیال بھی نہیں آتا کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے دیکھ رہا ہے اور میں اُس کو کتنا غضب ناک کر رہا ہوں، تو ایسا شخص اپنی ذات پر ہی انتہائی ظالم نہیں پورے عالم پر ظالم ہے۔ جو شخص اللہ کے غضب اور قہر کے اعمال کرتا ہے وہ صرف اپنی ذات کو نقصان نہیں پہنچاتا وہ روئے زمین پر آگ پھیلا دیتا ہے، اس کی نحوست اور لعنت سارے عالم میں پھیل جاتی ہے مگر افسوس ہے لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں۔ اتنے بڑے مالک کو ناراض کرنے کو معمولی سمجھنے والا یہ خود نہایت معمولی اور گھٹیا اور بے قیمت انسان ہے بلکہ رشکِ احمقاں اور ننگِ بھنگیاں ہے، نصیبِ دُشمناں رکھتا ہے، نصیبِ دوستاں اس کو ابھی حاصل نہیں ہے۔ اللہ کے لیے نصیبِ دُشمناں سے تحفظ اختیار کرو۔

نافرمانی کرنا نصیبِ دُشمناں ہے اور تقویٰ سے رہنا نصیب دوستاں ہے، یہ اللہ والوں کا حصہ ہے۔ تقویٰ سے ان شاء اللہ آپ کو ایسی حیاتِ ایمانی عطا ہوگی کہ سارے عالم کے حیوانات سے آپ کی ایک شانِ امتیازی سے مشرف اور مُشَیَّن ہوگی۔

گُناہ کیسے ترک ہوتے ہیں؟

اس لیے کہتا ہوں کہ اے میرے پیارے دوستو خالی سَمِعْنَا مت رہو کہ ہم تو آپ کی بات کو سُنا کرتے ہیں اور سَمِعْنَا کے بعد عَصَیْنَا مت رہو، مُنافقین والی حرکت مت کرو بلکہ سَمِعْنَا کے بعد اَطَعْنَا کی شرافت اختیار کرلو۔ کیوں بے شرمی پر تُلے ہُوئے ہو، حیا اور شرم کا پیالہ کیوں پیتے ہو۔ بتاؤ صحابہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے تھے، یہ اللہ کے بانصیب بندوں کا مقام ہے کہ ہم نے جو کچھ آپ سے سُنا اے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس پر عمل کریں گے اور منافقین کہتے تھے۔ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا ہم سُنیں گے مگر نافرمانی کریں گے۔ دوستو مَا اسْتَطَعْتُمْ پر تو عمل کرو، کوشش تو کرو گناہوں کو چھوڑنے کی۔ جب تک آپ تارک نہیں ہوں گے گُناہ کیسے متروک ہوں گے۔ بتاؤ پہلے تارک ہے یا متروک؟ عربی گردان کرکے دیکھ لو۔ تَرَكَ يَتْرُكُ تَرْكًا فَهُوَ تَارِكٌ یہ گردان پہلے ہے اُس کے بعد ہے تُرِكَ يُتْرَكُ تَرْكًا فَهُوَ مَتْرُوْكٌ۔ تارک پہلے ہے متروک بعد میں، پہلے آپ تارک بنیں گے تب گُناہ متروک ہوں گے۔

مرید کی محرومی کی علامت

جس کا باپ رو رو کے بچے کو سمجھا رہا ہو کہ بیٹا یہ کام مت کرو، بُری صُحبتوں میں مت بیٹھو، ہیرو بچیوں میں مت بیٹھو، حیا کے خلاف کوئی کام مت کرو اور باپ استادِ دردِ دل رکھتا ہے کہ رو بھی رہا ہے تو وہ ظالم بیٹا ہے جو اپنے باپ کی اشک باریوں کو رائیگاں کرتا ہے۔ ایسے ہی وہ مرید بھی ظالم ہے جو اپنے شیخ

کے دردِ دل کو نہیں سمجھتا کہ میرا شیخ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ اگر شرافت نہیں ہو گی تو شر ثبت آفت ہو گی حالانکہ مرید کا مقام تو یہ ہے کہ ؎

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے

لیکن یہاں جان کیا ایک معمولی آرزو، ایک خبیث حرکت بھی چھوڑنے کی آج ہمت نہیں ہے، یہ وفاداری ہے؟

رہتے ہیں ساتھ ساتھ مگر ساتھ نہیں ہے
دامن پہ گریباں پہ بھی تو ہاتھ نہیں ہے

حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ صلی اللہ تعالیٰ وسلم نے پوچھا کہ تم لوگ لمبے لمبے کُرتے پہنتے ہو اور یہاں عرب میں کانٹوں کے درخت بہت ہیں تو کیسے چلو گے۔ کہا ہم دامن کو سمیٹ کر چلیں گے۔ یہ دُنیا کانٹوں کی جگہ ہے، یہاں جو دامن کو نہیں بچائے گا تو اُس کی شرم و حیا کا دامن چاک چاک ہو جائے گا لہٰذا اللہ کے نام پر اب میں پھر کہتا ہوں۔ یاد رکھو **اِتَّقُوْا غَضَبَ الْحَلِيْمِ**۔ حدیث پاک میں ہے کہ حلیم کے غضب سے بچو، جو بہت زیادہ برداشت کرتا ہو۔ جس کے اندر حلم ہو، اُس کے غُصّہ سے بچو ورنہ جب اُس کا غُصّہ نافذ ہو گا تو پھر اکٹھا ہی پتہ صاف کر دیتا ہے اور پھر قیامت تک صورت بھی نہیں دیکھتا، لہٰذا حلیم شیخ کے غضب سے بچو۔

روحانیت کے معنیٰ

دردِ دل سے کہتا ہوں کہ ساری زندگی کو اللہ تعالیٰ پر فدا کرنے کا 'جاں بازی کا ارادہ کر لو کہ ایک لمحہ،

ایک پلک جھپکانے بھر کو بھی ہم حرام لذت حاصل نہیں کریں گے۔ پھر روحانیت عطا ہو گی اور روحانیت کے معنیٰ کیا ہیں کہ پورا جسم رُوح کے تابع ہو، رُوح کا غلبہ ہو، جسم اور نفس کے گھوڑے کی لگام روح کے پنجہ میں ہو تب سمجھو کہ اب اس کو روحانیت عطا ہو گئی جیسا کہ ابھی میر صاحب نے آپ کو پڑھ کر سُنایا کہ اگر گھوڑا بھوکا ہے اور نیچے بیس[۲۰] فٹ کا کھڈا ہے جہاں ہری ہری گھاس ہے اور وہ گھوڑا گھاس کو دیکھ کر للچا رہا ہے اور ارادہ کر رہا ہے کھڈے میں کودنے کا تو سوار کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب یہ ہری گھاس کی لالچ میں خندق میں کودنا چاہتا ہے لیکن سوار جانتا ہے کہ اگر یہ کودا تو نہ یہ رہے گا نہ میں رہوں گا لہٰذا زور سے اُس کی لگام کھینچتا ہے چاہے گھوڑے کا مُنہ زخمی ہو جاتے تو بھی پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح ہر انسان کو اپنے نفس کے گھوڑے کے بارے میں پتہ چل جاتا ہے کہ اب یہ گُناہوں کی ہری ہری گھاس دیکھ کر للچا رہا ہے اور اب یہ بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے والا ہے، آنکھ کھولنے والا ہے، شلوار کھولنے والا ہے اور جانتا ہے کہ گُناہوں کی خندق میں کود کر یہ بھی تباہ ہو گا اور میں بھی تباہ ہوں گا تو اس سے بڑا احمق اور گدھا کون ہو گا کہ گھوڑا بھی ضائع ہو اور سوار بھی ضائع ہو اور پھر بھی نفس کی لگام نہ کھینچے۔ آخر عقل کے بالغ ہونے کی ایک مُدت ہوتی ہے، ہر کورس کی ایک مدّت ہوتی ہے، حیا اور شرم کا بھی کورس ہے، آخر کب تک بے شرمی رہے گی۔ دوستو! کوئی زمانہ تو آنا چاہیئے کہ جس میں اِنسان کے قلب میں تقویٰ اور حیا پیدا ہو جائے۔ حیا کے معنیٰ یہ نہیں کہ کہ گھر سے باہر بغیر شیروانی کے نہ نکلے جب تک سب بٹن نہ لگالے۔ یہ اہلِ لکھنؤ کی شرم ہے، اللہ والوں

کی شرم یہ نہیں ہے۔ اللہ والوں کی شرم یہ ہے کہ اُن کا مولیٰ اُن کو نافرمانی کی بے حیائی میں نہ دیکھے ورنہ لباس سے کیا ہوتا ہے۔

لباسِ تقویٰ کی بدولت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان

مدینہ شریف کے قبرستان

جنّت البقیع میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالی لُنگی باندھے ہوئے زمین پر لیٹے تھے اور قیصرِ روم کا عیسائی سفیر پوچھنے لگا کہ مُسلمانوں کا جو امیر المؤمنین اور خلیفہ ہے وہ کہاں رہتا ہے، اُس کا محل کدھر ہے؟

قوم گفتندش عمر را قصر نیست

مُسلمانوں کی قوم نے کہا کہ خلیفۂ دوم حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی محل نہیں ؎

مر عمر را قصرِ جانِ روشنے ست

مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محل اُن کی جانِ پاک ہے جو تعلق مع اللہ کے نُور سے روشن ہے اور بہت شاندار ہے۔ صحابہ نے بتایا کہ وہ جنّت البقیع کے قبرستان میں کہیں گھاس پر لیٹے ہوئے ملیں گے۔ جا کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین پر خالی لُنگی پہنے ہوئے سو رہے ہیں وہ سفیر ہیبت سے کانپنے لگا اور دِل میں کہنے لگا ؎

گفت باخود من شہاں را دیدہ ام
پیش سُلطاناں بسے بگزیدہ ام

میں تو ہمیشہ بادشاہوں کو دیکھتا رہا ہوں اور مَیں نے بڑے بڑے بادشاہوں

کے ہاں حاضری دی ہے لیکن ؎

از شہاں نم ہیبت و ترسم نبود
ہیبتِ ایں مرد ہوشم را ربود

بادشاہوں سے مجھے کبھی ایسا خوف نہ ہوا لیکن اِس گدڑی پوش کی ہیبت سے تو میرے ہوش اُڑے جارہے ہیں ؎

بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں
من بہفت اندام لرزم چیست ایں

یہ کیسا بادشاہ ہے کہ لنگی باندھے ہوئے سو رہا ہے نہ کوئی سیکیوریٹی نہ کوئی گارڈ نہ کوئی محافظ دستہ، نہ ہتھیار، اکیلا لیٹا ہوا ہے لیکن کیا ماجرا ہے کہ میں سات جسموں سے کانپ رہا ہوں۔ میں نے بڑے بڑے مُسلح بادشاہوں کو فوج کے ساتھ دیکھا ہے کیونکہ سفیروں کا کام ہی سلاطینِ عالم سے ملنا ہے لیکن میں وہاں کبھی نہیں کانپا مگر عادت کے خلاف یہاں کیوں کانپ رہا ہوں اور ایسا کانپ رہا ہوں کہ اگر مجھے سات جسم اور مل جائیں تو سب کانپنے لگیں۔ یہ کیا ماجرا ہے۔

مولانا رومی نے جواب دیا۔

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبتِ ایں مرد صاحب دلق نیست

یہ مخلوق کی ہیبت نہیں تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جان میں جو اللہ تعالیٰ کی ذات متجلی تھی، نسبت مع اللہ کی جو عظیم دولت تھی اس کا اثر چہرے پر تھا۔

خونِ آرزو کا انعامِ عظیم

آہ دوستو! کیوں زندگی ضائع کرتے ہو، زندگی کو ضائع کرنا نادانوں کا کام ہے۔ لُوٹ لو، یہ عالم لُوٹ کا ہے، ہر گناہ کے تقاضے کو پامال کر کے دریائے خونِ آرزو سے عبور کر کے عظیم الشان مولیٰ کے پاس پہنچو گے جہاں امن ہی امن ہے، چین ہی چین ہے ؎

عارفاں زانند ہر دم آمنوں
کہ گذر کردند از دریائے خُوں

عارفین ہر وقت امن میں ہیں، اللہ کے پہچاننے والے ہر وقت امن میں ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ دریائے خُون سے عبور کرتے ہیں، اپنے خُونِ آرزو کے دریا کو عبور کر کے وہ اپنے مولیٰ کو پاتے ہیں۔ دوستو! اختر آپ کے سینوں میں مرسیڈیز کا انجن ڈالنا چاہتا ہے اور آپ ہیں کہ اپنی فوکس ویگن کی فوکس اور لومڑیت سے آگے بڑھنے کے لئے تیار نہیں۔ لندن کے ایک ڈاکٹر نے ڈاکٹر جسٹس تنزیل الرحمٰن کے سینہ کا آپریشن کر کے اُن کے قلب سے ایک خستہ رگ نکال دی اور اُن کی ٹانگ سے ایک مضبوط بڑی شریان نکال کر قلب میں ڈال دی اور بعد میں اس نے کہا کہ میں نے آپ کے فوکس ویگن میں مرسیڈیز کا انجن ڈال دیا ہے۔ اَب جتنا کام کرتے تھے۔ اُس سے ڈیوڑھا کام کریں گے اور اُنھوں نے میرے اسی حجرے میں آکے بتایا کہ واقعی اب میں ڈیوڑھا کام کرتا ہوں۔ دُنیاوی ڈاکٹر تو آپ کے سینہ کو پھاڑ کر آپ کے قلب کی خستہ، افسردہ اور مُردہ شریان کو تبدیل کر سکتا ہے تو کیا اللہ والوں اور

اللہ والوں کے غلاموں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت نہیں رکھی ہے کہ وہ آپ کے قلب کی لومڑیت کو ختم کر کے شیرانیت کی رگ ڈال دیں۔

اصلی مرید کون ہے؟

لیکن آہ آپ ترکِ معصیت کا ارادہ نہیں کرتے۔ آپ مرید نہیں مریدوں کی نقل ہیں یعنی نمبر دو مرید ہیں۔ گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی نہیں ہوتا آپ کا۔ ذرا ارادہ کر کے دیکھئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

شیخ پینے کا ارادہ تو کریں
حوضِ کوثر سے منگا لی جائے گی

اپنے کو مرید کہتے ہو حالانکہ مرید نہیں ہو۔ مرید کے معنیٰ یہ ہیں کہ ارادہ کرلے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا ہے، حسینوں کو نہیں دیکھنا ہے، ان سے حرام تعلق نہیں رکھنا ہے، ڈش انٹینا نہیں دیکھنا ہے، وی سی آر نہیں دیکھنا ہے، ناجائز اور خلافِ شرع مجلس اور شادی بیاہ میں شریک نہیں ہونا ہے ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضئ جاناں نہ چاہیے
اب اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مخلوق کیا چیز ہے، کیا ہستی ہے مخلوق جس سے ڈرتے ہو۔ کوئی بیوی سے ڈرا ہوا ہے، کوئی دفتر سے ڈرا ہوا ہے۔ کوئی افسر سے ڈرا ہوا ہے کیا یہ زندگی ہے؟ قابلِ ننگ ہے، قابلِ شرم ہے ایسی زندگی۔

روح کی زبردست طاقت

اس رُوح میں اللہ تعالیٰ نے زبردست صلاحیت رکھی ہے، اتنی طاقت رکھی ہے

کہ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا ایک طبقہ ابدال کا ہے جو اگر چاہیں تو کراچی سے ایک قدم میں ملکِ شام جا سکتے ہیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور اُن کو بھی پتہ دینے کی اجازت نہیں ہوتی، ابدال کو اجازت نہیں کہ بتا دے کہ آج ایک قدم میں ہم ملک شام گئے تھے ورنہ اُن کی ابدالیت چھین لی جائے گی اور دال بنا دیئے جائیں گے بجائے گوشت کے۔

تو مَیں عرض کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے رُوح میں وہ صلاحیت رکھی ہے کہ

پرِّ ابدالاں چوں پرِّ جبرئیل

یہ مولانا رومی ہیں۔ یہ شخص کوئی قصے کہانی کی کتاب لکھنے والا نہیں ہے۔ سارے عالم کے اولیاء اللہ جس کی ولایت کو تسلیم کرتے ہیں یہ اُس کا کلام ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا یہ طبقہ جو ابدال کہلاتا ہے اُن کی روحانیت کے پر ظاہر میں نظر نہیں آتے مثل جبرئیل علیہ السلام کے اُن کی رُوح میں پر ہوتے ہیں لیکن اُن کو بتانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ایک گاؤں میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مَیں ابدال ہو گیا ہوں۔ حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا گیا کہ یہاں ہمارے گاؤں میں ایک شخص اپنی ابدالیت دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کو اللہ ابدال بناتا ہے اُس کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے کو ابدال ظاہر کرے لہٰذا یہ ابدال نہیں ہے، ہاں پہلے گوشت تھا اب دال ہو گیا ہے۔ یعنی تکبر سے دعویٰ کر کے اپنی بڑائی دکھاتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔

بڑے پیر صاحب کا واقعہ طیُّ الارض

بڑے پیر صاحب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ کے بانی اُن کو بارہ ۱۲ بجے رات کو حکم ہوا کہ دو ۲ سو میل پر شہر بصرہ میں جائیے وہاں ایک ابدال کا انتقال ہو گیا ہے۔ اُس کے جنازہ میں آپ کو شرکت کرنی ہے۔ چنانچہ دو ۲ تین ۳ سو میل ایک سیکنڈ میں پہنچ گئے۔ اولیاء اللہ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی ہے، اس کا نام طیُّ الارض ہے۔ ایک خادم بھی وہاں چھپا ہوا تھا وہ ظالم بھی بصرہ پہنچ گیا، جب زمین لپیٹی گئی تو اس لپیٹ میں وہ بھی سمیٹ ہو گیا۔ شیخ سے اجازت لی نہیں تھی اس لئے مارے ڈر کے وہ اپنے کو ظاہر نہیں کرتا تھا، دور دور سے دیکھتا رہا۔ اُسی نے یہ راز فاش کیا کہ جب اس ابدال کے جنازے کی نماز ادا ہو گئی تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اب موصل جائیے وہاں ایک عیسائی ہے جو اپنے عیسائی مذہب پر گرجا گھر میں عبادت میں مشغول ہے لیکن مَیں نے اُس کے قلب میں ایمان داخل کر دیا ہے، اُس کو کلمہ پڑھائیے اور اس ابدال کی کرسی پر اُس کو بٹھا دیجئے

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیاء

اللہ سو برس کے کافر کو فخرِ اولیاء بنانے پر قادر ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پھر طیُّ الارض ہوا اور یہ ظالم بھی جو لومڑی کی طرح چھپا ہوا تھا، وہاں پہنچ گیا۔ شیخ نے اس راہب کو ڈانٹ کر کہا کہ ذوالنار توڑ دو، اب تم کو ذوالنور ہونا ہے، اب نار سے نور ہونا ہے اور کلمہ پڑھو۔ بنا بنایا کھیل تھا

حُسن کا اِنتظام ہوتا ہے
عِشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

حکیمُ الامت جیسا ثقہ راوی اپنے وعظ میں فرماتا ہے کہ فوراً اُس عیسائی نے کلمہ پڑھا اور مُسلمان ہوگیا اور پھر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے قدیم کافر اور جدید مومن تُجھ کو اللہ تعالیٰ نے ابدال بنایا ہے، فلاں شہر میں جا اور ابدال کی کرسی پر بیٹھ جا۔ سو سال کے کافر کو مومن بنا کر کیا مقام دیا ؎

بہت ابھاگن مر گئیں جگت جگت بورائے
پیو جو کا چاہے سوتت لئے جگائے

یہ ہندی شعر ہے یعنی کتنے بدنصیب لوگ پاگل کی طرح مر گئے اور کامیاب نہ ہوتے اور اللہ جس کو چاہے تو سوتے ہوئے کو جگا دیتا ہے۔

اہلُ اللہ کا اصلی کمال استقامت علی الدّین ہے

خیر ابدال تو سب کو نظر نہیں آتے مگر کم سے کم جو چیز سب کو نظر آتی ہے وہ اُن کی استقامت ہے کہ وہ اللہ کے دین پر کس طرح جان دیتے ہیں۔ اُن کی روحانیت کی یہی دلیل ہے کہ وہ سلطنت سے نہیں بکتے، لیلاؤں سے فروخت نہیں ہوتے، سُورج و چاند کی روشنی سے نہیں بکتے، وزارت کی کرسیوں سے نہیں بکتے وہ ڈالر اور پونڈ سے مرعوب ہو کر یوں پوں نہیں کرتے۔ اللہ والے بہت بڑی نعمت ہیں دوستو! یہ بات سُنانے والا بھی ایک دِن تم کو نہیں ملے گا۔ اتنے عظیم مولیٰ کو چھوڑ کر تم کہاں پیشاب پاخانے کے مقامات میں عبور کرنے کی

کوشش کرتے ہو۔ اپنی زندگی کو مت ضائع کرو۔ گناہ کرنا اپنی زندگی کو ضائع کرنا ہے اور خالقِ زندگی کو پالینا اپنی زندگی کو حاصلِ زندگی سے آشنا کرنا ہے، جو اللہ کو پا گیا زندگی کا حاصل پا گیا۔ جس دن بندہ نفس و شیطان کی غلامی سے نکل کر سراپا اللہ کا ہو گیا اور اللہ کا ہونا اس کی قسمت میں مقدر ہو گیا اور استقامت کی نعمت سے مشرف ہو گیا تو لاکھ قنات ہٹا کر عورتیں کہیں کہ پیر نوں چنگی طرح ویکھن دیو۔ پنجاب میں جاہل عورتیں کہتی ہیں کہ پیر سے کیا پردہ، پیر کو ہمیں اچھی طرح دیکھنے دو۔ لیکن اگر اللہ والا عالم ہے تو وہ کہے گا کہ بس میری تقریر بھی ختم، ہم جاتے ہیں، اگر آپ کو پردہ منظور نہیں ہے تو میری تقریر بھی یہاں نہیں ہو سکتی۔ اللہ کو ناراض کر کے دین پھیلانا ہم پر فرض نہیں ہے۔ ہمیں سرکاری کام سرکار کی مرضی کے مطابق کرنا ہے۔ خلافِ اصول مدرسہ چلانا ہم پر فرض نہیں ہے، مدرسہ ہو یا تقریر ہو یا جلسہ ہو ہم سرکار کے کام کو سرکار کی مرضی کے مطابق کریں گے۔ یہ تھوڑی ہے کہ عورتیں کہیں کہ ویکھن دیو اور ہم کہیں کہ ہاں ہاں دیکھ لو۔ نہ تمہارا ویکھن چلے گا نہ ہمارا ویکھن چلے گا، اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا۔

شانِ اہل اللہ کے منافی اعمال سے پرہیز کی تعلیم

دوستو! اعمالِ بد سے اپنی قسمت کو خراب مت کرو، کچھ انسانیت کا حق ادا کرو، ذرا اپنی صورت کو دیکھو۔ اسی لئے میں نے کہا ہے کہ جیب میں آئینہ رکھو اور جب کسی خبیث حرکت کو دل چاہے تو آئینہ نکال کر اپنی شکل دیکھو، اپنے سر کی گول ٹوپی دیکھو، اپنی

داڑھی کی پیمائش کرو اور اپنی پیشانی پر سجدوں کے نشانات دیکھو، پھر اس کے بعد فیصلہ کرو کہ یہ جغرافیہ ہمارا ہے، اس جغرافیہ کے ساتھ یہ سیاہ تاریخ ہمیں زیب دیتی ہے یا نہیں۔ ہر چیز کا ایک تناسب ہوتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد فرمودہ قصّہ ہے کہ ایک اونٹ جا رہا تھا۔ ایک چوہے نے اُس کی رسی پکڑلی اور آگے آگے چلنے لگا۔ اونٹ نے دیکھا کہ ایک چوہا میری امامت کے فرائض انجام دینے کی کوششِ ناکام میں لگا ہوا ہے۔ اُس اونٹ نے سوچا کہ تھوڑی دیر کے لیے اس کا دِل بھی خوش کردوں تاکہ یہ ناز کرے کہ میں ایک چھوٹا سا جسم ہوں اور اتنے بڑے جسم کا امام بنا ہوا ہوں۔ اونٹ پیچھے پیچھے چلنے لگا اور اپنے دانت میں چوہا رسی کو دبائے آگے آگے چلنے لگا اور مارے خوشی کے اپنے سائز سے کئی گُنا زیادہ پھُول گیا۔ اونٹ اس کے پھُولنے پر ہنس رہا تھا کہ ابھی پتہ چلے گا۔ آگے دریا آرہا ہے تب ان کو اپنی مشیخیت اور مرشدیت کا اور اپنی پیری اور امیری اور اپنی امامت کا صحیح انسکشن ہوجائے گا، تب معلوم ہوگا کہ یہ کس درجے کے شیخ ہیں۔ جب دریا آیا تو چوہا کھڑا ہوگیا۔ اونٹ نے کہا کہ میرے پیارے مرشد، میرے پیارے شیخ، میرے امام صاحب میں تو پیچھے پیچھے اقتدا کر رہا ہوں آپ رُک کیوں گئے؟ آگے بڑھئے تو چوہے نے کہا پانی بہت ہے۔ اونٹ نے کہا کہ پانی کہاں زیادہ ہے؟ میں آگے چلتا ہوں اور پانی میں داخل ہوگیا اور چوہے سے کہا کہ اے میرے امام، میرے مرشد میرے پیر آجائیے، آپ کا مقتدی اپنے مقتدا

کا انتظار کر رہا ہے، پانی زیادہ نہیں ہے بس میرے گھٹنے تک ہے۔ چوہے نے کہا کہ حضور آپ کے گھٹنے تک جہاں پانی ہے وہ میرے سر سے کئی گُنا اوپر ہے جو میرے سر سے ہی نہیں گذرے گا بلکہ میرے پورے خاندان کو ڈبونے کے لئے کافی ہے۔ اس میں یہ نصیحت ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرو جو آپ کی شان کے مناسب نہ ہو۔ جب اللہ والوں کی شکل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے تو ذلیل اور خبیث کام کر کے اللہ والوں کو بدنام نہ کرو۔

اس پر ایک لطیفہ یاد آیا کہ لندن میں ایک شخص نے میر صاحب سے مزاحًا کہا کہ میں آپ کو اپنے گجراتی سلسلے سلسلۂ پٹیلیہ میں بیعت کرتا ہوں۔ میر صاحب نے کہا کہ مجھے آپ بیعت نہیں کر سکتے۔ ذرا میرے جسم کو دیکھئے اور اپنے کو دیکھئے تو اُس نے فوراً کہا کہ میں وہ چوہا نہیں ہوں جو اونٹ کو گھسیٹ رہا تھا۔

ارتقاء روح کا طریقہ

دوستو! چند دن محنت کر لو، زیادہ لمبا کورس نہیں ہے، چند دِن محنت کر کے اپنی روحانیت کو بڑھا لو، اللہ کو پا جاؤ گے اور روحانیت کیسے بڑھتی ہے؟ جتنا نفس مِٹتا ہے، مُسلمان جتنا اپنی بُری آرزوؤں کا خون کرتا ہے، جتنا شاہراہِ اولیاء پر اپنے مشائخ کے طریقے پر چلتا ہے اتنی ہی اس کی روحانیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہر شکستِ آرزو، ہر شکستِ دل پر اس کی روحانیت کو اللہ تعالیٰ ترقی دیتا چلا جاتا ہے۔ روح کا ارتقاء اور روح کی ترقی شکستِ آرزو اور شکستِ نفس پر ہے۔ جتنا بُری آرزو کو پامال کرو گے، جتنا اپنا دِل توڑو گے اور اللہ کے قانون کا احترام کرو گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محترم بنائے گا اور آپ کی

روحانیت کو قوی کردے گا پھر آپ اپنی زندگی پر حیرت زدہ ہوں گے اور بزبانِ حال کہیں گے ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا

پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

پھر آپ کو اپنی ہستی پر اور اپنی گذشتہ زندگی پر ندامت ہوگی، اپنے بلوغ کے زمانے سے لے کر آج تک کی تمام نالائقیوں کا استحضار ہوگا، پھر آپ سوچیں گے کہ یا اللہ یہ مجھ کو کیا ہوگیا، یہ میرے قلب کی فوکس ویگن کیسے مرسیڈیز بن گئی ؎

کھینچی جو ایک آہ تو زنداں نہیں رہا

مارا جو ایک ہاتھ گریباں نہیں رہا

اللہ کے لیے پھر کہتا ہوں کیونکہ زندگی کے بہت ہی آخری مرحلے میں اختؔر اپنے کو محسوس کرتا ہے، پچھتر سال میری عمر ہورہی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ساٹھ سال کے بعد ایک ایک دن توسیع ہے۔ جس کو آپ انگریزی میں ایکسٹینشن (Extension) کہتے ہیں۔ میں جب صبح اٹھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ ایک دن اور مل گیا۔ بس جس کے نصیبے اچھے ہوں گے اس آخری عمر کی نصیحتوں پر عمل کر کے ولی اللہ ہو جائے گا اور وہی میرا مرید اور میرا دوست ہے ورنہ اُس کو اختیار ہے جہاں چاہے ڈوب کے مرے، میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو واللہ پوری اُمتِ مُسلمہ میں ایک مُسلمان کو بھی غیر ولی نہ رہنے دیتا۔ میرے اختیار میں رونا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے رو رو کر اپنے لئے بھی اللہ کی دوستی مانگتا ہوں اور ایک مسلمان مرد اور ایک مسلمان عورت کے لئے غیر ولی رہنے کا غم محسوس کرتا ہوں کہ اللہ کوئی بندہ اور کوئی بندی آپ کی دوستی کے مقام سے محروم ہو کر نہ مرے۔ سینہ میں یہ دردِ دل رکھتا ہوں اور اسی لئے اس بڑھاپے میں بھی سفر کرتا ہوں کہ شاید کوئی بندہ اس سفر کی مشقتوں سے صاحبِ نسبت ہو جائے۔

سب سے آسان کام

اور ولی اللہ بننے کو اللہ تعالیٰ نے اتنا آسان کام بنایا ہے کہ کوئی شخص فرض ادا کرلے، واجب ادا کرے سُنّت مؤکدہ ادا کرے خواہ زندگی بھر ایک نفل نہ پڑھے مگر ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے، اتنا ایمان و یقین اور عشق و محبت اس کے دِل میں گُھل جائے کہ اس کا جذبہ یہ ہو کہ اپنے مولیٰ کو میں ایک سانس، ایک سیکنڈ ناراض کر کے حرام لذت کو کشید اور چشید نہیں کروں گا تو یہ شخص ولی اللہ ہے۔؎

میری جو ہونی تھی حالت ہوگئی
خیر ایک دُنیا کو عبرت ہوگئی

دوستو! نفس کی دھجیاں اُڑ جائیں تو اُڑ جانے دو، نفس کی شکست و ریخت اور خونِ آرزو ہوتا ہے تو ہونے دو، ہمیں تو اپنے مولیٰ کو خوش کرنا ہے ؎

آرزوئیں خُون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دِل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

رجال اللہ کا مقام روحانیت

اللہ کی یادوں میں جو نور ہے وہ ہماری مرادوں میں کہاں۔ میرا شعر ہے ؎

اُن کی مراد ہیں اگر میری یہ نامرادیاں
اُن کی رضا ہی چاہیئے دوسرا مدّعا نہیں

ہمیں تو اُن کو راضی کرنا ہے، ہماری مرادوں کی آخری منزل اُن کی رضا ہے، اُن کو ناراض کر کے اپنی مُراد کو پورا کرنا عشق نہیں، بے وفائی ہے۔

کون کہتا ہے بامرادی کا
عِشق ہے نام نامرادی کا

اگر ہماری نامرادی اُن کی مُراد ہے تو یہی ہماری بھی مراد ہے ہم اپنی ان مرادوں پر لعنت بھیجتے ہیں جن سے ہمارا مولیٰ راضی نہ ہو۔

جو اُن کی خوشی ہے وہی اپنی بھی خوشی ہے
جا دِل تجھے چھوڑا کہ جدھر وہ ہیں اُدھر ہم

اس لِئے ارادہ کرلو اگر مراد آباد جانا ہے یعنی اگر اللہ کے عالمِ قرب سے آشنا ہونا ہے تو اپنی روحانیت کو رجال اللہ کے مقامِ شیرانیت تک لے جاؤ اور یہ روحانیت بدنظری سے اور بدمعاشیوں سے نہیں بڑھتی، یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں غم اُٹھانے سے، خونِ آرزو سے، شکستِ آرزو سے اور زخمِ حسرت سے عطا ہوتی ہے۔ میرے جتنے لفظ اس وقت نکلے ہیں اِن کو غور سے سُننا اور کیسٹ سے بار بار سُننا۔ یہ روحانیت پیدا ہوتی ہے۔ خونِ آرزو سے، شکستِ دل سے، زخمِ حسرت سے اور غمِ راہ جاناں سے۔

عارفِ غمِ جاناں کی توجہ کے تصدّق
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

کتنا پیارا شعر ہے۔ شبلی منزل اعظم گڈھ سے ایک رسالہ نکلتا تھا " معارف " اُس میں یہ شعر مَیں نے آج سے پچاس سال پہلے پڑھا تھا۔

عارف شاعر کہتا ہے کہ اے عارف میرے پیارے اللہ کے راستے کا غم، محبوب کا غم جو دائمی، غیر فانی، غیر محدود اور سارے عالم سے لذیذ تر ہے اللہ تعالیٰ کی محبت کے اس غم کے فیضان کے صدقے میں ساری دُنیا کے حسینوں کا غم میری نِگاہوں سے گر گیا، مَیں دُنیا کے تمام حسینوں کے غم فانی سے دستبردار ہو گیا، اس غمِ فانی کو میں نے پیروں سے ٹھکرا دیا کیونکہ یہ غمِ جاوداں نہ تھا۔ شکل بگڑنے سے جو غم فنا ہو جاتے وہ غمِ جاوداں نہیں ہوتا کیونکہ شکل بگڑنے کے بعد سب سے پہلے تم ہی اس شکل سے بھاگو گے جن پر تم نے اپنی عزت و آبرو اور حق تعالیٰ کے ایمان کو ضائع کیا ہے۔ مگر کاش میری بات آپ کے دل میں اُتر جائے۔

آج ایک دُعا سکھاتا ہوں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِمداد ہے اور ہم لوگوں کا سلسلہ امدادیہ ہے، ہمارا سب کام اللہ کی امداد سے چلتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب ہمارے پردادا پیر ہیں جو چاروں سلسلوں میں بیعت کرتے تھے۔ پوری دُنیا میں مَیں نے ایسا سِلسلہ نہیں دیکھا، کہیں چشتیہ ہے، کہیں قادریہ ہے، کہیں نقشبندیہ پایا، کہیں سہروردیہ پایا۔ یہ ہم لوگوں کا سلسلہ اتنا پیارا اور مُبارک ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر چاروں سِلسلے جمع ہوتے ہیں، یہ چار دریاؤں کا مجموعہ ہے، یہ نہ سنگم ہے، نہ تربینی ہے۔ اس کو چربینی کہتے ہیں۔ جس میں چاروں دریا شامل ہیں۔ اِس

لئے ہم بیعت ہوتے وقت یہ کہتے ہیں کہ داخل ہوتے ہیں ہم سلسلہ چشتیہ میں، سلسلہ قادریہ میں، سلسلہ نقشبندیہ میں، سلسلہ سہروردیہ میں۔ یہ اتنا وسیع سلسلہ ہے کہ ان شاء اللہ قیامت کے دن چاروں سلسلوں کے اولیاء اللہ کا ساتھ نصیب ہوگا۔

حصولِ نسبت مع اللہ کے لئے عظیم الشان دُعا

اب وہ دُعا سکھا رہا ہوں کہ گیا سے گیا یعنی ہر گیا گذرا، ہر گُناہ کا پکڑا ہوا، ہر گرفتارِ معصیت ان شاء اللہ گُناہوں سے نجات پا جائے گا اور نسبت مع اللہ سے محروم نہیں رہے گا اگر صباحاً اور مساءً یعنی صبح و شام پڑھے گا۔ صُبح و شام وظیفوں کی تاثیر قرآن پاک سے ثابت ہے؛

(یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ)

اللہ تعالیٰ صحابہ کی شان بیان فرما رہے ہیں کہ یہ صُبح شام ہم کو یاد کرتے ہیں۔ علماء لکھتے ہیں کہ صُبح و شام کی تاثیر کی وجہ یہ ہے کہ صُبح و شام فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ شام سے صُبح تک رہنے والے فرشتے فجر کے بعد جاتے ہیں اور فجر سے شام تک رہنے والے فرشتے مغرب کے بعد جاتے ہیں۔ صُبح و شام فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ تو اللہ ایسی حالت میں اپنے ذکر کی تعلیم دے رہا ہے کہ فرشتے میرے بندوں کو میری یاد کی حالت میں پاکر میرے سامنے اُن کی تعریف کریں جیسے شفیق ابا کہتا ہے کہ میرے بیٹوں سے فلاں فلاں وقت میں ملو۔ کیونکہ بیٹے اس وقت فرامینِ سلطنت جاری کرتے ہیں یا کوئی اہم کام کرتے ہیں تو جس طرح ابا خوش ہوتا ہے کہ ان اوقات میں جو میرے

بیٹوں سے ملے گا اور ان کو اچھے کاموں میں مشغول پائے گا تو مجھ سے اُن کی تعریف کرے گا جس سے باپ کو خوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح صُبح و شام ذکر کے لئے مقرر فرمانا یہ اللہ تعالیٰ کے پیار کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ صُبح و شام جب فرشتوں کا تبادلہ ہو تو وہ میرے بندوں کو حالتِ ذکر میں پائیں، عزت کی حالت میں پائیں اور میرے بندے رسوائی میں نہ پکڑے جائیں تو وُہ دُعا کیا ہے:

(اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّكَ بِیْ عَالِمٌ)

اے اللہ! آپ ہم کو ذلیل اور رسوا نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ ہمارے ہر گُناہ سے باخبر ہیں، جب ہم گُناہ کرتے ہیں تو آپ موجود ہوتے ہیں اور جب نیکی کرتے ہیں تو بھی موجود رہتے ہیں۔ آپ کبھی غیر موجود ہوتے ہی نہیں۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ کا یہی ترجمہ ہے کہ اے اللہ! آپ اپنے بندوں سے کبھی غیر موجود نہیں ہوتے، مسجد میں بھی آپ ساتھ ہیں، دفتر میں بھی ساتھ ہیں، ہوائی جہاز پر بھی ساتھ ہیں، بحری جہاز پر بھی ساتھ ہیں، شہر میں بھی ساتھ ہیں، جنگل میں بھی ساتھ ہیں، کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں آپ ساتھ نہ ہوں۔ وَھُوَ مَعَکُمْ جملہ اسمیہ ہے، اس سے خروج محال ہے۔ اب منطق سنئے کہ وَھُوَ مَعَکُمْ جملہ اسمیہ ہے۔ اور جُملہ اسمیہ دلالت کرتا ہے دوام پر اور دوام دلالت کرتا ہے۔ عدم خروج پر کہ اس حالت سے اس کا خروج نہیں ہوسکتا۔ یعنی بندہ ایک سانس ایسا نہیں لے سکتا کہ خُدا اُس کے ساتھ نہ ہو، انسان کا کوئی سانس ایسا نہیں گُذر

سکتا کہ جس سانس میں وَ ھُوَ مَعَکُمْ سے اس کا خروج اور ایگزٹ (Exit) ہوجائے۔ بتاؤ ایسا رفیق کہاں ملے گا جو زمین کے اوپر بھی اور زمین کے نیچے بھی، عالمِ برزخ میں بھی، میدانِ محشر میں بھی اور جنّت میں بھی ساتھ ہو، لاؤ ہمارے پیارے اللہ کے سِوا کوئی ایسا ساتھی، ایسا رفیق، ایسا مولیٰ جو کبھی اور کہیں ساتھ نہ چھوڑتا ہو ؎

ایسا محبوب کوئی دِکھلائے
ہو جو ہر دم دلِ حزیں کا حبیب
جو ہو موجود دِل کی دھڑکن میں
رگِ جاں سے بھی ہو زیادہ قریب

ورنہ جنازہ جب قبر میں اُترتا ہے تو بڑی بڑی عاشق بیویاں زمین کے اوپر رہ جاتی ہیں، مال و دولت و کاروبار اور دفتر اور آفس جس کی وجہ سے اُن کو فِش ملتا ہے اور ڈش ملتا ہے، اگر آفس نہ چلے تو فِش بھی غائب اور ڈِش بھی غائب۔ موت کے وقت آفس اور فِش اور ڈش سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یا نہیں؟ یا آفس ساتھ جاتا ہے کہ صاحب جو کاروبار چھوڑ کر جارہے ہیں اُس کی ترقی کے لئے وقتاً فوقتاً ہدایت جاری کرتے رہیں گے۔

تو اَللّٰھُمَّ کے معنی ہیں اے اللہ! اور اللہ اسمِ اعظم ہے۔ کیا مطلب؟ کہ میرے اسمِ اعظم کے صدقہ میں بھیک مانگو کہ اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ اے اللہ! مجھے رسوا کرنے کی جو قدرت آپ کو حاصل ہے تو رسوا نہ کرنے کی بھی آپ کو قدرت ہے۔ ایک طرفہ قدرت پر اللہ تعالےٰ

مجبور نہیں ہے کہ ایک قدرت رسوا کرنے کی تو حاصل ہو اور دوسری قدرت رسوا نہ کرنے کی حاصل نہ ہو اور قدرت کی تعریف کیا ہے؟

فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے اور اس پر میں بڑے بڑے ایم ایس اور بڑے سے بڑے سائنسداں کو للکارتا ہوں کہ اپنی سائنس کے زور سے میری اس بات کو ذرا رد کر کے دکھاؤ کہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی قدرت کہتے ہیں کہ ضدین پر قدرت حاصل ہو، جو کام کر سکتا ہو اُس کو نہ بھی کر سکتا ہو اس کا نام قدرت ہے۔ اگر کسی کی گردن ایک طرف کو اکڑ گئی ہے دوسری طرف نہیں مُڑ سکتی تو اس کو کہتے ہیں کہ تشنج ہو گیا ہے، کزاز ہو گیا ہے، ٹٹنس ہو گیا ہے اس کو قدرت نہیں کہتے۔ یہ سب طب کی کتابوں میں مُجھ کو پڑھایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ آج میری طبِ یونانی طبِ ایمانی میں تبدیل ہو رہی ہے۔ تو فلسفے کے قاعدہ مسلّمہ کے مُطابق قدرت نام ہے جو ضدین سے متعلق ہو۔ جو کام کر سکتا ہو نہ بھی کر سکتا ہو۔ چنانچہ ایک فلسفہ داں نے حکیم الامّت کو لکھا کہ مَیں جب کسی حسین پر نظر ڈالتا ہوں تو پھر ہٹا نہیں سکتا، میرے اندر طاقت ہٹانے کی نہیں ہوتی۔ حضرت نے لکھا کہ آپ غلط کہتے ہیں۔ اگر آپ دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں تو نہ دیکھنے کی بھی آپ کو طاقت ہے کیونکہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے۔

حدیث اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ الخ کی شرح کا دردانگیز، عاشقانہ اور نادر عنوان

وہ خالقِ سائنس اور خالقِ فلسفہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی اُمّی کو جو کسی

مکتب کا پڑھا ہوا نہیں تھا علومِ نبوّت عطا فرما رہا ہے کہ آپ اس طریقہ سے اُمّت کو سکھا دیجئے مگر کمال ہے شفقت اور رحمت کا کہ اس نبی رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُمّت کی خطاؤں کو خود اوڑھ لیا اور عرض کیا لَا تُخْزِنِیْ اَے خدا! اپنے نبی کو رسوا نہ کیجئے۔ کیا شانِ رحمت ہے رحمۃ للعلمین کی اور کلامِ نبوت کا کیا کمالِ بلاغت ہے کہ رحمتِ حق کو جوش دلانے کے لیے امت کی رسوائی کو اپنی رسوائی سے تعبیر کیا ورنہ کیا نبی بھی کہیں رسوا ہوتا ہے۔ نبی تو معصوم ہوتا ہے اور ذلت و رسوائی اس پر ممتنع اور محال ہے، تو یہ سب ہماری تعلیم کے لیے ہے، ہم کو سکھا دیا کہ ایسے مانگو مگر کیا پیارا انداز ہے کہ اپنے غلاموں کو داغدار نہیں ہونے دیا، سب اپنے اوپر اوڑھ لیا کہ اَے خدا! ہم کو رسوا نہ کرنا۔ فَاِنَّكَ بِیْ عَالِمٌ کیونکہ آپ کو ہمارے سب گُناہوں کا عِلم ہے۔ جب ہم گُناہ کرتے ہیں آپ ہمیں دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ ہماری بے غیرتی اور بے حیائی ہے کہ ہم آپ کے دیکھتے ہُوئے شلواریں کھول دیتے ہیں۔ یہ ہمارا کمینہ پن ہے ورنہ کوئی صاحبِ نسبت اور مومن کامل استحضارِ عظمتِ الٰہیہ کی حالت میں نامناسب موقع پر شلوار نہیں کھول سکتا۔ نامناسب کا لفظ یاد رکھئے کہ گُناہ نام ہی ہے مرضئ خدا کے خلاف کام کرنے کا۔ اللہ کی مرضی کے مطابق کھانا پینا اور ہر جائز نعمت کا استعمال حلال ہے۔ تو اس مضمون کا حاصل یہ ہوا کہ اے خدا! آپ ہمیں رسوا نہ کیجئے۔ فَاِنَّكَ بِیْ عَالِمٌ" میں فاء تعلیلیہ ہے یعنی بوجہ اِس کے کہ آپ کو ہمارے سب گُناہوں کا عِلم تھا، ہے اور ہوتا رہے گا، اِس لیے

ہمیں رسوا کرنے کا ضابطہ سے آپ کو حق حاصل ہے کہ آپ اپنی رسوا کرنے والی قدرت کو ہم پر نافذ کر دیں، کوئی زمانہ، کوئی وقت، کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ ہمیں رسوا کرنے کا قانون اور ضابطہ کی رو سے آپ کو حق حاصل نہ ہو۔ بحقِ ضابطہ ہمیں رسوا کرنے کی آپ کو قدرت ہے جس کی دلیل فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ ہے کہ آپ کو ہمارے سارے گُناہوں کا علم ہے اور جس کو کسی کے عیوب کا علم ہو جائے وہ جب چاہے اس کو رسوا کر سکتا ہے۔ پس بحقِ ضابطہ اگر آپ ہم کو رسوا کر دیں تو آپ ظالم نہیں ہوں گے۔ آپ کا عین عدل، عین انصاف، عین قانون اور ضابطہ ہو گا۔

رحمتِ ارحمُ الرّاحمین کا کاملِ نمونہ مگر حقِ ضابطہ کے بجائے ہم حقِ رابطہ آپ سے مانگتے ہیں کہ آپ وہ ارحمُ الراحمین ہیں جو مولائے رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ آج زندگی میں پہلی دفعہ اللہ کی رحمت سے اختر اس عنوان سے فریاد کر رہا ہے کہ آپ ارحمُ الرّاحمین ہیں مگر آپ کس پیغمبر کے مولیٰ ہیں؟ سیدالانبیاء رحمۃ للعٰلمین کے مولیٰ ارحمُ الراحمین ہیں۔ یوں تو آپ ہم سب کے مولیٰ ہیں، سارے عالم کے مولیٰ ہیں لیکن رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ہونے کی نسبت سے، عظیمُ الشان منسوبِ الیہ کی نسبت سے بے مثل ارحمُ الراحمین کی شانِ رحمت کی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے کہ آپ اس نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ ہیں جو رحمتِ ارحمُ الراحمین کا مظہرِ اتم ہے، آپ کی رحمت کا کاملِ نمونہ ہے۔ جس کی شان یہ ہے کہ مکہ کے ظالموں کو، ستانے والوں کو،

حالتِ نماز میں آپ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالنے والوں کو، راہ میں کانٹے بچھانے والوں کو، طائف کے بازار میں پتھر مار کر آپ کے سرِ مبارک کے خونِ مبارک سے نعلین بھرنے والے ظالموں کو فرمادیا کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دِن تم سے کوئی انتقام نہیں، جو بھائی یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا وہی تمہارا بھائی آج تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔ آہ! بھائی بھی فرما رہے ہیں تو ایسے نبی رحمت کے آپ مولیٰ ہیں! پھر آپ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ ہوگا! ہمارے وہم وگمان سے اور قیل وقال سے آپ کی رحمت بے پایاں بالاتر ہے۔ پس بحق ضابطہ ہم مستحقِ رسوائی ہیں لیکن اے ارحم الراحمین اے مولائے رحمۃ للعٰلمین ہم آپ سے بحقِ رابطہ بحق رحمت بحق رحمۃ للعٰلمین فریاد کرتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور اِس نسبتِ غلامی کا آپ کو واسطہ دیتے ہیں کہ لَا تُخْزِنِیْ ہمیں رسوا نہ کیجئے، معاف کردیجئے، کیونکہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُمت کو جو دُعا سکھائی تو اس منفی میں مُثبت درخواست پوشیدہ ہے کہ اے خدا! آپ کو ہمیں رسوا کرنے کی جتنی قدرت ہے اتنی ہی قدرت رسوا نہ کرنے کی بھی ہے۔ آپ کو دونوں قدرت حاصل ہے۔ چاہیں تو بحقِ ضابطہ آپ ہم کو ذلیل و رسوا کردیں کہ سارے عالم کو ہم مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہیں اور چاہیں تو بحقِ رابطہ، بحقِ رحمت اور بحقِ محبت جو ہمیں پیدا کرنے اور پالنے کی وجہ سے آپ کو ہم سے ہے اپنی اِس رسوا کرنے والی قدرت کے قضیہ کا عکس کردیں اور ہمیں رسوا نہ کریں کیونکہ ہمیں آپ کے

خاص بندوں اور بڑے بڑے علماء نے بتایا ہے کہ فلسفہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے یعنی قادر وہ ہے جو ضدین پر قادر ہو کہ جو کام کرسکتا ہو وہ نہ بھی کرسکتا اور جو دوطرفہ قدرت نہ رکھتا ہو وہ مجبور ہوتا ہے اور آپ مجبور نہیں ہیں۔ آپ جس طرح رسوا کرنے والی صفت کے ظہور پر قادر ہیں اسی طرح اپنی اس صفت کو ظاہر نہ کرنے پر بھی قادر ہیں یعنی آپ کو دونوں پر قدرت ہے۔ آپ ہم کو جتنا رسوا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اتنا ہی رسوا نہ کرنے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔ لٰہذا اے ارحمُ الراحمین اپنی رحمت کے صدقہ میں اپنی رسوا کرنے والی صفت ہم پر ظاہر نہ کیجئے بلکہ اس کا ضد اور عکس یعنی رسوا نہ کرنے والی صفت کا ہم پر ظہور فرما دیجئے۔

ایک بزرگ سے کسی نے کہا کہ ہم نے تم کو نامناسب حالت میں دیکھا ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ تم نے تو میری صرف ایک غلطی دیکھی ہے لیکن میری زندگی میں کتنے گُناہ ہیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی ہے۔ جو تم کہہ رہے ہو یہ تو اُن ہزاروں خطاؤں اور گُناہوں میں سے ایک ہے جن کو تم نہیں جانتے۔ ہر گُناہ گار اپنے گُناہوں کی تعداد کو جانتا ہے، کمیات کو بھی جانتا ہے۔ کیفیات کو بھی جانتا ہے اور کس جغرافیہ سے گُناہ کیا ہے وہ بھی جانتا ہے۔ لیکن علم جغرافیہ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی تاریخِ گناہ پر اپنی ستاریت کا پردہ ڈالا ہوا ہے۔ اسی لئے دُعا کرتا ہوں کہ:

(اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ فَاِنَّکَ بِیْ عَالِمٌ)

اے اللہ! مجھے رسوا نہ کیجئے کہ آپ میرے تمام گناہوں سے باخبر ہیں۔

حدیث پاک کے دوسرے جز کی عشق انگیز و عارفانہ شرح

اب دوسرا جُملہ بھی اسی سرکارِ عالیہ کا ہے دُوسرا جُملہ بھی مسجدِ اشرف سے نشر کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے؛

(وَلَا تُعَذِّبْنِیْ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ)

اور اے خدا ہم کو عذاب نہ دیجئے کہ ہمیں عذاب دینے کی بحق قانون وضابطہ آپ کو پوری قدرت حاصل ہے لہٰذا پوری قدرت کے اعتبار سے ہم کو پورا عذاب دینے پر آپ قادر ہیں لیکن اے مولیٰ! جتنا عذاب دینے کی آپ کو قدرت ہے تو اس قضیہ کے عکس کی یعنی عذاب نہ دینے کی بھی آپ کو اتنی ہی قدرت حاصل ہے۔ عذاب دینے کی یک طرفہ قدرت کے اظہار پر آپ مجبور نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم بے کسوں، غریبوں اور گُناہ گاروں پر آپ رحم فرمائیں اور عذاب نہ دینے کی قدرت کا ہم پر ظہور فرما دیجئے۔

ارحمُ الراحمین کی عظمتِ شان کے عجیب عارفانہ نکات

اور مخلوق میں چونکہ تاثر وانفعال ہے اس لئے اس پر جب اس کی کسی صفت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو دوسری صفت میں منتقل ہونے میں دیر لگتی ہے جیسے کسی پر غصّہ چڑھ گیا تو اب رحم وکرم کی صفت میں منتقل ہونے میں اس صاحبِ غضب کو کچھ تاخیر ہوگی، کچھ وقت لگے گا کیونکہ خُون گرم ہو گیا، گردن کی رگیں پھُول گئیں، آنکھیں سُرخ ہو گئیں، تو اب صفتِ غضب سے صفتِ عفو میں آنے میں کچھ دیر لگے گی لیکن اللہ تعالیٰ کی شان سُن لو کہ جس لمحہ اور جس سیکنڈ میں

اگر اللہ تعالیٰ غضب اور اظہارِ قدرتِ عذاب کا ارادہ کرلیں تو اسی لمحہ اور سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ اظہارِ قدرتِ عذاب کو اظہارِ کرم وعفو میں منتقل کرنے پر قادر ہے، ان کی صفتِ غضب و انتقام کو صفتِ عفو وکرم میں تبدیل ہونے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تاثر وانفعال سے پاک ہے۔ وہ فاعل تو ہے منفعل نہیں ہوسکتا، وہ مؤثر ہے متاثر نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا سکھا کر ہمارا بیڑہ پار کردیا کہ میرا اُمتی اگر یہ دُعا پڑھ لے تو حق تعالیٰ کی صفتِ تعذیب اور صفتِ غضب سیکنڈوں میں نہیں اس سے بھی زیادہ جلدی اور تیزی سے صفتِ عفو وکرم میں تبدیل ہوجائے گی کیونکہ سیکنڈ ہمارا بنایا ہوا ہے اللہ تعالیٰ سیکنڈ سے بھی بے نیاز ہے، وہ سیکنڈ سے بھی زیادہ تیز کام کرسکتا ہے جس کا احاطہ اعداد و شمار نہیں کرسکتے۔ پس آپ عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل کرکے ہمارا بیڑہ پار کردیجئے اور یہ ہم آپ سے بحق رابطہ مانگتے ہیں کہ آپ مولائے رحمۃ للعالمین ہیں اور اس نبی رحمت کی یہ شان ہے جنہوں نے اپنے خُون کے پیاسوں کو مُعاف فرمادیا تو آپ کی شانِ ارحم الراحمین کا کیا عالم ہو گا۔ پس اپنی رحمت کے صدقہ میں آپ اپنے غضب اور عذاب دینے کی قدرت کو عذاب نہ دینے کی قدرت میں تبدیل فرمادیجئے کیونکہ جتنی قدرت عذاب دینے کی آپ کو ہے اتنی ہی قدرت عذاب نہ دینے کی بھی ہے دونوں میں ذرا بھی فرق نہیں ہوسکتا۔

حق تعالیٰ کی شانِ رحمت شانِ غضب سے زیادہ ہے

بلکہ ایک بات مزید یہ ہے کہ عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو ہے عذاب نہ دینے کی قدرت بوجہ رحمت وکرم اس سے بھی زیادہ ہے، آپ کی رحمت آپ کے غضب سے زیادہ ہے۔ یہ ادائے الوہیت بزبانِ نبوّت اختر پیش کر رہا ہے، یہ ادائے خواجگی عبدِ کامل کی زبان سے اختر پیش کر رہا ہے جس سے بڑا کوئی کامل بندہ نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی رحمت اور غضب کی صفت میں دوڑ ہوئی، مسابقہ ہوا تو حدیثِ قدسی ہے کہ

(سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ غَضَبِیْ)

اللہ کی صفتِ رحمت صفتِ غضب سے آگے بڑھ گئی جس سے بندوں کا بیڑہ پار ہو گیا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دُعا سکھائی وَلَا تُعَذِّبْنِیْ اور ہمیں آپ عذاب نہ دیجئے۔ فَاِنَّکَ عَلَیَّ قَادِرٌ کیونکہ آپ کو تو ہم پر پوری قدرت ہے، ہم تو آپ کے تحت القدرہ ہیں جو چاہیں آپ ہمیں کر دیں، کُتّا بنا دیں، سُور بنا دیں، زمین پھاڑ کر دھنسا دیں، عذاب کی جتنی قسمیں ساری اُمتوں پر آئی ہیں، آپ سب کی سب اجتماعی طور پر اس گناہ گار پر نازل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن آپ ہم کو عذاب دینے کی تمام قدرتوں میں سے ایک قدرت کا بھی ظہور نہ کیجئے، عذاب دینے کی جتنی قدرت آپ کو حاصل ہے اس میں سے ایک ذرّہ بھی نافذ نہ کیجئے بلکہ عذاب نہ دینے والی قدرت میں ایک ذرّہ نہ چھوڑیئے۔

آہ! سوچو تو سہی کیا یہ حق تعالیٰ کا کرم اور علمِ عظیم نہیں ہے کہ عذاب دینے کی جو قدرت آپ کو ہے اس میں سے ایک ذرہ، ایک اعشاریہ ظاہر نہ ہونے دیجئے اور عذاب نہ دینے کی جو آپ کو قدرت ہے وہ سب کی سب ہم پر ڈال دیجئے۔ کیا مطلب؟ کہ غضب کا سارا ظہور ختم اور ساری رحمت ہم پر تمام کردیجئے، بحرِ رحمت ذخارِ غیر محدود کو ہم پر انڈیل دیجئے، اپنی رحمت کی بارش فرما دیجئے کہ آپ کی رحمت کا تماشہ دیکھ کر ساری دُنیا حیرت زدہ ہوجائے کہ ارے اس کو تو ہم معمولی سمجھتے تھے، یہ کیا سے کیا ہوا جارہا ہے اللہ تعالیٰ جس کی تاریخ بدلتا ہے تو سارا عالم حیرت زدہ ہوجاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی تاریخِ ذلت کو بدلتا ہے اور عزت کی تاریخ دیتا ہے تو سارے مورخینِ عالم اور مورخین کائنات انگشت بدنداں، حواس باختہ اور حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ بس اب لُغت ختم، دُنیائے لُغت سرنگوں ہے۔ اللہ اللہ ہے، ہماری کوئی لُغت ان کے کمالات کی تعبیر و تفسیر کرنے سے قاصر ہے۔ اب دُنیائے لُغت سرنگوں و عاجز ہے اس لیے بس۔

گفتن امکاں نیست خامش والسلام

ایسے موقع پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سُنّت ادا کررہا ہوں کہ اب میرے پاس الفاظ نہیں ہیں لہٰذا اب میں خاموش ہوتا ہوں اور اللہ کے سُپرد اختؔر اپنے کو بھی کرتا ہے اور آپ سب کو بھی اللہ کے سُپرد کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب پر اپنی خاص نوازش فرمادیں۔ اختؔر کو میری اولاد

اور ذرّیات کو میرے احباب کو ان کی ذرّیات کو میرے احباب حاضرین حاضرات اور احباب غائبین اور غائبات سارے عالم میں کسی کو محروم نہ فرمایا بلکہ اس اُمتِ مسلمہ کو بھی مالامال فرما اور امم سابقہ مسلمہ جو جا چکی ہیں اور دوسرے نبیوں پر ایمان لائی تھیں ان کو بھی محروم نہ فرمائیے، ان کو بھی بخش دیجئے۔ لہٰذا پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے اختر دعا کرتا ہے اور امم سابقہ مسلمہ کے لیے بھی دُعائے مغفرت مانگتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰاحِمِیْنَ۝



سِلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۵

ولی اللہ بننے کے پانچ نُسخے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

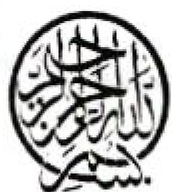
باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



ولی اللہ بننے کے پانچ نسخے

محبی و محبوبی مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت ظلالہم علینا وعظ سے پہلے اکثر نعت کے اشعار یا عارفانہ اشعار پڑھوا کر سُنتے ہیں اور کبھی کسی شعر کی تشریح بھی درمیان میں فرما دیتے ہیں پڑھنے والے نے آج جب یہ شعر پڑھا ؎

تیری مرضی پہ ہر آرزو ہو فدا
اور دل میں بھی اس کی نہ حسرت رہے

تو ارشاد فرمایا کہ جو آرزو پوری نہ ہو اس پر جو غم ہوتا ہے اس کا نام حسرت ہے۔ گُناہ کے تقاضوں پر عمل نہ کرنے سے بھی دِل میں حسرت پیدا ہوتی ہے لیکن یہ حسرت بھی نہ رہے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی بھنگی پاڑے میں رہتا ہے، ہر وقت بدبو سونگھتا ہے، پورا ماحول بدبو سے بھرا ہوا ہے لیکن پھر اس فیکٹری میں جہاں عود اور شمامہ کا عطر کشید کیا جاتا ہے اس کی دید و شنید ہو گئی اور وہاں اس کو نوکری مِل گئی۔ اب ہر وقت خوشبوؤں میں رہتا ہے۔ کچھ دِن کے بعد اس کا ذوق خوشبو کا ایسا عادی ہو جائے گا کہ اس کو اپنے ماضی پر حیرانی ہو گی کہ آہ میں کہاں بھنگی پاڑے میں پاخانے کے کنستروں میں پڑا ہوا تھا۔ کیوں نہ میں نے گُلشن میں اور گُلستانِ جوہر میں

بڑا پلاٹ خریدا۔ اسی طرح جس گناہ گار کو اللہ والوں کی صُحبت مِل گئی اور اس کو ندامت ہونے لگی کہ آہ اَب تک میں کہاں نافرمانی کی خبیث حرکتوں میں مُبتلا تھا یہی دلیل ہے کہ اس کے قلب کی ناک کو حق تعالیٰ کی محبّت کی پاک خوشبو مل گئی، اس کو ذوقِ اولیاء اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا ذوق نصیب ہوچکا۔ اس لئے اب اس کو تمنّا بھی نہیں ہے، گناہوں کی حسرت بھی نہیں ہے۔ اس مثال سے بات واضح ہوگئی ورنہ بعض لوگ کہتے کہ گُناہوں پر حسرت نہ ہونا بہت مشکل ہے لیکن ذوق بدل جاتا ہے، مزاج بدل جاتا ہے۔

میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ٹھنڈک لگ رہی ہے، سردی سے کانپ رہے ہو لیکن ایک پیالی گرم گرم چائے پیتے ہو تو ٹھنڈک دور ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ جب ایک پیالی چائے مزاج بدل سکتی ہے تو کیا اللہ والوں کی صُحبت سے مزاج نہیں بدلے گا۔ اگر اللہ والوں کے ساتھ رہ کر بھی مزاج نہیں بدلا تو یہ شخص چور ہے۔ یہ بظاہر بھنگی پاڑے سے نکل آیا اور پھولوں میں رہتا ہے لیکن کبھی کبھی بھنگی پاڑے سے پاخانے کی ڈبیہ لاکر سُونگھتا رہتا ہے۔ یہ خفیہ طور پر کسی گُناہ میں مبتلا ہے، یا تو اس کی آنکھیں پلید ہیں اور یہ حسینوں کو تاک جھانک کرتا ہے یا پھر اس کا قلب پلید ہے کہ گندے خیالات پکاتا ہے اور تنہائیوں میں چادر اوڑھے ہوئے، ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے ماضی کے گناہوں کا تصوّر کرتا ہے اور کالج کے فرسٹ ایئر (Ist year) کے ایئر (year) یاد کرتا ہے۔

اِس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو حرام فرمایا اور اس پر قرآن پاک کی آیت کا استدلال ہے کہ :

(يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِي الصُّدُوۡرُ)

اللہ تعالیٰ تمھاری آنکھوں کی چوریوں سے باخبر ہے اور جو کچھ تم اپنے سینوں میں چھپاتے ہو، جو گندے خیالات پکاتے ہو اس سے بھی اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ جب تم دِل میں ماضی کے گُناہوں کا تصوّر کرتے ہو اس وقت میں تمھیں کہاں یاد رہتا ہوں۔ حرام لذت لینے والو! ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔ تم صاحب نسبت بنتے ہو، یہ کیسی نسبت ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو یاد بھی نہیں آتا کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔ گُناہ کی گٹرلائنوں میں جانے کا سوچنے سے بھی دِل گندا ہو جاتا ہے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ کے بن کے دیکھو۔ واللہ اختر قسم کھا کر کہتا ہے کہ اگر دونوں جہاں سے بڑھ کر لذّت نہ پاؤ تو کہنا کہ اختر جھوٹا ہے اور اگر اللہ والا نہیں بننا ہے تو میرا ساتھ بھی چھوڑ دو، مت رہو میرے ساتھ! اللہ کی ذات رشکِ دوجہاں ہے، دونوں جہان کی لذتوں سے زیادہ غیر محدود لذّت اللہ کے نام میں ہے۔ اللہ کا نام رس ملائی رکھتا ہے، دونوں جہان کی مٹھائی رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خالقِ لذاتِ دوجہاں ہے، خالقِ لذاتِ کائنات ہے، جو لذاتِ دوجہاں کا خالق ہے تو خود اس کا نام کیسا ہوگا، جس کے نام سے دِل کو چین مِلتا ہے اس کا مسمّیٰ کیسا ہوگا، جس کا ذکر اطمینانِ قلب کا ضامن ہے۔

(اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)

اے لوگو! سُن لو اللہ ہی کے ذکر سے تم کو اطمینان اور چین ملے گا، اس کو چھوڑ کر کہاں حرام لذت تلاش کرتے ہو، کب تک پلید رہو گے، کب تک لید کے مقامات پر عاشق رہو گے۔ کچھ حیا اور شرم کرو۔ خطرے کی گھنٹی بج چکی، بال سفید ہو گئے۔ یہ دلیل ہے کہ اب تمھیں ڈیپارچر (Departure) کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کھیت میں غلہ پک جائے اور سفید ہو جائے تو سمجھ لو اب یہ غلہ کھیت میں رہنے نہیں دیا جائے گا۔ اب اس کا مالک اپنے کھلیان میں لے جائے گا، جب بال سفید ہو گئے تو اب کیا ماضی کی داستان اپنے دِل میں دہراتے ہو۔ دِل بھی تو پابند ہے میری بندگی کا۔ جب کہ تم میرے بندے ہو تو تمھارا دِل میرا بندہ نہیں ہے؟ تم بجمیع اجزاءہ میرے بندے ہو، پھر آدابِ بندگی کیوں نہیں بجالاتے، اپنے قلب کو میری فرماں برداری میں کیوں مست نہیں رکھتے۔ میرے بن جاؤ پھر دیکھو لذت دو جہاں سے بڑھ کر پاؤ گے۔ اللہ، اللہ ہے، بہت بڑا، بہت پیارا مالک ہے جو لیلاؤں کو نمک دیتا ہے۔ اگر لذتِ دو جہاں سے زیادہ مزہ چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کو دِل میں حاصل کرو۔

وہ شاہِ دو جہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

یہ اخترؔ کا شعر ہے جو اس وقت آپ سے خطاب کر رہا ہے۔

اَرے یارو جو خالق ہو شکر کا
جمالِ شمس کا نور قمر کا
نہ لذّت پوچھ پھر ذکرِ خُدا کی
حلاوت نامِ پاک کبریا کی

ورنہ مرنے کے بعد پچھتاؤ گے۔ واللہ کہتا ہوں خاص کر ان دوستوں سے جو رات دِن اس فقیر کے ساتھ ہیں کہ جلد جست لگاؤ، ہمت مردانہ استعمال کرو ؎

بُلبل نے کہا عِشق میں غم کھانا چاہیئے
پروانہ بولا عشق میں جَل جانا چاہیئے
فرہاد بولا کوہ سے ٹکرانا چاہیئے
مجنوں نے کہا ہمتِ مردانہ چاہیئے

تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہمتِ مردانہ استعمال کرو۔ اپنے زنانہ پن اور بُزدلی کی عادتیں چھوڑ دو۔ اِرادہ پر مراد مِلنا یقینی ہے۔ ان شاء اللہ۔ مگر ارادہ تو کرو، ارادہ میں جتنی طاقت ہے اس طاقت میں کوئی خیانت مت کرو تو ان شاء اللہ ولی اللہ بن جاؤ گے۔ بیچ بیچ میں شرح اس لالچ میں کرتا ہوں کہ شاید میری بات میرے دوستوں کے دِل میں اُتر جائے اگرچہ تھک جاتا ہوں لیکن کیا کروں ؎

مَیں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر
مگر مَیں کیا کروں چُپ بھی نہیں مجُھ سے رہا جاتا

مَیں زندگی کا ضائع ہونا اپنے دوستوں کا کیسے برداشت کروں؟ مَیں نے زندگی ضائع کرنے والوں کی تاریخ کا مُطالعہ کیا ہے اور خود انھوں نے اقرار کیا کہ مجاز میں کچھ نہیں پایا۔ ان کی بھی چاندنی ڈھل گئی اور مولیٰ سے بھی محروم رہے۔ یہ ظالم وہ گدھا ہے جو دریا میں چاند ڈھونڈ رہا تھا۔ چاند آسمان پر تھا۔ اس نے دیکھا کہ آج چاند دریا میں نظر آرہا ہے۔ آج موقع سے فائدہ اُٹھا لو۔ وہ دریا میں گھسا۔ اس کے پاؤں سے ریت پانی میں محلول ہوگیا۔ جس سے پانی گدلا ہوگیا۔ چاند کا عکس بھی گیا اور اصلی چاند بھی نہ ملا اور نقلی چاند بھی نہ ملا۔ یہ وہ گدھے ہیں جن کو اصل اور نقل دونوں سے محروم موت آئے گی۔ اصل سے بھی محروم یعنی مولیٰ سے بھی محروم اور لیلیٰ سے بھی محروم کیونکہ کچھ دن کے بعد حُسن ان کے چہروں سے زائل ہو جائے گا، تب یہ حواس باختہ ہو کر گریبان چاک کر کے روتے رہیں گے۔ یہ بات میں بہت بے ساختہ پیش کر رہا ہوں کہ فاختاؤں کو چھوڑ دو، خالقِ فاختاؤں سے ملو۔ میں اس عالم کی بات پیش کر رہا ہوں جس عالم میں سُورج نہیں ہے۔ یہ دن اور رات سُورج سے بنتے ہیں۔ یہ حُسن کا زوال سُورج سے ہوتا ہے، اسی سے دن بنتے ہیں، ہفتہ بنتا ہے، مہینہ بنتا ہے، پھر سال بنتا ہے اور معشوق ۸۰ سال کا ہو جاتا ہے مگر میں اس عالم کی بات پیش کر رہا ہوں جہاں آفتاب اور ماہتاب نہیں ہیں حق تعالیٰ کی محبّت کے نشہ کو پیش کر رہا ہوں، اس لیے میری تقریر میں ان شاء اللہ تعالیٰ زوالِ حُسن کی کہیں دُور دُور سے بھی بُو نہیں آئے گی۔ کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کے عالمِ قرب کی جو بات ہوتی ہے، وہاں زوال نہیں ہے، جمال ہی جمال ہے

اور جمالِ لازوال ہے۔ زندگی پھر کہاں ملے گی؟ دوستو! جس دن موت آئے گی تو پھر زندگی کہاں پاؤ گے۔ اسی زندگی کو اللہ پر فدا کرنا ہے۔

دُنیا کا کوئی ولی اللہ ایسا نہیں ہوا، اور اولیاء کا غلام، سچا، فرماں بردار اور متبع جس کو اللہ نہ ملا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ آؤ میری گود میں۔ اپنے دِل کا ایک پھول اللہ پر فدا کر دو اس کے بدلہ میں اللہ گلستان دیتا ہے، صرف ایک گُل کے بدلے میں باغ کا باغ دیتا ہے پھولوں کا۔ ایک خونِ آرزو کر کے دیکھو، گلستانِ تمنا دیتا ہے۔

بہت غور سے سُنو میری باتوں کو۔ شیخ کے انتقال کے بعد پھر پچھتانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ زندگی میں شیخ کی قدر کر لو اور اس کی بازِ شاہی یعنی تعلق مع اللہ سے نیک گمان رکھو اور اس سے شاہ بازی سیکھ لو۔ (جامع عرض کرتا ہے کہ اسی غزل کے ایک اور شعر کی تشریح فرمائی جو مندرجہ ذیل ہے۔)

ساری دُنیا ہی سے مجھ کو نفرت رہے
بس ترے نام کی دِل میں لذت رہے

ارشاد فرمایا کہ ساری دُنیا سے مراد ماں باپ، بیوی بچے اور اللہ والے نہیں ہیں۔ دُنیا اس چیز کا نام ہے جو ہمیں اللہ سے غافل کر دے۔ جو دُنیا اللہ پر فِدا ہو وہ دُنیا نہیں، وہ تو آخرت ہے۔ لہٰذا بیوی بچوں کی محبت، ماں باپ کی محبت، شیخ کی محبت اور اللہ والوں کی محبت دُنیا میں شامل نہیں ہے۔ وہ تو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت ملنے کے ذرائع ہیں۔ وسائلِ وصل کہیں اسبابِ فراق ہو سکتے ہیں؟ دُنیا اسی کا نام ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

میں مُبتلا کردے۔ بس باقی دُنیا نہیں ہے۔ یہ دوست احباب اللہ والے یہ تو ہمارے آخرت کے باغات ہیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر ہمیں آخرت کے پھول ملتے ہیں، آخرت کی خُوشبو ملتی ہے۔ ان کے ساتھ تو رہنا بھی مزے دار ہوتا ہے، کھانے پینے میں بھی مزہ آتا ہے۔ (اس کے بعد حضرتِ اقدس نے بیان شروع فرمایا)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

بعض وقت بعض مضمون کا وزن میرے دِل پر آتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی اور مجلس کے لیے اس کو بچا کے رکھوں کہ آج فلاں دوست نہیں اس کی وجہ سے اس میں تاخیر کروں تو پھر اس کا وزن مجھے بیان پر مجبور کرتا ہے، پھر میں کسی کا انتظار نہیں کرسکتا، پیارے سے پیارے کا بھی انتظار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ سب سے بڑا پیارا جب دِل پر وزن ڈالتا ہے تو جتنے پیارے ہیں سب مغلوب ہوجاتے ہیں اور پھر میرے لئے مُمکن نہیں ہوتا کہ آج نہ بیان کروں۔

لہٰذا اب جو مَیں بیان کر رہا ہوں یہ وہی مضمون ہے جس کو میں نے روکا تھا کہ کسی اور موقع پر بیان کروں گا مگر سب سے بڑا پیار مجھے مجبور کرتا ہے لہٰذا ابھی میں اس کو بیان کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق

آسمان پر جس کی نظر نہیں ہوتی وہی ظالم زمین کا ڈھیلہ بن کر گُناہ میں مُبتلا ہوتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ اور یہ یقین کامِل ہوجائے کہ مَیں زمین پر جس حسین یا حسینہ کو دیکھ رہا ہوں،

بدنظری کر رہا ہوں اس وقت آسمان والا کیسا غضب ناک ہوگا، کیا بنے گا میرا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے غضب کی کوئی تاب لاسکتا ہے؟ سوچ لو جتنی دیر تک کسی گُناہ میں انسان مُبتلا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کا غضب مول لیتا ہے خواہ کوئی بھی گُناہ ہو، وی سی آر (V.C.R) ہو، ڈش انٹینا ہو، ننگی فلمیں ہوں، مووی بنوانا ہو، ایسی شادی بیاہ میں شرکت ہو جہاں گُناہ ہو رہے ہوں، گانے بج رہے ہوں، عورتیں مرد مخلوط پھر رہے ہوں، کوئی شرعی پردہ نہ ہو، دُنیا میں جتنے بھی نافرمانی کے اعمال ہیں کسی کی رعایت سے ان گُناہوں کو کرنا جائز نہیں ہے نہ بادشاہِ وقت کی رعایت سے، نہ اپنے ماں باپ کی رعایت سے، نہ غلط پیر اور نالائق مرشدین کے حکم سے کسی قسم کے گُناہ کی اجازت نہیں۔ سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے، اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سُنایا تھا کہ ایک بزرگ کو بادشاہ نے بُلایا اور کہا کہ سُنا ہے کہ تم تصویروں سے احتیاط کرتے ہو، ابھی تصویر کھنچوانا پڑے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے جو عاشق ہوتے ہیں ان کی راہِ تقویٰ میں، ہمتِ تقویٰ میں، عزمِ تقویٰ میں، ارادۂ تقویٰ میں، گُناہوں سے بچنے کے ارادوں میں اللہ اپنی مدد شاملِ حال کرتا ہے۔ ان بُزرگ کے انکار پر بادشاہ نے اُن کے قتل کا حکم دے دیا۔ اُنھوں نے فوراً کہا کہ یَا بَاطِنُ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ''یَا بَاطِنُ'' جس کے معنی ہیں ''اے پوشیدہ''۔ بس وہ مخفی ہوگئے سامنے ہی سے غائب! اب جلاد پوچھتا ہے کہ آپ نے جس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا وہ تو پتہ نہیں کہاں چلا گیا۔ بادشاہ پڑھا لکھا تھا اس نے کہا ''یا باطن''

کہہ کر اپنے کو چھپا لیا، اللہ نے اس کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی کردیا۔ اس کے بعد "یاظاہر" کہہ کر پھر آگئے، وہیں تھے اور نہیں تھے جب "یاظاہر" کہا تو پھر موجود! بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا پھر تلوار نکالو اور اس کو قتل کرو، یہ بادشاہ کا مقابلہ کر رہا ہے۔ لیکن وہ بادشاہ کے بادشاہ کی بات مان رہے تھے۔ پھر فوراً انھوں نے کہا "یاباطن" اور غائب ہوگئے۔ تین دفعہ ایسے ہوا کہ "یاباطن" کہہ کر غائب ہوگئے اور یاظاہر کہہ کر آگئے۔ تب بادشاہ کرسی سے اتر آیا اور پیر پکڑ کر رونے لگا کہ ہم کو نہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی اس طرح گناہوں سے حفاظت کرتا ہے۔

عمل کرکے تو دیکھو، اپنی ہمت کو استعمال کرکے تو دیکھو، اللہ تعالیٰ غیب سے مزاج بدل دے گا۔ عالمِ غیب میں عالمِ شہادت کا مزاج تبدیل کرنے کی طاقت موجود ہے۔ عالمِ غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کا فیض ہے۔ ان کی رحمت اور کرم کی بارش ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش پابندِ موسم نہیں ہے۔ وہ ان کی مشیت میں ہے۔ جب چاہیں جس پر فضل کردیں۔ جیسے تائب صاحب کا شعر ہے ؎

طعنہ نہیں ماضی کا دیا جائے کہ ہم لوگ
تب اور طرح کے تھے ہیں اب اور طرح کے

اللہ تعالیٰ کے فضل کی علامت

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اس فضل کی علامت یہی ہے کہ جب گناہ سے بچنے کی توفیق اور ہمت ہو تو سمجھ لو کہ اب اللہ کے پیارے اور مقبول بن گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

اپنے مقبول بندوں کو گناہوں کی نجاست میں آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ آپ اپنے بچوں کو گٹر میں گرتے نہیں دیکھ سکتے تو اللہ تعالیٰ ہر وقت ہم کو دیکھ رہا ہے اور اپنے دوستوں کو تو خاص نگاہِ کرم سے دیکھتے ہیں تو کیسے وہ اپنے دوستوں کو گناہ کی نجاستوں میں مُبتلا ہونے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر وقت ہم کو دیکھ رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے ہماری دوستی میں کمزوری ہے، ہمارے تقویٰ میں کمزوری ہے، ہماری وفاداری میں کمزوری ہے۔ بے وفائی کے عذاب میں ہم مُبتلا ہیں، ہم طاقت چور ہیں، ہمت چور ہیں، لعنتی حیات کے عادی ہیں، خوگرِ معاصی ہیں۔ اگر ہمت نہ کی تو ساری زندگی یوں ہی گذر جائے گی۔ جن لوگوں نے اپنی جان کی بازی نہیں لگائی اور شیخ کو بازِ شاہ سمجھ کر اُس سے شاہبازی نہیں سیکھی اور ہمت نہیں کی ان کو گُناہوں کی آلودگی ہی میں موت آئے گی بس فیصلہ کر لو کہ کیا چاہتے ہو، اپنی زندگی کا فیصلہ کر لو کہ گناہوں میں آلودگی کے ساتھ موت چاہتے ہو یا اللہ تعالیٰ کی ولایت اور دوستی کا تاج سر پر رکھ کر مرنا چاہتے ہو۔ بس اس لیے آج سے ارادہ کر لو، ہمت کر لو کہ سو فیصد اللہ تعالیٰ کا بن کر مرنا ہے۔

تقویٰ کی فرضیت کا ایک راز

اللہ تعالیٰ نے قوتِ ارادیہ میں بہت طاقت دی ہے۔ اگر ہماری قوتِ ارادیہ میں معصیت سے بچنے کی طاقت نہ ہوتی تو خدا تعالیٰ تقویٰ کو فرض نہ کرتا۔ بالغ ہونے سے لے کر مرتے دم تک اپنی خباثت سے خواہ برجستہ اور بے ساختہ گُناہ کرتے کرتے کوئی کتنا ہی خستہ ہو جائے لیکن زندگی کے کسی دور میں اور زندگی کے کسی موڑ پر کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی اس رحمت اور فضل اور قوتِ ارادیہ سے

محروم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طاقت دی ہے، ہمت دی ہے لیکن اپنے کمینہ پن سے ہم اسے استعمال نہیں کرتے۔ البتہ بدپرہیزی کرتے کرتے ہماری قوتِ ارادیہ جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اس کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ نقصان خود ہم نے پہنچایا ہے اللہ نے نہیں پہنچایا، ہم نے اپنے گناہوں کی عادتوں سے ارادۂ تقویٰ کی طاقت کو نقصان پہنچایا ہے، سایۂ رحمت کو سر سے ہٹا کر سایۂ لعنت میں اپنے کو خود داخل کیا ہے، بدنظری کر کے حسینوں کو دیکھ کر۔ تو اے سایۂ لعنت میں رہنے والو! تم نے اپنے کو برباد کیا ہے، اللہ نے نہیں برباد کیا۔ اگر تم اپنی بُری خواہشوں کو برباد کرتے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قلب کو آباد کر دیتا اور تم اس شعر کا مصداق ہوتے ؎

برباد محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دلِ ناشاد کو وہ شاد کریں گے

خوشیوں کی ضمانت

لیکن ہم خود کو کتنا ہی نقصان پہنچالیں پھر بھی تلافی ہو سکتی ہے۔ اگر تلافی نہ ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ توبہ کا دروازہ نہ رکھتے لیکن آپ جو حرام خوشیوں سے شادابی چاہتے ہیں اس ویرانی سے اللہ تعالیٰ پناہ نصیب فرمائے۔ اگر آپ اپنی حرام آرزوؤں کو توڑ کر اپنے دِل کو ناشاد کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو شاد کرے گا۔ اللہ کے راستے کے دلِ ناشاد کو شاد کرنے کی ذمہ داری اور کفالت حق تعالیٰ کی رحمت قبول کرتی ہے۔ عمل کر کے دیکھو، یہ باتیں بنانے کا راستہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ باتوں سے نہیں طے ہوتا، ہمت اور عمل سے طے ہوتا ہے، ہمت

کر کے دیکھو، نظر بچا کر دیکھو، ماضی کے پرانے خیال، گناہوں کے گندے خیال دل میں نہ لاؤ۔

لَآ اِلٰـہَ کی لذتِ فرار

حرام لذّت سے ناآشنا ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی لذّتِ حلال سے آشنا ہو جاؤ۔ اس میں آشنائی کا مزہ بھی ہے، ناآشنائی کا مزہ بھی ہے۔ لا الٰہ کا بھی مزہ ہے، الا اللہ کا بھی مزہ ہے۔ اس میں لذّتِ فرار بھی ہے اور لذّتِ قرار بھی ہے۔ لا الٰہ میں غیر اللہ سے لذتِ فرار بخشی ہے اور الاّ اللہ سے اپنی لذّت قرار بخشی ہے۔ دونوں لذتیں ہیں۔

غیر اللہ سے فرار کا زیرو پوائنٹ (Zero Point) اور نقطۂ آغاز سارے عالم کی لذتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ خالقِ عالم تک پہنچاتا ہے۔ جو بچّہ دُشمنوں کے نرغہ سے نکل کر بے ساختہ باپ کی طرف بھاگتا ہے تو کیا اس فرار میں اس کو مزہ نہیں آتا اور جتنا وہ باپ سے قریب ہوتا جاتا ہے، اس کا مزہ بڑھتا جاتا ہے۔ لا الٰہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے فرار کی لذّت عطا فرمائی ہے۔ لذتِ فرار کے زیرو پوائنٹ اور نقطۂ آغاز سے اس کے قلب کا قبلہ جو غیر اللہ کی طرف تھا اب مولیٰ کی طرف ہو گیا۔ لا الٰہ سے یہ فرار اس کو الاّ اللہ کی لذتِ قرار سے آشنا کرے گا۔ لہٰذا مولیٰ کی نگاہ اس کے دِل پر کرم فرماتی ہے، مولیٰ کی نگاہ میں اس کو پیار ملتا ہے۔ اللہ کے پیار کے بعد سارے عالم کا مزہ اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ دُنیا کی لذتیں مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ خالق ہیں، مخلوق کبھی بھی اپنے خالق کا مقام نہیں لے سکتی کیونکہ لذتِ مخلوقات

محدود اور لذتِ خالق غیر محدود اور غیر فانی ہے۔ بس مخلوق کیسے اس کی مثل ہو سکتی ہے۔

(لَا مِثْلَ لَہٗ وَلَا مِثَالَ لَہٗ)

پھر نہ کہنا مرتے وقت کہ ہمیں خبر نہ ہوئی۔ سُن لو اختؔر کی فریاد کو اور یاد کر لو ابھی سے اس کی بات کو، پھر پچھتانے سے کچھ نہ ہوگا جس دن یہ زندگی ختم ہو جائے گی اور کھیتی کی فیلڈ ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت۔

بلوغِ روحانی کی علامت

لہٰذا کتنا زمانہ چاہیئے آپ کو؟ کوئی بیس سال سے شیخ کے ساتھ ہے، کوئی تیس سال سے ہے۔ کوئی زمانہ تو چاہیئے کہ اتنے زمانے میں آپ تقویٰ اختیار کر کے اللہ کے ولی ہو جائیں۔ بندہ جسمانی لحاظ سے جب پندرہ سال کا ہو جاتا ہے تو اچانک سیکنڈوں میں بالغ ہو جاتا ہے۔ بلوغِ جسمانی میں تدریج نہیں ہے کہ آج دو آنہ بالغ ہوا، کل چار آنہ بالغ ہوا، پرسوں چھ آنہ ہوا ایسا نہیں ہے۔ بلوغ تک پہنچنے میں تو دیر لگتی ہے لیکن بلوغ اچانک عطا ہوتا ہے اور بالغ ہونے والے کو محسوس ہو جاتا ہے کہ آج میں بالغ ہو گیا۔ اسی طرح روح بھی جب اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گی تو فوراً آپ کو محسوس ہو جائے گا کہ آج ہم روحانی اعتبار سے بالغ ہو گئے۔ کسی سے پوچھنا نہیں پڑے گا، شیخ سے بھی پوچھنا نہیں پڑے گا اور شیخ کی ذمہ داری بھی نہیں ہے کہ آپ کو بتائے کہ آپ بالغ ہو گئے۔ آپ کا احساس خود بتائے گا کہ آپ روحانی اعتبار سے بالغ ہو گئے، گناہ

چھوڑنے کی ہمتِ مردانہ نصیب ہوجائے گی، پھر سارے عالم کو آپ للکاریں گے کہ پورا عالم کچھ نہیں ہے، نہ آفتاب کچھ ہے، نہ مہتاب کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے ساری کائنات نظروں میں ہیچ ہوجاتی ہے ؎

حال میں اپنے مَست ہوں غیر کا ہوش ہی نہیں
رہتا ہوں میں جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

اللہ والا بننا کوئی معمولی مقام ہے! نام سُنا ہے اللہ والوں کا، لیکن اللہ اپنے کرم سے جب اللہ والا بنائے گا تب پتہ چلے گا کہ روحانیت کا کیا مقام ہوتا ہے۔ اللہ والا آسمان و زمین، سُورج اور چاند، سلاطین کے تخت و تاج اور ساری کائنات کی لیلاؤں کو چیلنج کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پاکر وہ دونوں جہان سے بڑھ کر مزہ پاتا ہے ؎

وہ شاہِ جہاں جس دِل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

مگر اللہ کیسے ملے اس کا طریقہ کیا ہے؟ اب میں تھوڑی سی دیر میں اس کو پیش کرتا ہوں، باقی وضاحت ہوتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کی محبّت کی تعبیر کا حق اَدا نہیں ہوسکتا

ساری زندگی اللہ کے غیر محدود مضامین کے بیان کرنے پر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آج بیان کا حق ادا ہوگیا۔ اللہ کی محبّت کے بیان کا حق کبھی ادا نہیں ہوسکتا۔ مولانا جلال الدّین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے کائنات والو سُنو ؎

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں
چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں

اب مولانا کا مضمون زبانِ اختر سے سنو، صاحبِ قونیہ کا مضمون اور دردِ آج گلشنِ اقبال کی اِس مسجد سے سنو۔ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ جس نے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار مثنوی کے اور پچاس ہزار اشعار دیوان شمس تبریز کے امت کو پیش کیے وہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کے عشق و محبّت کی جو شرح بیان کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر شرح مجھ سے اَب تک بیان نہ ہوئی تھی لیکن جب دوبارہ مجھ پر عشق غالب ہوتا ہے، جب میں دوبارہ عشق و مستی میں آتا ہوں تو پہلی تقریر سے شرمندہ ہو جاتا ہوں کہ اللہ کی محبّت کے بیان کا حق ادا نہیں ہوا تھا۔ یہ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لیکن ان کے غُلام کے ساتھ بھی یہی مُعاملہ ہے کہ ہر تقریر پر پہلی تقریر سے شرمندہ ہو جاتا ہوں اور یہ سلسلہ مرتے دم تک اور اگر زندہ رہا تو قیامت تک چلتا رہے گا کیونکہ جہاں اللہ کی ذات ہے، جہاں تجلیاتِ الٰہیہ ہیں وہاں آفتاب نہیں ہے، وہاں نہ گھڑی ہے نہ گھنٹہ، نہ زوال ہے نہ فنا، نہ طلوع ہے نہ غروب، نہ صُبح ہے نہ شام۔ اس لیے اپنے عاشقوں کو وہ خالقِ آفتاب ہر وقت سرگرم رکھتا ہے، ان کا سورج کبھی نہیں ڈوبتا۔

اب پانچ باتیں سُن لیجیے جو سب کے لیے ہیں، میرے لیے بھی ہیں، آپ کے لیے بھی ہیں۔ اگر کوئی یہ پانچ عمل کرلے تو میرا ستر سال کا تجربہ یہ ہے کہ یقیناً ان شاء اللہ ولی اللہ بن کر مرے گا اور جلد بن جائے گا اور احساسِ بلوغ

اور احساسِ ولایت بھی اسے نصیب ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے قُرب کی حلاوت

وہ خود سمجھ جائے گا کہ ہماری پلید اور ناپاک زندگی پہلے کیا تھی اور اب کیسی ہے اور بزبانِ حال کہے گا۔

از لبِ نا دیدہ صد بوسہ رسید

یہ میرا فارسی شعر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ پر کوئی فدا ہوتا ہے اور اپنا خونِ آرزو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا پیار اس کو نادیدہ لب سے عطا ہوتا ہے۔ دُنیاوی عاشقوں کو ایک بوسہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کے شکستہ اور ٹوٹے ہوئے دل کے سینکڑوں بوسے لیتا ہے اور وہ لب اللہ کے پیار کے نظر نہیں آتے مگر دِل محسوس کرتا ہے۔

من چہ گویم روح چہ لذت چشید

میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی روح کیا مزہ پاتی ہے اپنی شکستِ آرزو سے۔

اب اُس عالم کی بات پیش کرتا ہوں کہ ہم کیسے ولی اللہ بنیں اور جلد سے جلد اللہ کی دوستی کا تاج ہمارے سر پر آجائے۔ اگر بندے ہیں تو ان شاء اللہ خواجہ حسن بصری ہو جائیں گے اور بندیاں رابعہ بصریہ ہو جائیں گی۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان ست

دروازۂ ولایت تا قیامت کُھلا رہے گا

اللہ کی رحمت کا دروازہ ابھی کُھلا ہوا ہے، یہ نہ کہو

کہ بڑے بڑے اولیاء چلے گئے اب وہ زمانہ نہیں ہے۔ نہیں! وہی زمانہ ہے جب خالقِ زمانہ موجود ہے تو زمانہ کیا بیچتا ہے۔

ہمارے دادا پیر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم آج بھی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولیاء موجود ہیں۔ کرسیاں پُر ہیں بھری ہوتی ہیں، کوئی کرسی ولی اللہ کی خالی نہیں۔ بس ہماری آنکھوں میں قصور آ گیا ہے اور فتور آ گیا ہے۔ حکیم الامت نے قسم کھا کر یہ شعر پڑھا تھا۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان ست

وہ رحمت کا بادل آج بھی برس رہا ہے جو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤالدین نقش بندی رحمۃ اللہ علیہ اور چاروں سلسلوں کے اولیاء پر برسا تھا۔ جو ابرِ رحمت اس وقت برس رہا تھا وہ آج بھی موجود ہے۔

خم و خم خانہ با مہر و نشان ست

اللہ کی محبت کے شراب خانے اور اللہ کی محبت کے خم و سبو شرابِ محبت کے مٹکے اور بوتلیں سرکاری مہر لگی ہوئی آج بھی سیل بند ہماری طلب کے انتظار میں ہیں۔ اُس شرابِ محبت کے مست آج بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔

اہل اللہ کی غلامی اور اتباع کی برکات

لیکن آہ! لوگوں نے اللہ والوں کو نہیں پہچانا کہ اللہ والوں کی

غُلامی سے کیا ملتا ہے ۔ میرا مُطالعہ زیادہ وسیع نہیں ہے، لیکن بڑے بڑے علماءِ دین اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس وقت میری بات سُن کر حیران ہیں اور افریقہ ، برطانیہ ، امریکہ ، بنگلہ دیش ، کشمیر ، ہندوستان ساری دُنیا کے علماء میں میری کتابیں پڑھی جارہی ہیں ۔ یہ کیا بات ہے ؟ یہ اللہ والوں کی غُلامی کا صدقہ ہے ۔ اللہ والوں کی خدمت رائیگاں نہیں جاتی ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے آپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور آپ کو بہت پیارا ہو اور اس کی خِدمت میں کوئی رہتا ہو ۔ باپ دوسرے مُلازمین کی استعداد اور نالج (knowledge) پُوچھے گا لیکن اپنے پیارے بیٹے کے خادم کی قابلیت نہیں پوچھے گا ۔ باپ یہی کہے گا کہ جو میرا بیٹا کھائے گا وہی میرے بیٹے کا خادم بھی کھائے گا، یہ جگری دوست ہے میرے بیٹے کا ۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں ۔ اللہ والوں کی دوستی سے آپ کو بلا قابلیت وہ مقام ملے گا کہ بڑے بڑے قابل اس مقام سے حیران رہ جائیں گے ۔ اللہ تعالیٰ کے محبُوب بندوں کی برکت سے حق تعالیٰ کی رحمت کا ظہور ہوتا ہے کہ اگرچہ یہ بندہ ابھی خود محبوبیت کے اس مقام پر نہیں ہے مگر میرے نہایت پیارے اور نہایت محبُوب اولیاء کا خادم ہے ۔ اس کو کیسے میں اپنی رحمت سے محروم کردوں ۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے عاشقوں اور اولیاءً کی خِدمت کو رائیگاں نہیں کرتا ۔

آج مَیں نے راز ظاہر کردیا کہ آپ لوگ میرے پاس کیوں آتے ہَیں ۔ ہماری کوئی محنت نہیں، صِرف اللہ والوں کی صحبت میں، ان کی خدمت میں اختؔر نے جان کی بازی لگائی ہے اور جان لڑائی ہے ۔ دہلی میں میرے شیخ

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے میزبان الیاس صاحب دہلوی نے میرے دوستوں پر ایک رات کا راز فاش کیا کہ تم لوگوں کو اختر کی ایک بات سناتا ہوں اور یہ بات بنگلہ دیش میں بھی سنائی، یہاں بھی اور سعودی عرب میں بھی کہ شیخ شاہ عبدالغنی صاحب میرے مہمان تھے۔ اس وقت اسباب نہیں تھے جس سے حضرت شیخ کو تہجد کے وقت گرم پانی مل سکے تو اختر نے مجھ سے کہا کہ آپ پانی گرم کرا کے مجھے دے دیجیے۔ اس کی گرمی کا باقی رکھنا میری ذمہ داری ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے پانی گرم کرایا اور اختر کو دے دیا۔ اس رات میں نے دیکھا کہ اختر نے اپنے گدے سے گرم پانی کے برتن کو لپٹا لیا اور اپنے پیٹ سے دبا لیا اور رات بھر اپنے پیٹ سے لپٹائے ہوئے جاگتا رہا تاکہ پیٹ کے نیچے وہ پانی گرم رہے۔ یہ بات مجھے یاد بھی نہیں تھی۔ یہ الیاس صاحب نے سنائی جو ابھی زندہ ہیں، یہیں پیچھے ان کا مکان ہے۔ کبھی آئیں تو تصدیق کر لینا۔

یہ تو ایک رات کی بات ہے۔ جب میرے شیخ کے تالاب میں جون کے مہینہ میں پانی خشک ہو جاتا تو اختر شیخ کے وضو کے لیے لوہے کا گھڑا سر پر رکھ کر ایک میل سے پانی لاتا تھا اور لو چلتی رہتی تھی۔ آپ لوگوں نے تو مجھ کو یہاں اس وقت پایا جب اللہ تعالیٰ نے میرے لئے رحمتِ خاص کے دروازے کھول دیے اور میرے بڑھاپے پر پینشن جاری کر دی۔ میری جوانی آپ دیکھتے تو پتہ چلتا کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اپنی کس توفیق سے نوازا تھا۔ میرا شیخ ناشتہ بھی نہیں کرتا تھا۔ شیخ ستّر سال کے تھے اور میری

جوانی تھی لیکن مَیں نے اپنے شیخ کی محبت میں دس برس تک کبھی ناشتہ نہیں کیا، دس برس تک فجر سے لے کر ایک بجے دوپہر تک ایک قطرہ چائے نہ پانی کچھ بھی مُنہ میں نہ جاتا۔ جوانی میں بھوک کتنی لگتی ہے۔ مجھے اس راز کو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر فاش کرنا پڑا۔ حق تعالیٰ کی کتنی بڑی رحمت تھی اختر پر کہ جوانی میں دس برس تک بغیر ناشتہ کے رہا ہوں اور یہ فعل میرا اختیاری تھا۔ میرے شیخ کے گھر والوں نے ناشتہ کی پیش کش کی تھی مگر میں نے کہا کہ چونکہ میرے حضرت ناشتہ نہیں کرتے تو مجھے شرم آتی ہے کہ میرا مرشد ناشتہ نہ کرے اور میں ناشتہ کرلوں۔ میرا ناشتہ شیخ کی محبّت اور ذکر و تلاوت و اشراق سے ہوتا تھا اور اس کی لذّت آج تک محسوس کرتا ہوں۔ لہٰذا حضرت جب ایک بجے کھانا کھاتے تھے تو مَیں بھی حضرت کے ساتھ ایک بجے کھاتا تھا۔ مگر جو مزہ مجھ کو ملتا تھا اس کو بس مت پوچھو۔

تو آج مَیں آپ لوگوں کو شارٹ کٹ (**Short cut**) راستہ بتاتا ہوں کہ دُنیا میں جس ولی اللہ سے یا ان کے غلاموں سے مناسبت ہو اس کی خدمت اور محبّت کرو مگر اخلاص کے ساتھ۔ اللہ کے یہاں محبت وہی مقبول ہے جو اتباع کے ساتھ ہو، شیخ کے مشورے پر جان کی بازی لگا دو۔ اخلاص کے ساتھ، اللہ کے لیے۔

عِلمِ لَدُنّی کا ثبوت نصِ قطعی سے

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے کہا اور یہ سیّد احمد صاحب عالم نہیں تھے مگر علماء ان سے بیعت تھے، ان کی نسبت

اتنی قوی تھی، علمِ لدنی حاصل تھا۔ ایک عالم مولانا عبد الحی بڑھانوی نے کہا کہ مجھے دو رکعت ایسی پڑھوا دیجیے جس میں وسوسہ نہ آئے، پوری نماز میں اللہ اکبر سے لے کر سلام پھیرنے تک میرا دل اللہ کے سامنے پیش رہے۔ فرمایا اچھی بات ہے، دیکھی جائے گی کبھی۔ بس ایک رات سید صاحب کو القاء ہوا کہ آج اس کو وہ نماز پڑھوا دو۔ آسمان سے دِل پر حکم آگیا۔ بس حضرت سید احمد شہید اُٹھے، مولانا کو جگایا اور فرمایا، "مولانا اللہ کے لیے اُٹھ جائیے"۔ مولانا اُٹھ گئے پھر فرمایا "مولانا اللہ کے لیے وُضو کر لیجئے"۔ مولانا نے وُضو کرلیا۔ پھر فرمایا "مولانا اللہ کے لیے دو رکعت پڑھ لیجئے"۔ وہی نماز جو ان کی تمنا تھی پا گئے۔ اسی ادا پر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہو گئے۔ بڑے بڑے علماء سید صاحب سے بیعت تھے اور خود سید صاحب عالم نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ بعض کو علمِ لدنی عطا فرماتا ہے۔ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے۔

(وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جس کو چاہتے ہیں علمِ لدنی عطا کرتے ہیں، اس کو آسمان سے علم عطا ہو جاتا ہے۔

ایک بے پڑھے لکھے شیخ عالم نہیں تھے۔ ایک مفتی صاحب نے ان بزرگ سے کہا کہ اس جوان کی زندگی مت ضائع کرو جو اُن کی خدمت میں رہتا تھا۔ اس کو میرے مدرسے میں بھیج دیجیے۔ فرمایا پہلے آپ اس سے کوئی سوال کرلیں، یہ قابل نہیں مقبول ہے۔ آپ سوال کر کے دیکھئے۔ تو اس عالم نے سوال کیا کہ وُضو کرتے وقت فرض کو مؤخر کیوں کیا جب کہ فرض کا

درجہ زیادہ ہے اس لیے پہلے مُنہ دھونا چاہیئے تھا جو فرض ہے لیکن ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ناک میں پانی لینا سُنّت ہے تو یہاں سُنتوں کو فرض پر کیوں مقدم کیا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ فوراً آسمان سے اس کے دِل میں آواز آگئی۔ اس نے کہا کہ سُنّت کو فرض پر اس لیے مقدم کیا کہ سُنّت مکمل فرض ہے، سُنّت سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے۔ وُضو کے صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ پانی کا رنگ اور ذائقہ اور بو صحیح ہو۔ تو پانی ہاتھ میں لینے سے پانی کا رنگ نظر آجائے گا کہ رنگ تبدیل تو نہیں ہوچکا اور پانی وضو کے قابِل ہے یا نہیں۔ اس کے بعد کلی کرنا سُنّت ہے تاکہ پانی کا ذائقہ معلوم ہوجائے کیونکہ اگر ذائقہ بدل جائے تو پانی وُضو کے قابِل نہیں رہتا۔ اِس کے بعد ناک میں تین دفعہ پانی لینے کا حکم ہے تاکہ سونگھ کر پتہ چل جائے کہ پانی سڑا ہوا تو نہیں ہے اور وُضو کے قابِل ہے۔ پس فرض کی تکمیل کے لئے سُنّت کو مقدم کیا۔ یہ حکمت ہے وُضو میں سُنتوں کی تقدیم کی۔ بس اس عالِم کے ہوش اُڑ گئے کہ یہ بچہ جس نے مدرسہ کا مُنہ نہیں دیکھا کہاں سے جواب دے رہا ہے۔

وہ قابِل تو نہیں تھا لیکن خدمتِ شیخ کی برکت سے مقبول ہوگیا۔ جب مقبول ہوگیا تو جس کا مقبول ہے وہ اس کی آبرو کی لاج رکھتا ہے جیسے آپ اپنے پیاروں کی لاج رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیاروں کی لاج رکھتے ہیں۔

حصُولِ ولایت کے پانچ اعمال

اب میں متن پیش کرتا ہوں یعنی پانچ اعمال جن سے آپ کو ولایت کا اسٹرکچر (Structure) اور فنشنگ (Finishing) معلوم ہوجائے گا۔

۱- اہل اللہ کی مصاحبت

روئے زمین پر جس کسی اللہ والے سے مناسبت ہو اس کی صحبت میں رہا کرو اور خواتین اس کی باتیں اور تقریر سنتی رہیں اور اس کی کتابیں پڑھتی رہیں۔ مرد آنکھوں سے صُحبت یافتہ ہوں گے اور عورتیں کانوں سے صُحبت یافتہ ہوجائیں گی۔ اس اللہ والے کا فیضِ نسبت اور دردِ دل الفاظ کے ذریعے کانوں سے ان کے دِل میں اُتر جائے گا۔ رابعہ بصریہ ہوجائیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کی دلیل کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اللہ والوں کی صُحبت میں رہ پڑو۔ لیکن کتنا عرصہ اللہ والوں کے ساتھ رہو؟ تفسیر روح المعانی پیش کرتا ہوں جو عربی زبان میں سب سے بڑی تفسیر ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں۔ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ۔ اتنا زیادہ اللہ والوں کے ساتھ رہو کہ ان ہی جیسے ہوجاؤ۔ اگر ان جیسے نہیں ہوتے تو تمہارا کُوْنُوْا جو ہے کُوْنُوْا نہیں ہے کانا ہے۔ تم دردِ دل سے اللہ والوں کے ساتھ نہیں ہو، جانبازی کے ساتھ نہیں ہو، اِخلاص کے ساتھ نہیں ہو، مخنثیت اور ہیجڑے پن کے ساتھ ہو کہ جہاں تمہیں آسانی ملتی ہے شیخ کے ساتھ رہتے ہو، جہاں کہیں مشکل لگتی ہے، گناہ سے جہاں بچنا ہوتا ہے تو شیخ کا ساتھ چھوڑ دیتے ہو اور حرام لذت سے اپنی جان کو آشنا کرکے اس کو ناپاک اور پلید کرکے مقام لید پر پہنچ جاتے ہو۔ بھلا یہ رفاقت ہے شیخ کی! یہ رفاقت نہیں ہے۔ ایسا شخص شیخ کے ساتھ ہو کر بھی ساتھ نہیں ہے

۲۔ ذکر اللہ پر مداومت

شیخ جو ذکر بتا دے اس پر مداومت کرو، ہمیشگی کرو کبھی ناغہ نہ کرو، تھک جاؤ تو تعداد کم کر دو مثلاً اگر سو دفعہ ذکر کرتے ہو تو دس مرتبہ کرو مگر ناغہ نہ کرو اور اپنے نفس کے گریبان میں منہ ڈالو اور پوچھو کہ تمہارے کتنے دن رات ایسے گذرے ہیں جس دن تم نے ایک دفعہ بھی اللہ نہیں کہا اور کھانا کھا کر سو گئے حالانکہ کوئی عذر نہ تھا۔ اگر کسی دن زیادہ تھک گئے اور سو دفعہ پڑھتے تھے تو دس دفعہ پڑھ لو، اور اگر تین سو مرتبہ پڑھتے تھے تو اس دن تیس مرتبہ پڑھ لو تو تمہارا تین سو ادا ہو جائے گا کیونکہ ایک پر دس کا وعدہ ہے۔

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب نے اپنے مرشد حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ آپ نے مجھ کو ستّر مرتبہ صلوٰۃ تنجینا بتایا ہے اور میں جون پور کی شاہی مسجد میں سولہ سبق پڑھاتا ہوں اور سب موقوف علیہ سے اوپر کے ہیں یعنی مشکوٰۃ شریف اور جلالین کے اوپر کے۔ تو حکیم الامت نے لکھا کہ اگر آپ علمِ دین کی مشغولی سے ستّر دفعہ نہیں پڑھ سکتے تو سات دفعہ پڑھ لیں۔ قرآن پاک میں ایک پر دس کا وعدہ ہے۔ تو سات کو دس سے ضرب کر لو، ستّر دفعہ ہو جائے گا۔ شیخ ایسا حکیم الامت ہونا چاہیے۔ اگر کسی دن آپ کو سستی ہو اور دل نہیں چاہتا تو کم از کم سو کی جگہ دس مرتبہ پڑھ کر سو جاؤ۔ اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو ایسے ظالم مرید کو کہتا ہوں کہ اس دن کھانا مت کھاؤ، بغیر کھائے سو جاؤ۔ کچھ غیرت کرو شیخ کی بات پر۔ ایک وقت نفس کو فاقہ کراؤ۔ یہ نفس بغیر سزا کے صحیح نہیں ہوتا۔ اس کا کورٹ مارشل کرنا پڑتا ہے۔ مگر روح کو چیف ایگزیکٹو بنانا پڑتا ہے۔ روح کا

بھی یہ مقام ہونا چاہیئے کہ نفس کو سزا دینے کی طاقت رکھے، روحانیت اتنی قوی ہونی چاہیئے۔

۴۔ گُناہوں سے محافظت

بابِ مفاعلت کیوں استعمال کر رہا ہوں کہ بابِ مفاعلت میں فعل دونوں طرف سے ہوتا ہے۔ جیسے مقاتلہ میں قتال دونوں طرف سے ہوتا ہے تو محافظت کے معنٰی یہ ہُوئے کہ آپ گُناہ سے اپنے کو دور رکھیے اور گُناہ کو بھی اپنے سے دور رکھیے' بھاگیئے بھی اور بھگائیے بھی، تب محافظت ہوگی۔ بھاگو اور بھگاؤ۔ معشوقوں کو اپنے سے بھگاؤ اور خود معشوقوں سے بھاگو کیونکہ بعض معشوق ایسے ہیں کہ جس رفتار سے آپ بھاگیں گے وہ اپنی تھوڑی سی اسپیڈ بڑھا کر آپ کو دبوچ لیں گے۔ پھر آپ ایک نئے صوبے دبوچستان پہنچ جائیں گے' جہاں عاشق معشوق کو دبوچ لیتے ہیں، لہٰذا اتنا تیز بھاگو کہ فرار میں معشوق کی اسپیڈ آپ کو نہ پا سکے۔ اپنی جان کی بازی لگا دو، پھر اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے گی۔ اللہ اس دبوچیا یعنی دبوچنے والے کو خود بھگا دیں گے۔ خُوب سمجھ لو کہ گُناہ سے خود بھاگو اور گُناہ کو بھگاؤ۔ اگر آپ کے کمرے میں کوئی معشوق آجاتا ہے تو آپ اس کو کمرے سے بھگا دیجیے اور صاف کہہ دیجیے کہ آپ میرے ایمان کے لئے مضر ہیں' آپ کہیں دُور جا کر بیٹھیے۔ اگر اس کو دُعا تعویذ چاہیئے تو کسی اور کے ذریعے بھجوا دیجیئے' آپ بیچ میں کوئی رابطہ بنا لیجیئے یا کہیے کہ کسی کو بھیج دیجیے میں اس کو تعویذ دے دوں گا' آپ کے خط کا جواب لکھ دوں گا' وہاں جا کر پڑھ لینا۔ اس میں بھاگنا بھی ہے بھگانا بھی ہے' بھاگو اور بھگاؤ، جاگو اور جگاؤ۔

۴۔ اسبابِ گُناہ سے مباعدت

گُناہ کے جو اسباب ہیں ان سے آپ دُور رہیئے اور ان کو دُور رکھیے، مثلاً لڑکیاں پی۔ اے (P.A) مت رکھو ورنہ بے پیئے ہر وقت پیئے رہو گے دُنیا کا نقصان برداشت کرلو لیکن اللہ کو ناراض نہ کرو۔ یہ نہ سوچو کہ اگر آپ نے جنرل اسٹور میں لڑکیاں رکھیں گے تو لڑکیوں کی وجہ سے گاہک زیادہ آئیں گے دُنیا تو مل جائے گی مگر مولیٰ نہیں ملے گا۔ دُنیا تو ایک دِن لات مارے گی اور قبر میں دفن ہو جاؤ گے پھر دیکھتا ہوں کہ قبر کے اندر کون کام آتا ہے۔

مال و اولاد تری قبر میں جانے کو نہیں
تجھ کو دوزخ کی مُصیبت سے چھڑانے کو نہیں
جز عمل قبر میں کوئی بھی ترا یار نہیں
کیا قیامت ہے کہ تو اس سے خبردار نہیں

تو اسبابِ گُناہ سے بھی بچو لڑکے ہوں یا لڑکیاں، یہ قید نہیں کہ ان میں حُسن ہو، حُسن ہو یا نہ ہو ان سے دُور رہو۔ نامحرم عورتوں سے شرعی پردہ کرو۔ چچازاد بھائی، ماموں زاد بھائی، خالہ زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی یہ جتنے ہمزاد ہیں سب سے بچو اور ایسے ہی چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بہنوں سے بچو اور بھابھی سے تو بہت ہی بچو۔ بعض وقت میرے پاس ایسے کیس آتے ہیں کہ ایک صاحب نے کہا میری بھابھی دو بجے رات کو آکے مجھے جگاتی ہے اور میرا بھائی ڈیوٹی پر رہتا ہے کہتی ہے کہ مجھے چھوٹے بچے کے لئے دُودھ گرم کرنا ہے اور وہاں بلی بیٹھی رہتی ہے، مجھے بلی سے بہت ڈر لگتا ہے۔ بھیا تم چل کے بلی کو بھگاؤ تاکہ

میں دُودھ گرم کرلوں اور اگر بلّی نہ بھی ہو تو بھی جب تک میں دُودھ گرم کروں وہیں کھڑے رہنا، کہیں بلّی نہ آجائے۔ اب اس میں کیا کیا راز ہیں۔ بتاؤ ایک غیر محرم مرد سے اس قدر قریب ہونا کہ وہ تنہائی میں باورچی خانے میں بلّی بھگائے، یہ سب شیطان کے ہتھکنڈے ہیں۔ آدھی عقل کی ہیں مگر بڑے بڑے عقل والوں کی عقل اُڑا دیتی ہیں۔ مگر سب ایک سی نہیں ہوتیں۔ بہت سی اللہ والی ہوتی ہیں مگر چاہے اللہ والی کیا رابعہ بصریہ بھی ہو لیکن تنہائی میں اس کے ساتھ رہنا جائز نہیں یا اس کو دیکھنا اور گندے خیالات پکانا سب حرام ہے۔ اسی طرح لڑکوں سے احتیاط کرو، خصوصاً جو لڑکے اللہ والے ہوں ان سے اور زیادہ احتیاط چاہیے کیونکہ شیطان یہ کہہ کر کہ یہ اللہ والا ہے۔ اس سے قریب کر دیتا ہے اور پھر گناہ میں مُبتلا کر دیتا ہے کیونکہ جو اسبابِ گناہ سے قریب ہوا پھر اس کی خیر نہیں۔

تو اسبابِ گناہ سے مباعدت کے معنیٰ ہیں کہ گناہ کے اسباب سے دُور رہو، کسی کو قریب نہ آنے دو۔ اگر گناہ کے اسباب سے قریب ہوگے تو کب تک بچو گے، ایک دن مُبتلا ہو جاؤ گے۔

۵۔ طریقِ سُنّت پر مواظبت

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طریقِ سُنّت پر قائم رہنا، یہ شریعت و طریقت کی جان ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیارا بننے کا قریب ترین راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾

اے نبی! آپ اعلان کر دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری چلن چلو۔ اللہ تم کو پیار کرے گا۔ میں اللہ کا ایسا پیارا ہوں کہ جو میری چلن چلتا ہے۔ اللہ اس کو

بھی اپنا پیارا بنالیتا ہے۔ میرے دو شعر ہیں ؎

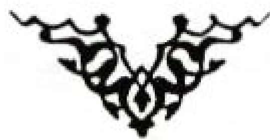
گر اتباعِ سُنتِ نبوی کا ہو چلن
رفتار سے پوچھے کوئی رفتار کا عالم

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سُنّت کے راستے

خانقاہ سے میرا رسالہ مُفت ملتا ہے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سُنتیں، اس کو حاصل کرلو اور اس پر عمل کرو۔ اگر مُفت میں بھی نہ پیو تو کیا بات ہے۔ انگریزوں نے تو چائے مُفت کی پلائی، تُم نے خوب پی، یہاں تک کہ اَب خرید کے پیتے ہو اور میں مُفت کی پلا رہا ہوں تو میری مُفت والی بھی نہیں پیتے۔ بس میری تقریر ختم۔ یہ پانچ باتیں یاد کرلیجئے۔ یہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو ولی اللہ بنادیں گی اور جلد بنادیں گی اور نہایت اعلیٰ درجہ کا ولی اللہ بنانے کی یہ پانچ باتیں ضمانت ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط



سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۶

لذتِ ذکر اور لطفِ ترکِ گناہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کُتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : لذت ذکراور لطف ترک گناہ

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

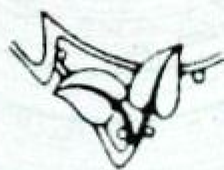
باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست





لذّتِ ذکر اور لُطفِ ترکِ گُناہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا
اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ وَقَالَ تَعَالٰی
وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا....

آج کل جو مضمون چل رہا ہے کہ سات قسم کے لوگ ہوں گے جن کو قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا اور جس کو عرش کا سایہ نصیب ہوگا وہ بے حساب بخشا جائے گا کیونکہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہیں ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ سائے میں بُلا رہے ہیں تو یہ دلیل ہے کہ بے حساب بخشنا چاہتے ہیں۔ کوئی کریم کسی کو اپنے گھر میں پناہ دے اور پناہ دے کر پھر اس کو مُصیبت میں مُبتلا کردے یہ دُنیا کے کریموں سے بھی بعید ہے تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے کیسے ممکن ہے کہ جس کو عرش کا سایہ عطا فرمائیں اور پھر اس کو عذاب میں مُبتلا فرمادیں۔ جن کی بخشش مقدر ہوگی اُن ہی کو عرش کا سایہ ملے گا اور وہ سات قسم کے لوگ ہیں جن میں سے تین نمبر بیان کرچکا ہوں۔

امامِ عادل کی ایک انوکھی تشریح

امامِ عادل یعنی جو مملکت کا خلیفہ یا بادشاہ ہو اور اپنی رعایا میں عدل و انصاف کرتا ہو۔ اس سلسلے میں مَیں نے عرض کیا تھا کہ بعض لوگ کہیں گے کہ بادشاہت تو خواب میں بھی نظر نہیں آرہی ہے ہم کیسے امامِ عادل بن کر عرشِ الٰہی کا سایہ لے سکتے ہیں؟ اِس پر مَیں نے عرض کیا تھا کہ اگر ہم اپنے جسم کی پانچ چھ فٹ کی مُملکت پر عدل قائم کر دیں تو ہمارا شمار بھی امامِ عادل میں ہو جائے گا یعنی آنکھوں سے بدنظری نہ کریں تو آنکھ کے صوبے پر عدل قائم ہو گیا، کانوں کی گانا سننے کی ڈیمانڈ کو پورا نہ کریں تو گویا کان کے صوبے پر عدل قائم ہو گیا، دِل میں گندے خیالات قصداً لاکر حرام مزہ نہ لیں تو دِل کے اندر کی وفاق اور سینٹرل گورنمنٹ پر بھی عدل قائم ہو گیا۔ اسی طرح سے سر سے پیر تک ہر عضو کو اللہ پاک کی نافرمانی سے جو بچالے تو ہر مومن امامِ عادل ہو گیا کیونکہ اس کا قلب سینٹرل گورنمنٹ یعنی وفاق، مرکز اور دار السلطنت ہے۔ اس کے دِل نے کسی اللہ والے کی صُحبت سے زبردست طاقتِ وفاقی حاصل کر لی جس سے اس کا دل تگڑا ہو گیا پھر وہ اپنے جسم کے ہر صوبے میں عدل اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مُطابق ایک عادل حکومت قائم رکھتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے حرام لذّت کو اینٹھنے کی غیر شریفانہ حرکت سے اس کو اللہ تعالےٰ حیاء اور غیرت اور طہارتِ قلبی عطا فرماتے ہیں اور حفاظتِ قالبی بھی نصیب فرماتے ہیں یعنی اُسے حیا آتی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتا ہوں، ان کا رزق کھا کر آنکھ کی روشنی کو کیسے غلط استعمال کروں، کِسی کی بہو، بیٹی، بہن اور خالہ کو یا کِسی لڑکے کو جِس کی ابھی داڑھی مونچھ نہ آئی ہو یا ہلکی آئی ہو، کیسے دیکھوں۔ سارے اعضا

کو نافرمانی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو حیا عطا فرماتے ہیں اور بے حیائی اور غیر شریفانہ زندگی اس کو نجات عطا فرماتے ہیں۔

ذکر اللہ کی غیر فانی، غیر محدود اور بے مثل لذت

جسم کے تمام اعضا کو فرماں بردار بنا کر نافرمانی کی حرام لذتوں سے بچا کر وہ اپنے قلب میں مولیٰ کو پا کر اس قدر لطف پاتا ہے کہ لذتِ دو جہاں کو بھول جاتا ہے ؎

لذتِ دو جہاں ملی مجھ کو تمہارے ذکر سے
مجھ کو تمہارے ذکر سے لذتِ دو جہاں ملی

بلکہ میں عرض کرتا ہوں کہ دونوں جہان کی لذت سے زیادہ مزہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کے نام کی لذت پر اختر کا شعر ہے جو بار بار آپ سنتے ہیں ؎

وہ شاہِ دو جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

اللہ کے نام کی لذت بے مثل ہے، غیر فانی ہے، غیر محدود ہے۔

حسنِ فانی سے اہل اللہ کے استغناء کا سبب مع تمثیل

جب اللہ کے نام کی لذت قلب کو ملے گی تو فانی اور محدود لذتیں نگاہوں سے گر جائیں گی۔ آپ دنیا میں دیکھ لیجئے کہ سورج کے ساتھ رہنے والا پھر ستاروں سے دھوکہ نہیں کھاتا اسی لئے جو سیارہ سورج کے قریب ہے اس کا نام عطارد ہے۔ سائنس دان کہتے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عُطارِد سیارے کو ایک چاند بھی نہیں دیا۔ کیونکہ سُورج کے بے پناہ نور سے وہ ہر وقت روشن رہتا ہے اس لیے چاند کا وہاں گذر نہیں ہے اگر چاند وہاں جائے بھی تو اس کی روشنی کا ظہور نہیں ہوگا۔ تو جن کے قلب خالقِ آفتاب سے وابستہ ہیں، جو سُورج کے پیدا کرنے والے کے ہم نشین ہیں۔ ان کے قلب میں اتنا نور، اتنی روشنی رہتی ہے کہ سارے عالم کی روشنیاں اور سارے عالم کا نور اللہ کے نورِ ازلی کے سامنے ان کو ہیچ نظر آتا ہے اور بزبانِ حال وہ یہ شعر پڑھتے ہیں ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دِل کی

بس ایک بجلی سی پہلے کوندی پھر اس کے آگے خبر نہیں ہے
مگر جو پہلو کو دیکھتا ہوں تو دِل نہیں ہے جگہ نہیں ہے

ترے جلوؤں کے آگے ہمتِ شرح و بیاں رکھ دی
زبانِ بے نگہ رکھ دی نگاہِ بے زباں رکھ دی

اللہ کی لذّتِ دیدار کے سامنے جنّت کالعدم ہوگی

اسی لیے میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ حدیث نقل فرمایا کرتے تھے کہ جب جنّت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا تو کسی جنّتی کو جنّت کی کوئی نعمت یاد نہیں آئے گی ٹکٹکی باندھ کر سب اپنے مولیٰ کو دیکھتے ہوں گے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ جیسا مزہ اور اللہ کے نام جیسا مزہ نہ دُنیا میں ہے نہ آخرت میں۔ اگر اللہ

ی لذتِ دیدار سے جنّت کا مزہ زیادہ ہوتا تو پھر وہ اللہ کے سامنے جنّت کو یاد کرتے لیکن اللہ کو دیکھ کر جنّتی جنّت کو بالکل بھول جائیں گے۔

اللہ کے نام کا مزہ بھی جنّت سے بڑھ کر ہے

اسی طرح جن کو دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے نام کا مزہ مل گیا دونوں جہان کی لذتوں سے وہ مُستغنی ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ مولیٰ کا مزہ بے مثل ہے، غیر فانی ہے اور ازلی و ابدی ہے اور جنّت کا مزہ ابدی ہے ازلی نہیں ہے اور دُنیا کا مزہ نہ ازلی ہے نہ ابدی۔ اس لیے اہل اللہ دُنیا کے مزے تو کیا جنّت کی نعمتوں کے مزوں سے زیادہ مزہ دِل میں پاتے ہیں۔ جِس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے اطمینان ملتا ہے وہ غیر اللہ سے اطمینان اور چین لینے کا وسوسہ بھی نہیں لاتا۔ جن لوگوں نے اپنے دِل میں چین اللہ کے علاوہ کسی سے حاصل کیا ہے یا حاصل کر لیے ہیں یا حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں یہ وہی محروم جانیں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی لذّت کا ذائقہ نہیں چکھا۔ اللہ اللہ ہے، مولیٰ مولیٰ ہے، مالک مالک ہے، بہت ہی عجیب شان ہے اُن کی۔ وہ بوریہ اور چٹائی پر تخت و سلطنت کا مزہ دیتے ہیں، وہ چٹنی روٹی میں بریانی اور پلاؤ اور کباب کا مزہ دیتے ہیں، وہ دریا کے کنارے جنگلوں میں جہاں بھی کوئی ولی اللہ مُصلّیٰ بچھا کر دو رکعت پڑھے تو اللہ تعالیٰ اپنے بوریا نشینوں کو بوریئے میں سلطنت کا نشہ دیتے ہیں اور اپنے نام میں نَشّہ لیلائے کائنات، اور کیا حقیقت رکھتا ہے لیلاؤں کا نمک اور حُسن۔ عین اُس وقت جب کوئی لیلائے کائنات میں سے کسی لیلیٰ کو اپنی آغوشِ محبت میں لے کر

اپنی وفاداری، فداکاری اور جاں نثاری پیش کر رہا ہو اُسی وقت اگر اُس لیلیٰ کو زیادہ مقدار میں موشن (Motion) ہو جائے تو میں قرآن شریف اُس ظالم کے سر پر رکھ کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ اُس وقت کیا کیفیت ہوگی؟ معشوق کو بھگاؤ گے، جاگو گے اور جگاؤ گے۔ لیکن جو اللہ والے ہیں وہ اس گراؤنڈ فلور کے خبیث مقام سے مسرور ہوئے بغیر اللہ کے نام کی لذت میں مست ہیں اور ان کے قلب میں اتنا چین ہے کہ اگر کوئی سارے عالم کا بے چین جس کو دُنیا میں کہیں چین نہ ملا ہو وہاں پہنچ جائے اور ان کے پاس بیٹھ کر دیکھ لے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اپنے قلب میں چین پا جائے گا۔ جب اللہ والوں کی صحبت میں چین ملتا ہے تو اللہ کے ذکر میں کتنا چین ملے گا؟

(اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ)

جن کے اسم میں چین واطمینان کا اثر ہے تو اُن کا مُسمّٰی کیسا ہوگا، جب اللہ دِل میں مِل جائے گا یعنی جب اپنی تجلیاتِ خاصہ سے مُتجلّی ہوگا تب کتنا چین حاصل ہوگا۔

حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری کے حالاتِ رفیعہ اور شانِ عاشقانہ

میرے مرشد عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ آج میں اپنے شیخ کی بات سناؤں گا۔ میرے مُرشد نے مجھ سے عیدگاہ میں فرمایا جب ہم لوگ سرائے میر (اعظم گڈھ) میں پڑھتے تھے تو عیدگاہ میں نماز ہوتی تھی کیونکہ مدرسہ غریب تھا، مسجد نہیں بنا سکتا تھا۔ عیدگاہ میں جگہ جگہ درخت تھے۔ درخت کے پتّوں سے چھن چھن کر چاند کی چاندنی زمین پر

آرہی تھی اور میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پڑ رہی تھی جو مغرب کے بعد اوابین پڑھ رہے تھے۔ وہ عجیب و غریب عاشقِ حق تھے۔ گرمی کا مہینہ تھا، ململ کا کرتہ پہنے ہوئے درختوں کے نیچے نماز میں مشغول پتّوں سے چھن کر آنے والی چاندنی میں جگمگا رہے تھے، چمک رہے تھے چمکا رہے تھے۔ چھ رکعات اوابین سے فارغ ہو کر میری طرف رُخ فرمایا اور فرمایا کہ حکیم اختر میں یہیں عیدگاہ کی اسی محراب میں پیدا ہوا ہوں۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ فرمایا کہ حکیمُ الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ جب اعظم گڈھ سرائے میر میں تشریف لائے تھے تو یہاں اسی عیدگاہ کی محراب میں مَیں حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوا تھا لہٰذا یہی میری جائے پیدائش ہے۔ جب کسی اللہ والے کے ہاتھ پر کوئی بیعت ہوتا ہے تو اُس کی نئی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے۔ روحانی اور اللہ والی زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور فرمایا کہ بیعت کے وقت حکیمُ الامت نے مجھ سے ایک بڑا امتحان بھی لیا، بڑا پیچیدہ اور مشکل امتحان تھا کہ جب بیعت فرمایا تو فرمایا کہ کہو میں بیعت ہوتا ہوں اشرف علی کے ہاتھ پر۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے میری مدد فرمائی اور رسوائی سے بچا لیا۔ مَیں نے فوراً عرض کیا کہ میں بیعت ہوتا ہوں حکیم الامت مجدّد الملّت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے ہاتھ پر۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر میں اُس وقت گھبرا کر کہہ دیتا کہ میں بیعت ہوتا ہوں اشرف علی کے ہاتھ پر تو میرا مرشد سوچتا کہ نہایت ہی پیٹ بھر کے گنوار سے پالا پڑا ہے کہ جیسا مَیں کہہ رہا ہوں ویسا ہی مرید بھی کہہ

رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اِس امتحان میں پاس ہوگیا۔ پھر رات کو حضرت نے ڈاک کے خطوط جواب کے لیے میرے حوالے کیے کہ کل دس بجے یاد دلا دینا۔ میں رات بھر بے چین تھا اور دُعا کر رہا تھا کہ یااللہ وقت پر یاد آجائے۔ ٹھیک دن کے دس بجے حضرت والا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ نے خطوط دے دیئے اور شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی کیونکہ حضرت تو اس دُنیا کے آدمی ہی نہیں تھے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مست رہتے تھے اِس لیے حضرت کو دُنیا کے کام کہاں یاد رہتے تھے لیکن شیخ کی عظمت کی وجہ سے یاد رکھنے کا اتنا اہتمام فرمایا۔ ایک بار فرمایا کہ حکیم اختر اللہ کا راستہ یوں تو مشکل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان ہی نہیں ہوتا بلکہ مزیدار بھی ہو جاتا ہے ؎

مجھے سہل ہوگئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

ایک بار فرمایا کہ جب میں تھانہ بھون حاضر ہوا تو حکیمُ الامت حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اُٹھے اور چند قدم بڑھ کر مجھے لپٹا لیا اور فرمایا ؎

اے آمدنت باعثِ صد شادیِ ما

اے عبد الغنی تمہارے آنے سے مجھے سینکڑوں خوشی ہوئی اور فرمایا کہ میں پھولپور سے حضرت کے لیے اصلی گھی لے گیا تھا۔ بھینس اپنی پالی ہوئی تھی جس کو میں چنا کھلی اور بنولہ وغیرہ کھلاتا تھا۔ اُس کے گھی میں خوشبو آتی تھی۔ جب میں نے وہ گھی پیش کیا تو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی

صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو سونگھا اور فرمایا کہ خلیفہ اعجاز اس گھی کو رکھ لو میں اس کو گرم گرم کھچڑی میں کھاؤں گا اور کسی کو نہیں دوں گا۔ میرے شیخ نے فرمایا کہ حضرت کو میرا دِل خوش کرنا تھا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والے اپنے دوستوں کا دِل بھی خوش کر دیتے ہیں ورنہ یہی بات دِل میں رکھتے اور زبان سے نہ فرماتے لیکن یہ سنا کر مولانا عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خوش کر دیا۔

شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت عاشقانہ تھی۔ ایسی عاشقانہ عبادت کرتے ہوئے روئے زمین پر مَیں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی بھوکا پلاؤ قورمہ کھا رہا ہو، تلاوت کرتے کرتے فرطِ لذّت سے اُچھل اُچھل جاتے تھے اور درمیان تلاوت کبھی اتنی زور سے اللہ اللہ کہتے تھے کہ مسجد ہل جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انجن میں جب اسٹیم زیادہ ہو جاتی ہے تو ڈرائیور انجن کا ڈھکن کھول دیتا ہے ورنہ انجن پھٹ جائے۔ لگتا تھا کہ اگر حضرت اِس وقت اللہ اللہ کا نعرہ نہ لگائیں تو جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا

کیا کہوں آہ وہ مُرشد تھا مرا کیا اخترؔ
چشمِ تر نعرۂ ہُو چاک گریباں پایا

جب تک حضرت اپنے معمولات پورے نہ کر لیتے چین نہ آتا یہاں تک کہ ایک بار حضرت کو ۱۰۴ بخار ہو گیا لیکن حضرت نے اپنا وظیفہ نہیں چھوڑا۔ محراب میں گدّا بچھایا تکیہ لگایا اور سارا وظیفہ پورا کیا۔ دس برس تک پھولپور سے سرائے میر جاتے ہوئے مَیں نے حضرت کو کبھی نہیں دیکھا کہ دائیں بائیں کبھی دکانوں کو دیکھا کہ دائیں بائیں کبھی دکانوں کو دیکھا ہو کہ مٹھائی کی دکان ہے یا

کپڑے کی ہے۔ بس تلاوت کرتے ہوئے سامنے نظر کئے ہوئے چلے جاتے تھے اور جہاں کہیں کسانوں کی گائے بھینس کا گوبر پڑا رہتا تو حضرت وہاں ناک پر انگلی رکھ کر تلاوت کو روک دیتے تھے اور فرمایا کہ جہاں بدبو ہو وہاں اللہ کا نام لینے میں خوفِ کفر ہے، یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، پھر جب تانگہ آگے بڑھ جاتا تھا تو پھر تلاوت شروع کر دیتے تھے۔ پانچ میل روزانہ جانا اور پانچ میل روزانہ آنا۔ اختر بھی شیخ کے ساتھ باوضو بیٹھا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اختر کو یہ نصیب بلکہ خوش نصیبی عطا فرمائی تھی۔ ایک دن اچانک تلاوت کو روک کر فرمایا کہ حکیم اختر! جب دُعا میں آنسو نکل آئیں تو سمجھ لو دُعا قبول ہوگئی، آنسو قبولیت کی رسید ہیں۔

میرے حضرت میرے مرشد نے شیخ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ حضرت میں اللہ اللہ کرتا ہوں اور جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس پر عمل کرتا ہوں، آپ کی صحبت کی برکت سے میرا ایمان اور یقین اس مقام پر پہنچا ہوا ہے کہ جب میں دُنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں، یہ دُنیا مجھے برائے نام دُنیا ہے ؎

یہاں تو ایک پیغامِ جنوں پہنچا ہے مستوں کو
انہیں سے پوچھئے دُنیا کو جو دُنیا سمجھتے ہیں

ہم نے لیا ہے داغِ دل کھو کے بہارِ زندگی
اِک گُلِ تر کے واسطے ہم نے چمن لُٹا دیا

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

یہ ہے شیروں کا کام، یہ اللہ کے مردوں کا کام ہے کہ اللہ کے لئے ساری لذتوں کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ میرے مُرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ خط لکھا، یہ مجھے کس نے بتایا؟ میں ایک کام سے سُلطان پور گیا۔ حاجی عبد الواحد صاحب ایک بڑے میاں تھے جو حکیم الامت سے بیعت تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ میں تمھارے پیر کی ایک بات تمہیں سُناتا ہوں جو تم مجھ ہی سے سُنو گے کیونکہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اعظم گڈھ سے جس میں لکھا ہے کہ میں جب دُنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو لگتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے زمانہ کا صدیق ہے، اپنے زمانے کے اولیائے صدیقین میں سے ہے۔ حاجی عبد الواحد نے بتایا کہ یہ تمھارے شیخ حضرت مولانا عبد الغنی صاحب کا خط تھا۔ آہ! دُنیا ہی میں اللہ والوں کے کیسے کیسے حالات ہوتے ہیں۔

ترکِ گُناہ کے مجاہدہ کا اِنعام

اللہ کے راستہ میں گُناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے اور مجاہدوں کے رگڑے کھانے سے یہ مقامات نصیب ہوتے ہیں۔ میرے شیخ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تِلی دُھلی ہوئی ہے، رگڑی رگڑائی ہے اور اتنی رگڑی گئی ہے کہ چھلکوں کے غلاف میں اس کا تیل نظر آرہا ہے کہ اگر سوئی چبھو دو تو تیل باہر آجائے۔ اب اس کو گُلاب کے پھول میں بسایا جا رہا ہے جس سے وہ تِلی گُلاب کی خوشبو کو اپنے اندر جذب کر رہی ہے کیونکہ رگڑی رگڑائی ہے، مجاہدے سے گذری گذرائی ہے۔ اَب سارے گُلاب کا اثر اس میں آئے گا۔ جب اس کو کولھو میں پیلیں گے یا مشین

میں پیسیں گے تو روغنِ گل نکلے گا کیونکہ تِلّی کے تیل پر گلاب کے پھول کا اثر غالب ہوگیا۔ اسی طرح اگر اس تِل کو چنبیلی میں بسایا جائے تو روغنِ چنبیلی بنے گا۔ تِل سے روغنِ گل بنایا جارہا ہے روغنِ چنبیلی بنایا جارہا ہے، حالانکہ نہ یہ گلاب ہے نہ چنبیلی ہے مگر رگڑ رگڑ کر مجاہدے سے اس کو حساس بنا دیا گیا اور گلاب اور چنبیلی کی خوشبو کے جذب کی صلاحیت اس میں پیدا ہوگئی، جذبِ فیض مرشد کی خاصیت اس میں آگئی۔ اسی طرح جو لوگ گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھاتے ہیں، دِل پر غم جھیلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے حرام مزہ نہیں لیتے۔ اس غم کی وجہ سے ان کا قلب حساس، لطیف اور جذبِ فیضِ مرشد کی صلاحیت حاصل کرلیتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شیخ کے دس مُرید ہیں مگر دس کا تقویٰ اور دس کا تعلق مع اللہ الگ الگ ہوتا ہے جس نے جتنا زیادہ اپنے نفس کو رگڑا ہے اتنا ہی زیادہ اس کے اندر شیخ کا فیض جذب ہوگیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلانے شیخ اور مُرشد کے تو سو مرید ہیں مگر سب کا حال الگ الگ ہے۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ سب کو یکساں فیض نہیں ملتا، ہر ایک کی صلاحیت کے مُطابق ملتا ہے۔ بارش ہوتی ہے تو پہاڑوں پر اس کا اثر اور ہے، پتھریلی زمین پر اور ہے اور ملائم زمین پر اور ہے۔

اللہ کا پیارا بننے کا راستہ

آج دو بات عرض کرتا ہوں کہ جن کی قسمت میں اللہ نے کسی صاحبِ نسبت شیخ کو مقدر کردیا اور شیخ سے تعلق جوڑ دیا اور شیخ کا بتایا ہوا ذِکر بھی کررہے ہیں، وہ ذرا سا حوصلہ مردانہ اور ہمتِ شیرانہ کرلیں اور دانت پیس کر ارادہ کرلیں کہ اللہ کو

ناراض کرکے حرام مزہ قلب میں نہیں آنے دیں گے اور دِل پر اللہ کے راستے کا مزے دار غم جھیل لیں گے ۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں کیا ایسے غم اُٹھانے والوں کو وہ پیار نہ کریں گے؟ اگر آپ کے سینہ میں انسانی دِل ہے تو خود سوچئے کہ آپ سے مِلنے کے لئے ایک آدمی آیا لیکن آپ کے حاسدین نے راستہ میں اُس کے کپڑے پھاڑ دیئے اور اُس کو اتنا مارا کہ جگہ جگہ سے خُون بہہ رہا ہے مگر وہ بڑا ہمت والا ہے، آپ کا عاشق ہے اور کہہ رہا ہے ؎

بلا سے جان جائے گی تماشا گھس کے دیکھیں گے

جب وہ آپ سے ملے گا تو آپ اُسے سینے سے لگائیں گے یا نہیں، وہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے راستے میں بڑی مشکلات تھیں، آپ کے دُشمنوں نے مجھے بہت مارا جس سے میرے کپڑے بھی پھٹ گئے اور میں خُون میں لت پت ہو کے آیا ہوں مگر آپ کو نہیں چھوڑا تو اگر کوئی سینے میں دِل رکھتا ہے تو ایسے دوست کو جو اتنی مصیبت اُٹھا کے اِس سے ملے گا تو کیا اِس کے دِل میں کچھ رحم آئے گا یا نہیں؟ جب مخلوق کو رحم آئے گا تو اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہیں، وہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ ہر وقت اپنی نظر بچا کر خُونِ آرزو کرتا ہے، جہاں دیکھتا ہے کہ میرا مولیٰ ناراض ہوگا وہیں خُونِ آرزو کرتا ہے اُس کے قلب میں خُون کا دریا بہہ رہا ہے پھر سارا عالم اُس کو چُھپا سکے ناممکن ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُس کو نہیں چُھپنے دے گا کہ جس بندے نے میری راہ میں اتنا غم اٹھایا ہے اُس کو اللہ چمکا کے سارے عالم میں اُس کی خوشبو اُڑا دے گا ۔ اب اِس پر میرا شعر سُن لو ؎

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چھپ بھی جاتا
کس طرح خاک چُھپائے گی لہو کا دریا

اگر کوئی ایک نظر بچا کر قطرۂ خونِ دل، قطرۂ خونِ آرزو کرتا تو ممکن ہے کہ ایک قطرۂ خونِ کو کوئی چھپا دیتا لیکن جو رات دن غم اُٹھا رہا ہے، اللہ کے راستے میں مولیٰ کو راضی رکھ رہا ہے اور ہمت مردانہ اور ہمتِ شیرانہ استعمال کر رہا ہے اور اُس کا قلب خون کا دریا اپنے اندر رکھتا ہے، دُنیا دیکھے نہ دیکھے مگر اللہ ہر وقت دیکھ رہا ہے کہ میرا فلاں بندہ میری راہ میں غم اُٹھا اُٹھا کر خون آرزو کر کر کے دریائے خون سے گذر رہا ہے تو کیا وہ اللہ ارحم الراحمین اُس کے خونِ آرزو کو رائیگاں کرے گا؟ جب آپ مخلوق ہو کر اپنے دوستوں کے خون کو رائیگاں نہیں کرتے، اُس کو انعام اور شاباشی دیتے ہیں اور اپنی دوستی کا اعلیٰ مقام دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو ارحم الراحمین ہیں وہ بھی اپنے ایسے بندوں کو اپنی دوستی کا اعلیٰ مقام دیتا ہے اور اُس کے خونِ آرزو کو رائیگاں نہیں کرتا اور سارے عالم میں اُس کو چمکا دیتا ہے کیونکہ اُس کا دِل شامی کباب بن چکا تو سارے عالم میں اُس کی خوشبو کو اُڑا دیتا ہے۔ اب اختر کا شعر دوبارہ سنئے ؎

ایک قطرہ وہ اگر ہوتا تو چھپ بھی جاتا
کِس طرح خاک چھپائے گی لہو کا دریا

یہ گِل پارے اور حاسدین اور مٹی کے ڈھیلے کسی اللہ والے کے دریائے خون کو پاٹ نہیں سکتے۔

لذّتِ ترکِ گناہ

دوستو! یہ زندگی پھر دوبارہ نہیں ملے گی یہ مزہ، یہ مجاہدے کا مزہ، یہ اللہ پر مرنے کا مزہ، یہ خونِ آرزو کرنے کا مزہ، حق تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش لانے کا مزہ پھر دوبارہ نہیں ملے گا۔ ایک

خونِ آرزو پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا میں جوش آجاتا ہے اور وہ شاباشی دیتے ہیں اور حلاوتِ ایمانی سے اُس کا قلب بھر دیتے ہیں۔ ہر خونِ آرزو پر اور نظر کی حفاظت پر اللہ حلاوتِ ایمانی دیتا ہے۔ جس شخص نے ایک نظر بچائی اُس کو ایک حلوۂ ایمانی ملا اور جس نے سو نظر بچائی اُس کو سو حلوۂ ایمانی نہ ملے گا؟ پھر اُس کی دُکان حلوۂ ایمانی کی کتنی بڑی ہوگی، سمجھ لو۔ ہر شخص کے حلوۂ ایمانی کی دُکان الگ الگ ہے۔ ایک آدمی دو چار نگاہ بچا لیتا ہے اور ایک آدمی ہے جو ایک نگاہ بھی خراب ہونے نہیں دیتا اور دِل سے کہتا ہے کہ ؎

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اِس دِل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

واللہ قسم کھا کے کہتا ہوں اُن دوستوں سے جو اختر سے محبت اور اعتماد رکھتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کی منزل کی طرف صحیح راستے پر لے جا رہا ہے کہ ہر خونِ آرزو پر اللہ تعالیٰ اتنی مٹھاس، اپنا اتنا قُرب دے گا کہ دُنیا کی لیلاؤں کو کیا حوروں کو بھی یاد نہ کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ حوروں کے خالق ہیں اور حوریں مخلوق۔ وہ جب اپنے قُرب کی لذت دیتا ہے تو پھر سمجھ لو کہ دونوں جہان میں اس کا مثل نہیں ہے سوائے دیدارِ الٰہی کے جو جنّت میں نصیب ہوگا۔ جن کو اللہ نے یہ مزہ دیا اُن سے پُوچھو۔ شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کا قول ہے جسے میرے مُرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سُنایا کہ شاہ صاحب فرماتے تھے کہ جنّت میں جب حوریں میرے پاس آئیں گی تو کہوں گا کہ بی بیٹھو میں تلاوت کر رہا ہوں تم بھی میرے اللہ کا کلام سُنو ورنہ اپنا راستہ لو۔ بتائیے کہاں یہ اللہ والے عاشقانِ

ذاتِ حق اور کہاں لوگ دوسرے ذوق دِل میں لئے ہوئے ہیں جو بے شک جائز ہیں لیکن اللہ والوں کے عشق کا مقام کچھ اور ہے مگر جائز ذوق کیا ہے؟ جنت کی نعمتوں، جنّت کی حوروں کی طرف لالچ کرنا۔ اگر کوئی عاشق صورت حوروں کی لالچ میں نامحرم صُورتوں سے، حرام لذتوں سے بچتا ہے تو یہ محمود ہے، مطلوب ہے، باعثِ اجر و ثواب ہے لیکن عاشقانِ حق کا مقام بہت بُلند ہے کہ وہ جنّت کی لالچ میں نہیں، اللہ کی رضا کے لئے، اللہ کی ذات کے لئے گُناہوں سے بچتے ہیں اور جائز ذوق کی ترجمانی اس شعر میں ہے ۔

دُنیا سے مَر کے جب تم جنّت کی طرف جانا
اَے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

یہ میرا ہی شعر ہے ۔ میں ہر نظارہ دکھاتا ہوں کہ عاشقانِ صورت کا یہ منظر ہے اور عاشقانِ ذاتِ حق لیلائے کائنات کے خالق پہ فدا ہوتے ہیں یہاں بھی وہاں بھی ۔ یہ سمجھ لو کہ ہر لیلیٰ کا ڈیزائن الگ ہے ۔ ہر لیلیٰ کا نمک الگ ہے تو اے لیلاؤں کے ڈیزائن پر مرنے والو! جو سارے عالَم کو حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر قیامت تک ڈیزائن دے رہا ہے اگر وہ ڈیزائنر (Designer) تمہارے دِل میں آجائے گا تو تم ایک لیلیٰ نہیں سارے عالَم کی لیلاؤں کے ڈیزائن کو پاجاؤ گے کیونکہ ڈیزائنر میں لیلیٰ کاری کی صنعت کاری موجود ہے ۔ کیا کہیں دوستو میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی محبّت اور لذّت اور قُرب کے مقام کو بیان کر سکوں لیکن جو کچھ عرض کرتا ہوں اِس کو بھی غنیمت سمجھو اور جو لوگ دُنیا دی لیلاؤں کے مختلف ڈیزائن کے چکر میں ہیں تو اُن کی پریشانی کا بھی عجیب عالَم ہے کیونکہ دِل

تو ایک ہی ہے، ایک ڈیزائن کو دیکھا اور ہائے ہائے کیا کہ کاش یہ مِل جاتی، دوسری ڈیزائن کو دیکھا اور ہائے ہائے کیا۔ ساری زندگی ہائے ہائے کرتے رہو۔ ظالمو! کاش کاش کرتے رہو اور دِل پاش پاش ہوتا رہے گا۔ ہائے ہائے چھوڑو اور جس کو دیکھ کر ہائے ہائے کر رہے ہو، جس ڈیزائن کو دیکھ کر تم حیران و سرگرداں اور پریشان ہو اُس کا ڈیزائنر تلاش کرو وہ یہیں دُنیا میں مِل جائے گا۔ کیسے؟ اللہ والوں کے پاس جاؤ، اُن سے اللہ کی محبّت سیکھو۔ چند دِن محنت کرنی پڑے گی، چند دن خونِ تمنا کرنا پڑے گا، چند دن اِن لیلاؤں سے صَرفِ نظر کرنا پڑے گا لیکن پھر گناہوں کے ترک سے دِل میں ایسی حلاوت ایسی مٹھاس ملے گی کہ تمام لیلاؤں کو بھول جاؤ گے جب وہ خالق لیلائے کائنات دِل میں اپنی تجلیاتِ خاصہ سے مُتجَلّی ہوگا تو عالمِ غیب برائے نام عالمِ غیب رہے گا اور اُس مولیٰ کا قُربِ خاص دِل محسوس کرے گا۔ پھر عالم ہی کچھ اور ہوگا۔ پھر ان شاء اللہ ہر وقت آپ کا قلب اللہ سے مست رہے گا۔ بیوی کا بھی حق ادا کرو گے لیکن اللہ کا حکم سمجھ کر مگر جب اذان ہو جائے گی تو اُس وقت کہو گے کہ میری لیلیٰ اب میں مولیٰ کے حُضور میں جا رہا ہوں۔ جان دے سکتا ہوں ایمان نہیں دے سکتا، اب جماعت سے نماز ادا کروں گا تو جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو تلاش کر لیا اور مولیٰ کو اپنے قلب میں پا لیا، جو سارے عالم کی لیلاؤں کے ڈیزائنر کو پا گئے، سارے عالم کی مٹھائیوں کی چاشنی اور مٹھاس دینے والے کو گئے، بخشندۂ شیرینی کائنات کو پا گئے تو پھر سمجھ لو وہ یہی کہتے ہیں جو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دِل یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے۔
ارے شکر کیا جانے میرے مولیٰ کی مٹھاس کو ؎

از لب یارم شکر راچہ خبر

اِس شکر کو میرے اللہ کے نام کی مٹھاس کی خبر ہی نہیں ہے کیونکہ شکر محدود ہے، یہ غیر محدود لذت کی حامل نہیں ہوسکتی۔ بس عاشقوں کے قلب ہی میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود مٹھاس کو اپنے قلبِ محدود میں پاجاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو کرامت مِلی ہے۔ اللہ نے اُن کے دِل کا میٹیریل (Material) ایسا بنایا ہے۔ اُس مٹھاس کو پاکر ہی وہ کہتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دِل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دِل یہ شکر زیادہ میٹھی ہے یا جس نے اِس شکر کو پیدا کیا ہے وہ زیادہ میٹھا ہے اور اے دِل یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے۔ اِس لئے جو خالقِ شمس و قمر کو پاگئے اُن کو سُورج اور چاند کی روشنی لوڈشیڈنگ معلوم ہوتی ہے۔ جب تک اللہ کا نام نہ لے لیں۔ یہ شمس و قمر اُن کو پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ اِس لیئے وہ دُنیا کے سورجوں اور دُنیا کے چاندوں پر فِدا نہیں ہوتے۔ اگر مجنوں کو کوئی شمس الدین تبریزی مل جاتا تو اُس کے عشقِ لیلیٰ کو اپنی روحانی طاقت سے عشقِ مولیٰ میں تبدیل کردیتا اور وہ پاگل نہ ہوتا بلکہ اللہ والے پاگلوں کو آب و گِل سے نکال کر، فانی دلدلوں سے نکال کر، عشقِ فانی کے ہنگاموں اور زلزلوں سے نکال کر اللہ کی غیر فانی محبت کے زمزموں سے ایسا مست کر

دیتے ہیں کہ سارا عالم مع اپنی لذتوں کے اُن کی نگاہوں سے گرجاتا ہے۔

حُسنِ مجازی کی فنائیت اور داستانِ عبرت

اور اگر کسی اللہ والے کی صحبت نہ ملے تو مٹی کے ان کھلونوں ہی میں یہ دُنیا والے مست رہتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے حُسن کو مٹی ہوتے دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی یقین نہیں آتا کہ یہ مٹی کے کھلونے ہیں۔ آہ! مٹی کے کھلونوں کی خاطر اپنی آخرت کو، ہمیشہ کی زندگی کو جہاں کبھی موت بھی نہ آئے گی تباہ کرنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

کیا کہیں اِس دُنیا کو اللہ تعالیٰ نے عبرت انگیز بنایا ہے۔ سولہ سال کی لڑکی کو دیکھو تو عقل بَر معلوم ہوتی ہے، کہتے ہیں کہ یہ تو عقل اُڑا رہی ہے۔ پی آئی اے کی ایئر ہوسٹس جب میک اَپ کرلیتی ہے تو نفس میں پک اَپ (Pick up) ہوتا ہے لیکن ان ہی کو بڑھاپے میں دیکھو، جب ریٹائر ہوجائیں تو جاکر اِن کی خیریت پوچھو۔ سولہ برس کی گُڑیا جب ساٹھ برس کی بُڑھیا بن کر لٹھیا لیے ہوئے آئے گی تو اُس کو دیکھ کر کیا نفس میں پک اَپ ہوگا، کیا اُس وقت اُس سے اظہارِ محبت کروگے اور اُس پر دل وجان فدا کرنے کو جی چاہے گا؟ یا اُس کو دیکھ کر بھاگوگے۔ اسی طرح سولہ سال کے جس حسین پر مرتے ہیں وہی سولہ سال کا گُڈا جب ساٹھ برس کا بُڈھا بن جائے گا تو پھر اُس کو دیکھ کر کیوں بھاگتے ہو اور کیوں کہتے ہو کہ تمہیں دیکھ کر تکلیف ہورہی ہے۔ جس کو دیکھ کر خدا کو بھول جاتے تھے، خدا کا خوف نہ آتا تھا اُسی کو دیکھ کر اب کیوں پاجامہ باندھ رہے ہو۔ زوالِ حُسن کے بعد اب عقل ٹھیک ہوگئی لیکن اب کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ اگر عین شبابِ حُسن کے

وقت بچتے تو اللہ کو پا جاتے۔

آہ! سارا عالَم مُردہ ہے۔ یہ دُنیا مُردوں کا قبرستان ہے۔ جو آج کل چل رہے ہیں سمجھ لو یہ سب قبروں میں لیٹے ہوئے ہیں۔ جتنے آدمی زمین کے اُوپر ہیں سو برس کے اندر سب زمین کے نیچے قبر میں چلے جائیں گے۔ ہر صَدی کے بعد زمین کے اُوپر کا سارا طبقہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔ ذرا سوچو تو کہ کس پر جان دیتے ہو۔ ارے مُردوں پر کیا جان دینا ہے۔ اُن کے حُسن کا نقد مال نہ دیکھو' اُن کا زوال دیکھو تو اُن کے فتنہ سے محفوظ رہو گے۔

اُن کے پچپن کو اُن کے بچپن سے
پہلے سوچو تو دِل نہیں دو گے

اگر نقد نرائن دیکھو گے' اور اُن کے ڈیزائن پر مرو گے تو اللہ کے خزائن سے محروم رہو گے۔ اُن کا انجام دیکھو کہ ہر لڑکی نانی اماں ہونے والی ہے اور ہر لڑکا نانا ابا ہونے والا ہے۔ اگر کوئی اِس کو چیلنج کرے کہ فلاں لڑکی ایسی معشوقہ ہے جو ہمیشہ جوان رہے گی اور کبھی نانی اماں نہیں بنے گی اور فلاں لڑکا ایسا معشوق ہے جو ہمیشہ جواں رہے گا اور کبھی نانا ابا نہیں بنے گا تو مَیں اُس کا چیلنج قبول کرتا ہوں اور مَیں اُس کا مقابلہ کروں گا اور عقل کی بین الاقوامی عدلیہ میں ثابت کروں گا کہ ہر لڑکی کو نانی اماں بننا ہے اور ہر لڑکے کو نانا ابو بننا ہے چاہے اُس کے نواسہ نواسی ہوں یا نہ ہوں۔ بغیر نواسہ نواسی کے بھی لڑکی نانی اماں معلوم ہو گی اور لڑکا نانا ابا معلوم ہو گا۔ مَیں ایسے ہی تھوڑی کہتا ہوں، تم اِس کو تسلیم کرو گے، اس کے خلاف بول نہیں سکتے، اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں لا سکتے، تمہارا دعویٰ بِلا دلیل ہے کیونکہ تو تُم اور مجاز ہے اور میں

بلاخوف تردید جو دعویٰ کر رہا ہوں وہ مُدلّل ہے، مُسَلّم ہے، حقیقت ہے کہ اگر کوئی حسین اور حسینہ طے کرلیں اور اسٹامپ پیپر پر آپس میں معاہدہ اور پیکیٹ بھی کرلیں کہ ہم اپنی جوانی کا پورا پورا فائدہ اُٹھائیں گے اور ہر وقت ایک دوسرے سے چمٹے رہیں گے ایک لمحہ کو بھی الگ نہیں ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ ایک دوسرے سے چمٹے چمٹے وہ بُڈّھے ہوجائیں گے، اُن کے کالے بال سفید ہوجائیں گے، دانت اُکھڑ کر گرپڑیں گے، گال پچک جائیں گے۔ یہ کوئی فرضی قصے نہیں ہیں، یقینیات ہیں۔ یہ یقینی ہے کہ اُن کے دانت اُکھڑ کر باہر آنے والے ہیں، کالے بال سفید ہونے والے ہیں، کمر جھکنے والی ہے، آنکھوں سے کیچڑ بہنے والا ہے اور ایسا بُڑھاپا آنے والا ہے کہ دیکھ کر نفرت ہونے لگے گی۔ پھر کون ہے جو کسی بُڈّھے کو معشوق بنائے اور کون ہے جو کسی بُڈّھی معشوقہ سے آنکھ لڑائے۔

چند روزہ بہار ہے اور چند دن کا مجاہدہ ہے۔ چند دن مُجاہدہ کرلو اور ہمیشہ کو چین پاجاؤ۔ دیکھئے انسان کی زندگی کا زمانہ تین حصّوں پر تقسیم ہے، بچپن جوانی اور بڑھاپا۔ بچپن ناقابلِ التفات ہے اور بُڑھاپا ناقابلِ التفات ہے۔ دو ناقابلِ التفات کے بیچ میں جوانی کا زمانہ ہے اور یہی امتحان ہے۔ صِرف جوانی میں مُجاہدہ کرلو، دِل اور آنکھوں کو بچالو اور وہ بھی حرام سے۔ حلال کو ہم منع نہیں کرتے۔ اگر پیسہ ہے شادی کرلو اور حلال مزہ لے لو لیکن اگر کوئی غریب ہے، شادی نہیں ہو رہی ہے یا کسی کی قسمت ہی میں نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میرا بندہ رومانٹک مزاج ہے، حُسن پر حریص ہے۔ اگر اس کی شادی کردوں گا تو رات دِن ایک کردے گا، اِعتدال میں نہیں رہے گا اور اپنی صحت خراب کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر

ایسوں کے لیے انتظام ہوتا ہے کہ اُن کی شادیاں نہیں ہوتیں۔ تو ایسے لوگ صبر کریں اور میرے اِس شعر پر عمل کریں ؎

جب نہیں دی مجھے حلال کی مے
کیوں پیوں چھپ کے میں حلال کی مے

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی مشق کرنا، اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنے کے مُترادِف ہے۔ اگر خونِ تمنا نہیں کرنا ہے تو اِس راہ میں قدم نہ رکھو۔ یہ راستہ ہیجڑوں کا نہیں ہے، شیر مَردوں کا ہے، مَردانہ ہمت سے کام لو۔ خُدا نے ہیجڑا نہیں بنایا، اپنے اختیار سے ہیجڑا اور بُزدل بنے ہُوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہمت عطا فرمائی ہے، پھر تقویٰ فرض کیا ہے۔ یہ نہیں کہ ہم بہانہ کردیں کہ صاحب کیا کریں ہمارے اندر تو ہمت ہی نہیں ہے کہ ہم نظر بچائیں، حسینوں سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہیں کہ ہمت نہ دیں اور تقویٰ فرض کردیں۔ سب کو ہمت دی ہے لیکن ہم اپنی ہمت کو استعمال کرنے کی ہمت نہیں کرتے جیسے اپنے بچّے کی محبت میں بھینس دُودھ چڑھا لیتی ہے، پھر لاکھ اُس کے تھن پر ہاتھ مارو مجال ہے جو دُودھ اتارے، ہاں اگر مالک کی محبت بچّہ سے زیادہ ہوجائے۔ اِسی طرح اگر ہم کو اپنے پیدا کرنے والے مالک کی محبّت نفس کی خواہشات سے زیادہ ہوجائے تو تقویٰ بالکل آسان ہے۔ جو نفس کو حرام لذتوں کی غذا دیتا ہے، نفس کا خُون نہیں پیتا وہ بخدا کبھی باخدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اپنی جانوں پر رحم کرو، ہیجڑے پن سے توبہ کرو اور اِس میں کوئی نیک نامی بھی نہیں ہے۔ پوچھ لو اُن سے جنہوں نے خواہشاتِ نفس سے سودا کر رکھا ہے کہ جن کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہو اُن کی نگاہوں میں عزت والے

ہو یا کُتّے اور سُوَر سے زیادہ بدتر معلوم ہوتے ہو؟ اپنی ذلّت و خواری گوارا کرتے ہو اور اللہ سے بھی محروم رہتے ہو۔ آہ! اللہ سے محرومی دونوں جہان سے محرومی ہے کیونکہ اللہ دونوں جہان کا مالک ہے۔ جو دونوں جہان کے مالک کو راضی رکھتا ہے اُس کو دونوں جہان ملتا ہے اور جو نفس کی چالوں میں آتا ہے وہ دونوں جہان سے محروم رہتا ہے اور اللہ والا بھی نہیں ہوسکتا اور خسر الدنیا والآخرہ۔ کا مصداق ہوکر دونوں جہان میں خائب و خاسر و نامراد رہتا ہے۔ صرف کمینے اور محروم لوگ ہی کہتے ہیں کہ ہمارے اندر ہمت نہیں ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ ہمت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابھی کوئی پستول دکھا دے تو مجال ہوگی گُناہ کرنے کی؟ کیا اُس وقت کہو گے کہ جان رہے یا جائے مُجھ کو اِس کی پرواہ نہیں یا بگٹٹ بھاگو گے جیسے باگ ٹوٹ جائے تو گھوڑا بھاگتا ہے۔ ایسے ہی یہ شخص بھاگے گا۔ بات یہ ہے کہ جان پیاری ہے۔ اگر ایمان پیارا ہوتا تو گُناہ سے ایسے ہی بھاگتا۔ جو جان لڑا دے گا وہ جان چھڑا لے گا اور اللہ کو پالے گا۔ اگر اللہ کا مِلنا محال ہوتا تو تقویٰ فرض ہی نہ ہوتا۔ ناممکن کام اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیوں دیتے۔ ہم تقویٰ کو مشکل کرلیتے ہیں دیکھ دیکھ کر للچا للچا کر۔ اگر نظر کی حفاظت کرلیں تو کوئی پرچہ مشکل نہیں۔ اِس زمانے میں کوشِش کرو کہ پہلی نظر بھی خراب نہ ہو، احتیاط سے نظر اُٹھاؤ کیونکہ پہلی نظر مُعاف تو ہے کیونکہ بے اختیار ہے اور اِس سے بچنا مشکل ہے۔ لیکن نقصان دہ وہ بھی ہے کیونکہ شیطان کا زہر آلود تیر ہے اور زہر کوئی اَن جانے میں بھی کھالے تو اُس پر گناہ تو نہ ہوگا لیکن زہر نقصان تو کرے گا۔ اِس لِئے بے پردگی و عریانی کے اِس زمانے میں اچانک نظر میں بھی احتیاط کرو ورنہ جو بے فکری سے اچانک نظر ڈالے گا وہ اچانک

میں چینگ کی چینگ زہر کی پی جائے گا۔ بس اِس زمانے میں اللہ والا بننے کا راستہ قلب و نظر کی حفاظت ہے۔ اس میں دِل کا خُون ہو تو ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہم سے خونِ ارماں ہی چاہتے ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

نے تیرا دل نے تیری جاں چاہیئے
اُن کو تجھ سے خُونِ ارماں چاہیئے

جِس کو اپنے ارمانوں کا خُون کرنا آگیا وہ خُدا کو پا گیا اور جو خُدا کو پا جائے گا وہ کیا کچھ نہ پا جائے گا، دونوں جہان کی لذتوں سے بڑھ کر مزہ اُس کو نہ آئے گا؟

بس کیا کہوں میرے دِل میں جو مضمون ہے وہ ادا نہیں ہوا، اِس کی ترجمانی نہیں ہوسکتی۔ لُغت فیل ہوجاتی ہے، الفاظ ہاتھ جوڑ لیتے ہیں کہ اِس سے آگے ہماری پرواز نہیں۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ سے فریاد اور رونے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ بس روتا ہوں کہ اے اللہ! آپ ہی میری آہ کو میرے دِل میں اور سامعین کے دِلوں میں اتار دیجئے۔

تو دوستو! یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ نے عقل دی ہے، ذرا سوچو تو کہ جو اللہ دونوں جہان کی لذتوں کو پیدا کرتا ہے وہ اگر ہمارے قلب کو حاصل ہو جائے تو کیا ہمارا قلب حاملِ لذاتِ دوجہاں نہیں ہوگا؟ جو خود بے مزہ ہو وہ بامزہ چیز کو کیسے پیدا کرے گا۔ پس جو دونوں جہان کی لذتوں کا خالق ہے وہ بھلا خود بے مزہ ہوگا؟ لہٰذا دو کام کرلو تو مولیٰ مِل جائے گا، ڈیزائن پہ مرنے کی ضرورت نہیں ہے ڈیزائنر مِل جائے گا۔

بس دو ہی کام ہیں: (۱) کسی اللہ والے سے محبّت کرو، اس کی صحبت اُٹھاؤ۔

اہل اللہ کی پیوندکاری کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نازل فرمایا ہے۔ **کونوا مع الصادقین** کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو۔ یہ پیوندکاری خدائی ٹیکنالوجی ہے کہ تمہارا دیسی دل جب اللہ والوں کے دِل سے پیوند کھائے گا تو پھر تم ویسے ہی ہو جاؤ گے جیسا تمہارا پیر ہے۔ (۲) اور دوسرا کام ہے اللہ کے راستہ میں گُناہ چھوڑنے کا غم اُٹھانا۔

خُونِ دِل کا بے مثل خُون بہا

بس چند دِن اپنی آرزوؤں کا خُون کرلو۔ صاحبو! وہی دردِ دِل پاجاؤ گے جو اُس اللہ والے کو حاصل ہے جیسا کہ میرے شیخ نے جونپور میں مجھے دکھایا تھا کہ جو تِلی ثابت ہے اگر غلطی سے اُس کو گُلاب کے پھُول میں رکھ دیا تو گلاب کی ذراسی خوشبو بھی نہیں آئے گی لہٰذا اپنے قلب کے تِل کو مُجاہدات سے رگڑ رگڑ کر حساس اور لطیف کرلو، غم اُٹھاؤ اور ایک لمحہ مالک کو ناراض نہ کرو۔ ان شاء اللہ اس کا بے مثل صلہ ملے گا، بے مثل خوں بہا ملے گا۔ جو اللہ، شریعت میں قانون خون بہا کا بنا سکتا ہے کہ اگر کوئی کسی کو قتل کردے تو اُس کا خُون بہا اُس پر فرض کرتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اللہ اپنے راستے میں اپنے عاشقوں کو خُونِ آرزو پر خوں بہا نہ دے گا؟ وہ خُونِ آرزو پر بے مثل خُوں بہا، بے مثل صلہ اور بے مثل بدلہ دیتا ہے جس کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ جو نظر بچاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو حلاوتِ ایمانی دیتا ہے، آنکھ کی مٹھاس لے کر دِل کی مٹھاس دیتا ہے اور کیا کیا دیتا ہے، اُن کے راستے میں اپنی آرزو کا خُون کرکے تو دیکھو۔ دنیا والے تو ایک خوں بہا دے سکتے ہیں یا مال دیں یعنی دِیَت جو شریعت کا حکم ہے یا پھر اُس کا قِصاص ہے کہ قتل کردیں لیکن اللہ تعالیٰ جو خُون بہا

دیتا ہے وہ بے شمار و بے حساب اور غیر محدود ہوتا ہے اور اُس کا کوئی مثل بھی دُنیا میں نہیں پاؤ گے۔ اِس لئے ہر ولی اللہ اپنے قلب میں ایک لذتِ بے مثل رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے تو اُن کے نام کی لذت بھی بے مثل ہے، غیر محدود، غیر فانی ہے۔ دُنیا کے سلاطین محدود تخت و تاج رکھتے ہیں، اللہ والے غیر محدود تخت و تاج رکھتے ہیں، دُنیا کے عاشقین پاپڑ، بریانی، شامی کباب محدود کھاتے ہیں، لیکن اللہ والے جب ایک دفعہ اللہ کہتے ہیں تو سارے عالم کے انگوروں کا رس، سارے عالم کے شامی کباب اور بریانی کا مزہ اُن کے دل میں پہنچ جاتا ہے کیونکہ وہ خالقِ انگور ہے، خالقِ سیب ہے، خالقِ لذاتِ دو جہاں ہے۔ کیا کہیں دوستو سچ کہتا ہوں کہ اب کائنات کی لُغت پیچھے ہٹ رہی ہے کہ اب اِس سے زیادہ ہم اللہ تعالیٰ کی محبّت کو نہیں بیان کر سکتے لیکن ہم کہتے ہیں کہ کوئی شخص شامی کباب کی تعریف بیان نہ کر سکے لیکن شامی کباب کھالے تو مزہ پائے گا یا نہیں؟ آپ یہ نہ دیکھیں کہ اختر نے اللہ تعالیٰ کی محبت اور عظمتوں کو صحیح لُغت سے تعبیر کیا ہے یا نہیں لیکن مان لو کہ ایک دیہاتی ہے، بے چارہ اُردو بھی نہیں جانتا لیکن شامی کباب آپ اس کے مُنہ میں ڈال دیں تو خود ہی اُس کی سمجھ میں آجائے گا کہ میرے مُنہ میں کباب کی جو لذت ہے اُس کی تعبیر کے لیے اب کسی لُغت کی ضرورت نہیں۔ لیکن اِس کے لیے بس دو کام کر لو۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے کسی خاص بندے سے دوستی کر لو اور جگری دوستی کر لو اور کچھ دن اُس کے ساتھ رہ لو، سَفَر میں حَضَر میں دیکھو کہ وہ خوشی میں کیسا رہتا ہے، غُصّے میں کیسا رہتا ہے، لیلائے کائنات اور مجازینِ عالم ساتھ اُس کا کیا رویہ ہے، بادشاہوں کے ساتھ کیسا رہتا ہے اور غریبوں کے ساتھ

یکساں رہتا ہے۔ اُس کی زندگی کے ہر موڑ پر ان شاء اللہ آپ پہچان جائیں گے کہ اُس کے دل میں کوئی عظیم الشان مال ہے جس کی وجہ سے یہ تمام دُنیا کے مال کی طرف دیکھتا بھی نہیں، حسینانِ کائنات کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھاتا اور دوسرا کام میں نے بتادیا کہ اللہ کے راستے میں گُناہ چھوڑنے کا غم اُٹھانے میں پیچھے نہ ہٹو، ہیجڑے نہ بنو، لومڑی نہ رہو، ہمت مَردانہ اختیار کرو۔ پرتاب گڑھ میں ایک گویا آیا مقدمے کے لیے میرے ایک وکیل دوست کے پاس۔ اُنھوں نے کہا کہ کچھ اشعار سُنا دے تو میں تیرا مقدمہ لڑوں گا۔ اُس نے کہا سُنئے صاحب ؎

بُلبُل نے کہا عشق میں غم کھانا چاہیئے

اب میرے کان کھڑے ہوگئے کیونکہ عشق کی بات جہاں بھی ہوتی ہے۔ مَیں فوراً کان لگادیتا ہوں، سبق لیتا ہوں بچپن ہی سے۔

بُلبُل نے کہا عشق میں غم کھانا چاہیئے
پروانہ بولا عشق میں جل جانا چاہیئے
فرہاد بولا کوہ سے ٹکرانا چاہیئے
مجنوں نے کہا ہمّتِ مَردانہ چاہیئے

مَیں وہی آپ سے اپیل کرتا ہوں اپنے نفس سے بھی اور آپ کے نفسوں سے بھی اِسی کی گذارش کرتا ہوں کہ اگر اللہ ہمیں ہمت مَردانہ نہ دیتا تو احکام مَردانہ بھی نہ دیتا۔ ہم کو ہمّت اور طاقت دے کر حکم دیا کہ نظر بچاؤ۔ اس کے بعد ہم آپ کیوں ہمّت نہیں کرتے، کیوں ہمت چور بنتے ہو، بھینس کی طرح دُودھ چور جو اپنے بچّہ کے لیے دُودھ چڑھا لیتی ہے۔ یہی حال نفس کا ہے جو حرام لذتوں کے ہمت چوری کرتا ہے

پوری ہمت استعمال نہیں کرتا۔ بس جس دِن ارادہ کرلو گے کہ اَے ظالم نفس تیری لذتوں سے مجھے میرا اللہ زیادہ پیارا ہے، ساری زندگی اَے نفس تیری ڈیمانڈ کو سُن سانڈ کے مَیں نے آزمایا ہے لیکن مجھے عرق بید مُشک اور افتیمون ولائتی صرح بستہ پینا پڑا اور میرے قلب میں پریشانیوں کے ہنگامے شروع ہو گئے تیری بات مان کر کبھی چین نہ پایا لیکن اللہ کی بات جب مانی تو اللہ نے میرے قلب کو چین دیا لہٰذا اُس مولائے کریم کی بات مانو اور نفس دشمن کی بات مت مانو اور آج سے ارادہ کرلو کہ چاہے جان رہے یا نہ رہے اے نفس تجھے لگام دینا ہے، تجھے لگام دینا ہے اور مجھے اللہ کو حاصل کرنا ہے۔ اِرادہ کرلو، اللہ نے ہمت دی ہے، آج ہی ارادہ کرلو کہ آج کی تاریخ سے ہم اپنے مولیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت نہیں لیں گے۔

بس یہی دو کام اللہ نے بتائے ہیں اللہ والا بننے کے لیے۔ جس کی آیت میں نے تلاوت کی کونوا مع الصادقین۔ اور دوسرا کام ہے مجاہدہ جو آیت والذین جاھدوا فینا الخ ہے شیخ کی صُحبت گلاب اور چنبیلی ہے اور ہم لوگ کیا ہیں؟ تِل ہیں اور تِل کا مجاہدہ کیا ہے؟ تل کی رگڑائی پھر گلاب کے پھُول میں بسائی پھر کولھو میں پسائی۔ ان شاء اللہ پھر جو تیل نکلے گا وہ تِل کا نہیں ہو گا روغنِ گُل ہو گا، روغنِ چنبیلی ہو گا۔ مجاہدہ اُٹھانے کے بعد اہل اللہ کی صُحبت کے پھُولوں کی برکت سے نفس کا بھی تیل نکل جاتا ہے۔ ایک صاحب بمبئی کے آئے تھے وہ تیل کا کام کرتے ہیں، مَیں نے کہا کہ آپ کِس کِس چیز کا تیل نکالتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ میں سرسوں کا تیل نکالتا ہوں، بابچی کا تیل نکالتا ہوں گُلِ بنفشہ کا بھی تیل نکالتا ہوں۔ مَیں نے کہا کہ کبھی نفس کا تیل بھی نکالا کہ نہیں؟۔ اُنھوں نے

کہا کہ نفس کے تیل سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ میں نے کہا نفس کا تیل اگر نکال دو تو تم بھی ولی اللہ ہو جاؤ گے اور جس کو لگاؤ گے وہ بھی ولی اللہ ہو جائے گا۔ اِس کی غلط ڈیمانڈ کو پیس ڈالو، حرام خواہش کو پورا نہ کرو بس سمجھ لو نفس کا تیل نکل گیا۔ آہ! یہی نفس کا تیل تو ولی اللہ بناتا ہے۔

ستّر سال کی زندگی کا نچوڑ، میں نے آج آپ کو پیش کر دیا کہ بس شیخ کے ساتھ رہو اور تہیہ کر لو کہ ہم مر جائیں گے مگر اپنے مولیٰ کو ناراض نہیں کریں گے۔ اگر نفس کہتا ہے کہ تم اگر بدنظری کا لعنتی کام نہیں کرو گے تو مر جاؤ گے تو تم نفس کو یہی جواب دو کہ ہم لعنتی کام کر کے جینا نہیں چاہتے، لعنتی کام نہ کرنے سے اگر موت آتی ہے تو ہم ایسی موت کو عزیز رکھتے ہیں۔ بتاؤ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نہیں ہے کہ نفس تمہارا دشمن ہے۔ کیوں بھئی اُمتی ہو کر ہم لوگوں کو آپ کے ارشاد پر ایمان لانا فرض ہے یا نہیں؟ بس دشمن کی بات مت مانو۔ اللہ تعالیٰ کی بات مانو، نبی کی بات مانو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن نفس ہے جو تمہارے پہلو میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾

یقیناً نفس کثیر الامر بالسوء ہے، بہت زیادہ برائی کا تقاضا کرنے والا ہے۔

تو نفس امّارہ کا بھروسہ مت کرو، رحمت کے کام کرو۔ عذاب کے کام مت کرو۔ رحمت کے کام کرو گے تو اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ رہو گے، نفس تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

آج کی تقریر میں دو ہی مختصر چیزیں ولی اللہ بننے کی ہیں۔ کسی ولی کے ساتھ پیوند کاری کرلو اور کیسے معلوم ہو کہ یہ ولی اللہ ہے تاکہ دھوکہ نہ ہو۔ یہ دیکھ لو کہ کسی ولی اللہ کے ساتھ بھی رہا ہے یا نہیں۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ دیسی آم، لنگڑا آم بن چکا ہے بس دیکھو کہ دیسی آم لنگڑے آم کی قلم کھا چکا ہے یا نہیں اور پھر ذرا چکھ بھی لو، مارکیٹ میں اس کا ریٹ بھی لے لو خاص کر جو ماہرینِ فن ہیں اُن سے دیسی آم کی اور لنگڑے آم کی پہچان کرو۔ علماء دین ماہرینِ فن ہیں اُن کی نظر سے پوچھو کہ فلاں پیر ہمارے لئے کیسا ہے۔ مُنصف مزاج علماء دین آپ کو کبھی دھوکا نہیں دیں گے نہ دھوکہ کھائیں گے۔ جس پیر سے علماء مرید ہو رہے ہوں تو سمجھ لو یہ پیر سچا ہے کیونکہ علماء دین کے پاس علمِ دین کی روشنی ہے جو علم کی روشنی میں پورا نہیں اُترتا علماء اس سے رجوع نہیں کرتے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دُنیا میں بڑے بڑے علماً اِس فقیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ بس یہ ارادہ کرلو کہ مولیٰ کو راضی کرنے پر جان دینا ہے۔ بتاؤ جان کا زیادہ حق ہے یا اللہ کا؟ اب کس دل سے کہوں بس دِل میں اللہ اُتار دے۔

بس دُعا کرو اب آگے دُعا ہی کا سہارا ہے کہ اَے اللہ ہمارے دلوں میں یہ جذبہ ڈال دے کہ ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ آپ کو خوش کرنے میں جان کی بازی لگا دیں۔ ایک لمحہ بھی آپ کو ناراض کر کے حرام مزہ اپنے اندر نہ آنے دیں اور جب ہم جان کی بازی لگائیں تو ہماری جان میں آپ اپنی محبت کا وہ رس گھول دیجئے کہ ساری دُنیا کی تمام چیزیں آپ کے سامنے ناچیز ہو جائیں، آپ بڑی چیز ہیں، آپ سے بڑھ کر کوئی چیز ہی نہیں تو آپ کے قُرب کے سامنے سارا

جہاں ہمارے لئے ناچیز ہو جائے اور ناچیز پر ہم نہ مریں کہ یہ لاشیں ہیں لاشیں۔ لاش معنی لاشئے۔ لاشئے پر مریں گے تو خود بھی لاش مُثبت لاش ڈبل لاش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور اپنی محبتِ کاملہ اور سلامتی وعافیت کاملہ نصیب فرمائے اور اپنی رحمت سے ہم سب کو ولی اللہ بنا دے اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کے تمام مصائب دنیوی و اُخروی سے اور مخلوق کی جانب سے ہر قسم کے مصائب سے اللہ تعالیٰ عافیت کاملہ نصیب فرمائے۔ (آمین)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰاحِمِيْنَ۔



سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۷

ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶ ۳

نام وعظ : ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۝

بعد اس خطبۂ مسنونہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان ہے۔ جو تین۳ آیتوں کے مجموعہ کا عنوان ہے۔ وہ اعلان کیا ہے؟ ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ اب آیات کی ترتیب دیکھئے۔

صحبتِ مرشد کا استدلال قرآن پاک سے

(۱) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ الخ سب سے پہلے صحبتِ مرشد ہے۔ اپنے عاشقوں کی ایک جماعت کے لئے سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی حکم دیا جارہا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے گھر کا آرام چھوڑ کر مسجدِ نبوی میں تلاش کیجئے جہاں میرے کچھ عاشق مجھ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ آپ اُن کے درمیان جاکر بیٹھئے، اُن کو میرا پتہ بتائیے، اُن کی رہبری فرمائیے آپ کو گھر سے بے گھر کر کے آپ کا مولیٰ آپ کا آرام تو لے رہا ہے مگر اس کے بدلہ

میں آپ کے دل میں آپکو آپ کا آرامِ جاں یعنی اللہ مل جائے گا اور وہ تو آپ کو ملا ہوا ہے اور ایسا ملا ہُوا ہے کہ روئے زمین پر کسی کو ایسا نہیں ملا جیسا آپ کو ملا ہے کیونکہ آپ سیدالانبیاء ہیں، اِس کے مِلنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کے درجات میں مزید بُلندی ہو جائے گی، قُرب مزید بڑھ جائے گا کیونکہ اُس کی ذات غیر محدود ہے اِس لئے اُس کے قرب کے درجات بھی لامتناہی ہیں وہ آپ کا ایسا آرامِ جاں ہے۔

اِسی لئے میرے مرشد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب آسمان کی طرف دیکھتے تھے تو اللہ کو یاد کرتے تھے اور ایک جملہ فرماتے تھے کہ اے آرامِ جانِ بے قراراں! اے بے قرار جانوں کے آرام! میرے شیخ نے یہ اللہ کا نام رکھا تھا کہ اے اللہ! جن کی جانیں آپ کے لئے بے قرار ہیں اُن جانوں کے لئے آپ ہی آرام ہیں۔ مگر کیا عُمدہ فارسی ہے اے آرامِ جانِ بے قراراں! کیا عُمدہ جملہ ہے یہ۔

اللہ کے عاشقوں کی عظمت

اِذَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَخَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ جیسے ہی یہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ۔ نازل ہوئی آپ فوراً اپنے گھر سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اس الَّذِيْنَ کے افراد کو ڈھونڈنے لگے اور دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں کچھ لوگ بیٹھے ہُوئے ہیں جن کا حلیہ تین ۳ قسم کا تھا:

(۱) اَشْعَثُ الرَّأْسِ غربت اور افلاس کی وجہ سے اُن کے بال بکھرے ہُوئے تھے، خشک تھے، تیل کنگھی سے محروم تھے، ژُولیدہ و پریشان تھے مگر اُن کے بکھرے ہوئے بال عشقِ مولیٰ کی برکت سے اور نکھر رہے تھے۔ اُن کا حُسنِ ولایت

اور بکھرا جا رہا تھا ۔

چلی شوخی نہ کچھ بادِ صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اُس کی بنا کی

دیکھو لوگ یہ شعر کہاں استعمال کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی راہ میں اختر اِس شعر کو مُسلمان کر کے حق تعالیٰ کے اولیاء کی شان میں بیان کر رہا ہے۔ اس حالت میں اُن کی محبوبیت کا مقام یہ ہے کہ اپنے پیارے سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ حکم دے رہا ہے کہ جن کے بال بکھرے ہُوتے ہیں مگر اُن کا حُسن نکھرا ہوا ہے آپ اُن کے پاس جا کر بیٹھئے۔

صَحابہ کے پیٹ پر پتھر بندھے رہتے تھے لیکن اُن کے دِل میں خالقِ پیٹ کی یاد رہتی تھی۔ اب پیٹ پر حلوے بندھے ہُوتے ہیں تو شرارتیں سوجھتی ہیں لیکن غیر شریفوں کو اور اللہ والے اگر عُمدہ مال بھی کھاتے ہیں تو وہ اللہ ہی پر فِدا ہوتے ہیں اور زیادہ یادِ الٰہی میں غرق ہوتے ہیں، اشکبار ہوتے ہیں اور اللہ کی رحمت کا آبشار حاصل کرتے ہیں اور جن کی طبیعت میں شرافت نہیں ہے اور بچپن میں، جوانی میں کچھ نالائقیاں کر کے اپنی عادتیں بُری کر لی ہیں وہ خُدا کے رزق کی طاقت کو غیر شریفانہ حرکتوں کی طرف لے جاتے ہیں اور اولیاء اللہ کو رزق کی اسی طاقت سے سجدہ ریز ہونا، اشکبار ہونا اور اللہ کی یاد میں بے قرار ہونا نصیب ہوتا ہے۔

آدمیت کی قیمت کس چیز سے ہے؟

آج کل مال دار لوگ اپنے مال سے اپنی قیمت لگاتے ہیں اور صَحابہ کی قیمت اللہ تعالیٰ کی محبّت کے مُشک سے تھی کہ کس صَحابی کے باطن میں

اللہ کی محبت کا کتنا مُشک تھا۔ ہر ہرن کی قیمت اُس کی مقدارِ مُشک سے ہوتی ہے۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

خوں بنافِ نافۂ مُشکے کُنی
سُنبُل و ریحاں چرد پُشکے کُنی

ایک ہی گھاس ایک ہرن کھاتا ہے وہ مینگنی کرتا ہے اور وہی گھاس دوسرا ہرن کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اُسی گھاس کو اُس کے نافہ میں مُشک بنا دیتے ہیں۔ ہرن دونوں ہیں لیکن ایک ہرن کو اللہ تعالیٰ شرافتِ مُشکیہ عطا کرتا ہے اور دوسرا ہرن وہی گھاس کھاکر حیران ہوتا ہے کہ کیا بات ہے کہ میری برآمد اور ایکسپورٹ میں مینگنی نکل رہی ہے، گندگی اور بدبو پیدا ہو رہی ہے۔

آہ! ہم لوگوں کا آج یہی حال ہے کہ ہم نے زندگی کا مقصد صرف کھانا اور گُو بنانا سمجھ رکھا ہے۔ آہ! جن کے پیٹ پر پتھر بندھے رہتے تھے وہ اللہ کی دوستی کے اعلیٰ مقام پر تھے جن کی زندگی پر اللہ کی رِضا کا قرآن پاک میں رجسٹریشن ہوگیا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ کہ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، اُن کے درجہ کی بُلندی رجسٹرڈ ہے۔ اِسی طرح ایک ولی اللہ روٹی کھاتا ہے اور اِس روٹی سے پیدا شدہ طاقت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اِس روٹی سے اُس کے دِل میں اللہ کی محبت کا مُشک پیدا ہو رہا ہے اور وہی روٹی ایک نافرمان کھاتا ہے اور اُس سے حاصِل شدہ طاقت کو اللہ کی نافرمانی میں ضائع کرتا ہے تو یہی روٹی اُس کے اندر نافرمانی کی غلاظت، اور بدبو پیدا کر رہی ہے۔ ایک ہی غذا۔ ایک شخص کو قُرب سے مُشرّف کر رہی ہے اور وہی غذا دوسرے کو بُعد اور دُوری سے مُعذّب کر رہی

ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کے مُشک سے درجہ بُلند ہوتا ہے۔ ماش کی دال اور کباب اور ٹھنڈے پانی سے درجہ بُلند نہیں ہوتا، یہ تو آپ کا ذوق اور آپ کا شوق ہے، یہ ذوقِ اولیاء نہیں ہے۔ بہت سے کافر ایسے ہیں جن کو کباب بہت پسند ہے۔ ہماری امتیازی دولت وہ ہے جو دشمنوں کو نہ ملے، ہماری دولت وہ ہے جو کافروں کو نصیب نہ ہو، خوبصورت بیوی تو کافروں کو بھی مِل جاتی ہے اور بعضے اولیاء اللہ کو بھی مل جاتی ہے، ٹھنڈا پانی ولی اللہ بھی پیتا ہے اور کافر بھی اپنے فریج سے ترنج پیتا ہے۔ سونا چاندی وہ بھی خرید لیتا ہے، بلڈنگ شاندار بنالیتا ہے، سُورج اور چاند وہ بھی دیکھتا ہے، آسمان اور زمین، پہاڑ اور سمندر وہ بھی دیکھ لیتا ہے اور پہاڑوں میں سلاجیت بھی تلاش کرلیتا ہے۔ تو جو نعمت بَیْنَ الْاَعْدَاءِ وَبَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ مُشترک ہو وہ اولیاء کی امتیازی دولت نہیں ہوسکتی۔ دوستوں کی امتیازی دولت وُہ ہے جو دُشمنوں کو نصیب نہ ہو۔ اِس لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! ہمارا دِن اِس سُورج سے نہیں طلوع ہوتا، ہمارا دن آپ کی یاد کے سُورج سے طلوع ہوتا ہے، جب ہم آپ کو یاد کرلیں، آپ کو راضی کرنے کے لئے اپنی آرزوؤں کا خُون کرلیں، آپ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے اپنے دل کو توڑلیں، آپ کے قانون کو نہ توڑیں۔ تب ہمارا سُورج طلوع ہوتا ہے اور یہی ہماری وہ امتیازی دولت ہے جو کافروں کو نصیب نہیں، کافر اپنی خوشیوں میں اِس عالم کا محتاج ہے اور اللہ کے دوستوں کے قلب کا رُخ چونکہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہوتا ہے۔ اِس لئے سارا عالم اُن کے قلب میں ہوتا ہے۔

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

اللہ پر یہ مشکل نہیں ہے کہ اپنے ایک ولی اللہ میں وہ پورا عالم رکھ دے ؎

معدہ را زیں ہم کہہ و جو باز کُن
خوردنِ ریحان و گُل آغاز کُن

اپنے معدہ کو کبھی گندم اور جَو سے خلاصی دو اور ریحان و گُل کھانا شروع کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر و فکر اور اُن کی یاد میں آہ و فغاں اہل اللہ سے سیکھو کیوں کہ گندم اور جَو سے تو خُون اور فضلہ بنتا ہے مگر ذِکر اللہ سے قلب انوار سے بھر جائے گا اور جب دِل اپنے قبض و بسط یعنی پمپنگ سے جسم میں خُون سپلائی کرے گا تو رگ رگ میں خُون کے ساتھ اللہ کا نور بھی دورہ کرے گا۔ پھر آپ کی گفتگو میں اللہ کا نور ہوگا، آپ کے ہنسنے میں اللہ کا نور ہوگا، آپ کے رونے میں اللہ کا نور ہوگا۔

میں کیا کہوں کہاں ہے محبّت کہاں نہیں
رگ رگ میں دوڑی پھرتی ہے نشتر لئے ہوئے

یہ ہے وُہ مُشک جس سے بندہ اللہ کے یہاں قیمتی ہوجاتا ہے۔ جب کسی ہرن کی ناف میں مُشک پیدا ہوجاتا ہے جو لاکھوں روپے کا ہوتا ہے تو اُس کی علامت کیا ہوتی ہے؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو امیر الاولیاء ہیں، سارے اولیاء اللہ اُن کی ولایت کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی تقاریر میں اللہ کی محبّت کے مضامین پر اُن کے اشعار سے تزئین پیش کرتے ہیں۔

کیا کہوں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے میری اُردو حق تعالیٰ کے کرم کی ممنون ہے

مَیں دہلی اور لکھنؤ کا صحبت یافتہ نہیں ہوں، ایک گاؤں میں پیدا ہوا ہوں جس کو دیہاتی گُوش کہتے ہیں۔ ہم بچپن میں شہری بچوں سے بولتے ہُوتے ڈرتے تھے کہ ہماری اُردو پر یہ ہنسیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے آج وہ دِن دکھایا ہے کہ میرے اشعار سُن کر دہلی اور لکھنؤ کے لوگ اپنی زبان چُوستے ہیں اور اپنے کانوں میں میرے اشعار کی مٹھاس گھولتے ہیں جس کی مثال میں ایک شعر پیش کرتا ہوں کیونکہ نمونہ بھی ہونا چاہیے، خالی اپنے مُنہ میاں مٹھو بننے سے کام نہیں چلتا ؎

اِس درجہ حلاوت ہے مرے طرزِ بیاں میں
خود میری زباں اپنی زبان چُوس رہی ہے

دہلی کے ایک ادیب نے یہ شعر سُن کر کہا کہ ہم دہلی والوں سے اِس کی قدر پوچھو کہ جب مُنہ میں مٹھاس زیادہ ہوتی ہے اور شدّتِ مٹھاس راہِ زبان کو مسدود کر دیتی ہے تو آدمی اپنی زبان چُوس کر راستہ صاف کرتا ہے۔ لاتن کلیئر کرتا ہے کہ دُوسری مٹھائی کھاسکوں۔

عطاءِ نسبت مع اللہ کی علامت

تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب ہرن کے نافہ میں مُشک پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی علامت اور پہچان یہ ہوتی ہے کہ پھر وہ غفلت کی نیند نہیں سوتا، کھڑے کھڑے اُونگھ لیتا ہے، اُس کو خوف رہتا ہے کہ میرے مُشک کی دولت کو شکاری آکر میرے نافہ سے نکال نہ لے اور مجھے ہلاک نہ کر دے۔ اِسی طرح جس کے قلب میں نسبت مع اللہ کا مُشک پیدا ہو جاتا ہے واللہ پھر وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتا، اللہ کے ساتھ بے وفائی نہیں کرتا، وہ حیافروش نہیں ہوتا، ایمان فروش

نہیں ہوتا، وہ ہر وقت مُشک فروش، گُل فروش، دردِ نسبت فروش ہوتا ہے۔ دردِ نسبت کی خوشبو تقسیم کرتا ہے، محبّت کی خوشبو پھیلاتا ہے، اُس کی زبان سے اللّٰہ کی محبّت کے دریا بہتے ہیں۔ جیسے ہرن مُشک کی دولت کی وجہ سے ہر وقت چوکنّا رہتا ہے ایسے ہی اللہ والے بھی ہر وقت ہُشیار رہتے ہیں، اگر دور سے کسی حسین کو دیکھتے ہیں تو دُور ہی سے کانپنے لگتے ہیں کہ اللّٰہ کی محبّت کے مُشک کی میری یہ دولت کہیں ضائع نہ ہو جائے اور اُس حسین کی رہ گذر سے ہٹ کر دوسری رہ گذر سے گذر جاتے ہیں کیونکہ مُشکِ محبّتِ الٰہیہ کی دولت انہیں حفاظت کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اِس میں اُن کو مُجاہدہ بھی نہیں ہوتا۔ اللّٰہ کی محبّت کے مُشک کی دولت اُن کو حفاظت پر مجبور کر دیتی ہے کہ کہیں میری یہ دولت چھن نہ جائے کیونکہ یہی دولت تو بتاتی ہے کہ وہ صاحبِ دولت ہیں، صاحبِ نسبت ہیں، صاحبِ مُشکِ محبّت ہیں۔ وہ قلبِ ویران سینہ میں نہیں رکھتے، اُن کی آنکھیں اُن کی نسبت مع اللّٰہ کی غمّاز ہوتی ہیں، اُن کی گُفتار، اُن کی رفتار کہے دیتی ہے کہ اُن کے قلب میں کیا دولت ہے۔

کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی
ابھی اِس راہ سے کوئی گیا ہے

کیونکہ آنکھیں، چہرہ اور زبان قلب کے ترجمان ہیں، اگر قلب میں نسبت مع اللّٰہ ہے تو آنکھیں جُھک جائیں گی، حسینوں کو نہیں دیکھیں گی، استحضارِ عظمتِ الٰہیہ سے وہ اپنی دولتِ عشقِ الٰہی کی حفاظت پر مجبور ہیں۔ جس طرح ہرن اپنے مُشک کی حفاظت پر مجبور ہے اور وہ جانتے ہیں کہ اِن حسینوں کے جسم کا فرسٹ فلور

پُرفریب ہے اور اِن کے گراؤنڈ فلور میں گندگی کی گٹر لائنیں ہیں، اِس لئے وہ ایمان فروشی نہیں کرتے، وہ اللہ کے ہاتھ بِک چکے ہیں اِن کو اپنے بکنے کا احساس ہے کہ:

(اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ)

ہر مومن کو اللہ نے خریدا ہُوا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بِکے ہُوئے مال ہیں، ہم دوبارہ اپنے کو نہیں بیچ سکتے اِن حسینوں سے، حُبِ جاہ سے، وزارت کی کرسیوں سے، سورج اور چاند سے، وہ دُور ہی سے تاڑ لیتے ہیں کہ ہمارے ایمان کو نقصان پہنچانے والی کوئی شکل آرہی ہے اِس لئے اللہ کی توفیق سے وہ چوکنّا رہتے ہیں چوکنّا معنی چاروں کونوں پر نظر رکھتے ہیں کہ کس کونے سے بلا آرہی ہے، جس کونے سے بلا آئے گی اُن کی لاالٰہ اُس بلا کو بھگاتی رہے گی اور یہ اللہ کی طرف بھاگتے رہتے ہیں، غیر اللہ کو یہ لاالٰہ سے بھگاتے ہیں اور خود بھاگتے ہیں الا اللہ کی طرف الا اللہ سے۔ اُن کے یہی دو کام ہیں کہ غیر اللہ کو بھگانا لا الٰہ سے اور خود بھاگنا اپنے اللہ کی طرف الا اللہ سے۔ اسی کا نام تصوف ہے کہ بھاگو اور بھگاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام غیر اللہ سے بھاگے تھے، اُس بھاگنے کی برکت سے سب تالے ٹوٹ گئے، شاہی تالے ٹوٹے ہیں معمولی نہیں ؎

شیخ پینے کا ارادہ تو کریں
حوضِ کوثر سے منگا لی جائے گی

نسبتِ مع اللہ کے آثار

ارے دوستو کچھ ہمت تو کرو اللہ کے راستہ میں۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی نصرت آئے گی کہ آپ خود حیران ہوجائیں گے، آپ خود انگشتِ بدنداں ہوں گے کہ یااللہ میری تو یہ حالت

تھی کہ میں کسی حسین سے نظر نہیں بچاپاتا تھا اب یہ میرے قلب میں کیا ہو رہا ہے، آپ کی تشریف آوری کے آثار نظر آتے ہیں، سورج کی آمد کے آثار سورج کی سرخیاں بتاتی ہیں اور اللہ والوں کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے مُتجلّی ہونے کے آثار اُن کے خونِ آرزو کی توفیق بتاتی ہے، اُن کو ہمت اور حوصلہ ہوتا ہے کہ شکستِ آرزو کریں گے، شکستِ دل کریں گے، خود ٹوٹ جائیں گے اپنے مولیٰ کے قانون کو نہیں توڑیں گے۔ اب یہاں ایک شعر یاد آیا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غالبؔ نے کہا تھا کہ ؎

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

حضرت نے فرمایا کہ یہ شعر کیا ہے، میرا شعر سُنو ؎

بچھ گیا خود میں اُن کے آنے پر
شکر ہے گھر میں بوریا نہ ہوا

یعنی جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا خطرہ ہوا تو ہم نے اپنے دِل کو اللہ کے لیے بچھا دیا کہ اے اللہ! ہمارا دِل تو ٹوٹے گا لیکن ہم آپ کے قانون کو نہیں توڑیں گے، ہم گوہرِ حق بامرِ حق توڑ دیں گے۔ جس نے اِن حسینوں کو پیدا کیا اور موتی کی طرح بنایا اُسی خالقِ گُہر نے حکم دیا کہ اِن کو مت دیکھنا، اپنا دِل توڑ دینا مگر میرا قانون نہ توڑنا ؎

گوہرِ حق را بامرِ حق شکن
بر زجاجہ دوست سنگِ دوست زن

اللہ تعالیٰ کے اِن موتیوں کو، اِن حسینوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ سے توڑ دو، یعنی اِن کو مت دیکھو اور یہ سوچو ؎

امرِ حق بہتر بہ قیمت یا گہر

اللہ کا حکم زیادہ قیمتی ہے یا یہ حسین موتی زیادہ قیمتی ہیں جہاں تم وَضْعُ الشَّيْئِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ کرتے ہو۔ وَضْعُ الشَّيْئِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ۔ کے معنی ہیں کہ تمہارے جو اعضاء تابعِ فرمانِ خدا ہونے چاہئیں اگر اُن کو اللہ کی نافرمانی کے مواقع میں استعمال کرتے ہو تو یہی ہے غیر محل میں اِن کا استعمال۔ تو وَضْعُ الشَّيْئِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ سے کیسے بچو گے؟ غیر محل کے پاس سے اپنی شئی لے کر بھاگو، نہ شئی رہے نہ محل رہے تو پھر وَضْعُ الشَّيْئِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ کیسے ہوگا۔

غیر اللہ سے فرار کی لذت

یہ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ کی تفسیر ہے اَیْ فَفِرُّوْا عَمَّا سِوَى اللّٰهِ اِلَى اللّٰهِ بھاگو غیر اللہ سے اللہ کی طرف۔ غیر اللہ سے فرار میں بھی ایک لذت ہے۔ اُس بچّہ سے پوچھو جو دُشمنوں سے خود کو چھڑا کر اپنے ابا کی طرف بھاگتا ہے تو اُس بھاگنے میں اُس کو کیا لذّت ملتی ہے، جتنا دُشمنوں سے دور اور ابّا سے قریب ہوتا جاتا ہے اُس کی لذت بڑھتی جاتی ہے۔ ایسے ہی جو بندے گُناہ کو دیکھتے ہی دور سے حسینوں پر نظر پڑتے ہی اللہ کی طرف بھاگتے ہیں اُن کو کیا لذّت ملتی ہے، کیا تجلّی اُس فرار پر نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہ تجلّی عطا فرمائے۔ جیسا کہ آٹھ سو برس پہلے جلال الدین رومی نے فرمایا۔ جب ایک تجلّی حالتِ ذکر میں اُن

کے قلب پر نازل ہوئی اور اُن کو اتنا مزہ آیا کہ سارا عالم اُن کی نِگاہوں سے گر گیا تو حالتِ وجد میں یہ شعر فرمایا ؎

نہ من مانم نہ دل ماند نہ عالَم
اگر فردا بدیں خوبی در آئی

اے اللہ! نہ مَیں رہوں گا، نہ میرا دل رہے گا، نہ یہ عالَم رہے گا اگر کل بھی آپ اسی خوبی سے تشریف لائے یعنی اگر دوبارہ اِیسی قوی تجلّی آپ نے نازل فرمائی۔

یہ لینے کی چیزیں ہیں بھائی! یہ شیطان ہمیں کہاں لے جا رہا ہے؟ کہاں جانے کا حکم ہے اور کہاں جا رہے ہو۔ لوٹ لو اِس عالَم میں غَضِّ بَصَر کی دولت کو لوٹ لو۔ جنّت میں حلاوتِ ایمانی کی یہ دولت نہیں ملے گی کیونکہ وہاں غَضِّ بَصَر کا کوئی حکم نہیں ہے۔ جنّت میں شَریعت نہیں ہے کیونکہ جنّت دارُ الجزا ہے، دارُ العمل ختم۔ لہٰذا اِس دُنیا میں ہی نِگاہوں کی حفاظت کر کے نامحرموں سے نظر بچا کر حلاوتِ ایمانی کی مٹھاس لوٹ لو۔

نامحرموں سے شَرعی پردہ کی تاکید

اَب رہ گیا یہ سوال کہ کیا اپنے بھائیوں کی بیویوں کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر ڈِش بھی نہ کھائیں۔ جیسا کہ آج کل بعض گھر والے اُس بے چارے پر طَعن کرتے ہیں کہ جو داڑھی رکھ لیتا ہے اور گول ٹوپی پہن لیتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے اور اللہ کے حکم غَضِّ بَصَر پر عمل کرتا ہے اور نامحرم یعنی اپنی بھابی، ممانی، چچی، چچازاد، خالہ زاد بہنوں وغیرہ سے اپنی آنکھوں کی احتیاط کرتا ہے اور اُن کے قریب بھی نہیں بیٹھتا کیونکہ یہ حُسن کا مَرض ایسا ہے کہ اگر دس فٹ پر بھی بیٹھے رہو اور معلوم ہو جائے کہ

کہ یہاں ایک نامحرم عورت ہے تو اُس کی گرمی وہاں تک پہنچتی ہے۔ انگیٹھی کی گرمی حدودِ انگیٹھی تک نہیں رہتی، حدودِ انگیٹھی سے تجاوز کرکے دُور تک پہنچنے میں کوشاں اور رواں دَواں ہوتی ہے۔ ورنہ دُھواں تو دیتی ہی ہے اور اللہ والے دُھویں سے بھی بچتے ہیں۔ بعض لوگ نادانی سے کہتے ہیں کہ ایک دسترخوان پر چار بھائی اور اُن سب کی بیویاں بیٹھ جائیں۔ بھائی ایک طرف ہوجائیں اور بیویاں دوسری طرف ہوجائیں لیکن ذرا اِس پر عمل کرکے دیکھو، اگر دِل کو نقصان نہ پہنچے تو کہنا۔ اللہ تعالیٰ نے کیوں فرمایا کہ؛

(تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا)

قرآنِ پاک کی آیت ہے کہ گناہوں کی حُدُود سے بہت فاصلہ رکھو اور حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُعا مانگی؛

(اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)

اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان میں مشرق اور مغرب کا فاصلہ کر دے۔ کیا مطلب؟ تعلیق مُحال بالمُحال ہے کہ نہ مشرق مغرب کبھی ملیں گے، نہ ہماری اُمّت کے لوگ کبھی گُناہوں سے مُنہ کالا کریں گے۔ یہ کیا وجہ ہے کہ کسی نے آپ کو غلط اور نامناسب جگہ مثلاً نامحرموں کے ساتھ بٹھا دیا تو آپ کیوں تسامح کے ساتھ آرام سے بیٹھے ہیں، آپ نے کیوں فاصلہ نہیں رکھا، کیوں اُس وقت آپ کو بھاگنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ یاد رکھو شریعت کے حُکم میں ماں باپ کو بھی حق نہیں ہے کہ دخل اندازی کریں۔ بتاؤ ماں باپ بڑے ہیں

یا اللہ بڑا ہے۔ لہٰذا بیٹوں کو اپنے ماں باپ سے بہت ہی اَدَب کے ساتھ، بے اَدَبی سے نہیں، اِکرام کے ساتھ میٹھی زبان میں کہہ دینا چاہیئے کہ میری پیاری امّاں، میرے پیارے ابّا ہمارے ربّا کا حکم یہ ہے اِس لِئے ہم مجبور ہیں آپ کا پاخانہ پیشاب اُٹھانے کے لِئے تیار ہوں، آپ پر جان مال فِدا کرنے کے لِئے تیار ہوں مگر اَے میرے ماں باپ اللہ کی نافرمانی میں مجھے ڈال کر جہنّم کے راستہ پر نہ لے جائیے۔ فتویٰ لے لو تمام علمائے دِین سے۔ اب کوئی کہے کہ گھر چھوٹا ہے۔ الگ الگ کھانے کے لِئے اتنے کمرے نہیں تو اوقات یعنی ٹائمنگ بدل دو۔ ایک وقت میں عورتیں کھالیں، اُس کے بعد فوراً مرد کھالیں یا مرد پہلے کھالیں، عورتیں بعد میں کھالیں۔ ایک ہی وقت میں کھانا کیا ضروری ہے۔ کہیں جماعت سے کھانا واجب ہے۔ نماز جماعت سے واجب ہے یا کھانا بھی واجب ہے؟ خوب سُن لو، خوب سُن لو اور خُوب سُن لو۔

تو اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کو صَحابہ کو دین سکھانے کے لِئے آرام سے بے آرام کیا۔ معلوم ہوا کہ دعوت اِلی اللہ وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ کی راہ میں تکالیف اُٹھانے کے حوصلے ہوں۔ بتاؤ کیا ایئر کنڈیشنوں میں جہاد ہو سکتا ہے، سفر کی تکلیفیں گوارا ہو سکتی ہیں؟ تو وَاصْبِرْ کا لفظ نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا راستہ بتادیا کہ دین پھیلانے اور محبّت سکھانے میں صبر بھی کرنا پڑے گا، کبھی مخلوق سے گالیاں بھی سُننا پڑیں گی، کبھی او مُلّا بے وقوف ہمیں کہاں لے جارہا ہے سب سُننا پڑے گا اور برداشت کرنا پڑے گا۔ وہ بے وقوف کہیں لیکن تم نہ کہو بے وقوف۔ تم یہی کہو کہ ؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
مَیں چل رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیے

کچھ دِن ساتھ رہ کر دیکھئے، آپ کو پتہ لگ جائے گا، آپ کو بیوقوفیوں کا صحیح ایڈریس مِل جائے گا کہ آپ بے وقوف ہیں یا مَیں بے وقوف ہوں۔

وہ خوش نصیب صحابہ جِن کے پاس بیٹھنے کا نبی کو حکم ہو رہا ہے اُن کا حلیہ کیا تھا؟

۱۔ اَشْعَثُ الرَّأْسِ غربت وافلاس کی وجہ سے اُن کے بال بکھرے ہُوئے تھے اور

۲۔ جَافُّ الْجِلْدِ سوکھی روٹی کھانے سے اُن کی جِلد خشک تھی۔

۳۔ کَانُوْا ذَا الثَّوْبِ الْوَاحِدِ ایک ہی کپڑے میں تھے۔

کسی کا کُرتہ تھا تو لُنگی نہیں تھی مگر جتنے اعضاء جسم چھُپانا واجب تھے وہ چھُپے ہُوئے تھے۔ تو تین ڈیزائن ہو گئے۔ بکھرے بال تیل کنگھی نہ ہونے سے اور خشک کھال بوجۂ فاقہ وافلاس اور ایک لباس کہ اُن کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ کُرتہ بھی ہو اور ازار بھی ہو، کسی کے پاس کُرتا تھا تو ازار نہیں تھا، ازار تھا تو کُرتہ نہیں تھا۔ لیکن اُن کی قیمت کیا ہے؟ بڑے بڑے مال والو! اَور اپنے لباسوں اور مرسیڈیز کاروں سے قیمت لگانے والو! اُن کا مقام اور اُن کی قیمت دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو حکم دے رہا ہے کہ آپ گھر سے بے گھر ہو کر آرام چھوڑ کر تکلیف اُٹھا کر صبر کر کے میرے اُن عاشقوں میں جا کر بیٹھئے اور اُن عاشقانِ خدا اور متلاشیانِ خدا کو اَدائے عشق و محبت زبانِ نبوت سے سکھائیے۔ یہ میری تلاش میں ہیں، یہ یَبْتَغُوْنَ ہیں، یہ مجھ کو ڈھونڈ رہے

ہیں اُن کو جا کر اپنی زبانِ نبوت سے میرا پتہ دیجئے کہ ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ میرے ملنے کا یہ پتہ میرا نبی جائے اور اُن کو بتائے۔

اللہ کے عاشقوں کی دو علامات

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم فوراً گھر سے نکلے اور جا کر مسجدِ نبوی میں تلاش کرنے لگے جہاں وہ صحابہ ساتھ بیٹھے ہوتے تھے، آپ نے دریافت فرمایا اے صحابہ تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن عاشقوں کی دو علامات وحی الٰہی کے ذریعہ سے بتادی تھیں اِس لئے اُن علامات کی آپ تفتیش کر رہے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق اُن کے عاشق ہونے کی تصدیق ہو جائے۔ وہ دو علامات کیا تھیں؟ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ اے نبی! مَیں آپ کو جن کے پاس بھیج رہا ہوں یہ غیر نہیں ہیں، مَیں آپ کو اپنے عاشقوں میں بھیج رہا ہوں، غیروں میں نہیں بھیج رہا ہوں لہٰذا مئے مُرشد میں اور مئے حق میں آج آمیزش ہوگی، جس سے نشہ بڑھایا جائے گا ۔

نشہ بڑھتا ہے شرابیں جو شرابوں میں ملیں
مئے مُرشد کو مئے حق میں ملا لینے دو

یہ مئے حق پی رہے ہیں آپ جائیے اور اُن کو مئے مُرشد دیجئے تاکہ اُن کی شراب دو آتشہ ہو کر اور زوردار ہو جائے۔

آپ نے دونوں علامات قرآن پاک کی وحی کے تھرمامیٹر سے ملائیں اور سب سے پہلا سوال کیا کہ اے صحابہ! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اُنھوں نے کہا کہ ہم یہاں اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

کے تھرما میٹر نے بتا دیا کہ پہلی علامت موجود ہے پھر دوسری علامت اللہ تعالیٰ نے بتائی تھی یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ کہ اُن کے قلب میں صرف میں مراد ہوں، میرے سوا دُنیا کی کوئی چیز اُن کی مُراد نہیں ہے، اُن کا ارادہ اور منزلِ مُراد میری ذات ہے۔ یہ سارے کے سارے مُرید ہیں مگر ارادہ کس چیز کا کئے ہوئے ہیں؟ میری ذات کا، میری تلاش میں ہیں، میری منزل کی تلاش میں ہیں، اُن کی منزلِ مراد صرف میں ہوں، آپ جا کر اُن کو منزل کی رسائی نصیب کیجیے۔ نصیب میری طرف سے ہے رسائی آپ کی طرف سے ہے کیونکہ آپ پیغمبر ہیں، آپ کو راہبر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ جب دونوں علامتیں مِل گئیں تو مضمونِ سلوک طے ہو گیا کہ جس کو اللہ کو ڈھونڈنا ہے، اللہ کو پانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دو عنوان کا مُعَنوَن ہونا ہے کہ ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟

وُصُولِ الی اللہ کے لئے ضروری اعمال

اس کے لئے تین عمل ضروری ہیں۔ (۱) مُرشِد کی محبّت و صُحبت مگر کون مُرشِد؟ جو اپنے گھر سے بے گھر ہو کر اپنے مریدوں کو وقت دینے پر صبر کرتا ہو۔ وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِیۡنَ الخ اُن لوگوں کے ساتھ صبر کر کے بیٹھئے۔ یہ اَلَّذِیۡنَ کیسا ہے؟ یہ صحابہؓ کا وہ اَلَّذِیۡنَ ہے جو صُحبتِ پیغمبر اور سیّد الانبیاء کی مَعیّت سے مُشرّف ہو رہا ہے، یہ اَلَّذِیۡنَ کے وہ افراد ہیں، اِسم موصول کے اِبہام کی وہ توجیہات ہیں کہ حضور سیّد الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی مَعیّت سے پیغمبر کی روحانی نسبت کی قوی سے قوی تجلّی رکھنے والی خدا دیدہ آنکھوں کے ساتھ اُنکی مَعیّت

اور اُن کا رابطہ ہو رہا ہے۔ مچھلیوں سے محروم تالاب کی سرحدیں جب اُس تالاب سے ملیں گی جو مچھلیوں سے مُشرّف ہے تو جِس ڈیزائن اور جِس مقدار اور جِس کیفیات اور جِس ذوقیات کی مچھلیاں اُس میں ہوں گی وہ سب اُس محروم تالاب میں داخل ہو جائیں گی تو سیّد الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے دریائے قلبِ نبوّت میں قُربِ الٰہی کی جتنی مچھلیاں تھیں صحابہؓ نے اُس قلبِ مُبارک سے اپنے دِل ملا دیے۔

قریب جلتے ہُوئے دِل کے اپنا دِل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

صَحابہ کرام نے اپنے دِل پیش کر دیئے اور حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے دریائے قلبِ نبوّت کی معرفت ومحبّت اور خشیت کی تمام مچھلیاں صَحابہ کے قُلوب میں داخل ہو گئیں اور وہ مچھلیاں آج تک سینوں سے سینوں میں منتقل ہو رہی ہیں۔ یہ کتابوں سے نہیں منتقل ہو رہی ہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے؟ اپنے زمانے کے امام بیہقی اور مُفسّرِ عظیم تفسیر مظہری کے مُصنّف علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علمِ نبوّت تو مدرسوں سے اور کتابوں سے پاجاؤ گے لیکن نورِ نبوّت اوراقِ کُتب سے حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی کاغذ میں دَم نہیں ہے جو حق تعالیٰ کے نور کا حامل ہو سکے، کاغذ میں طاقت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے نور کو برداشت کر لے، یہ اللہ والوں کے دل ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے نور کو برداشت کر لیتے ہیں، اس لیے عہدِ نبوّت سے یہ نور سینوں سے سینوں میں، قلوب سے قلوب میں منتقل ہو رہا ہے۔ مدارسِ دینیہ سے تم لوگوں نے جو علمِ نبوّت حاصل کیا یہ ابھی

آدھا علم ہے، جب نورِ نبوّت ملے گا تب نور کامل ہوگا اور علم پر عمل کی ہمت آئے گی اور نورِ نبوّت صرف سینۂ اہل اللہ سے ملتا ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

علمِ ظاہر صلّی اللہ علیہ وسلّم از مدارس دینیہ بجوید واما نورِ باطن صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم از سینۂ درویشاں باید جست۔

علمِ نبوت صلّی اللہ علیہ وسلّم تو مدارسِ دینیہ سے حاصل کرو لیکن حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نورِ باطن درویشوں کے سینوں سے حاصل کرنا چاہیے۔

صُبح و شام کے معمولِ ذکر کا راز

تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دو علامتیں بیان فرمائیں یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ کہ یہ صُبح و شام مجھے یاد کرتے ہیں۔ تو یہ صُبح و شام کیوں فرمایا؟ یہ کیوں نہیں فرمایا کہ دوپہر کو بھی یاد کرتے ہیں؟ تو بات یہ ہے کہ صُبح و شام کا ذکر زیادہ مؤثر اور زیادہ مُفید ہے کیونکہ اُس وقت فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے۔ رات بھر جو فرشتے مقرر ہیں صُبح اُن کی ڈیوٹی بدل جاتی ہے، یہ آسمان کی طرف واپس جاتے ہیں اور فرشتوں کی دوسری جماعت آتی ہے اور ایسے ہی مغرب کے وقت ڈیوٹی بدلتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے صُبح و شام کی علامت بتائی کہ میرے عاشق بڑے ہوشیار اور باعقل ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ جب فرشتوں کی ڈیوٹی بدلے اور یہ مولیٰ کے پاس جائیں تو یہ ہماری حالتِ ذکر کی شہادت اور حالتِ ذکر کی گواہی پیش کریں کہ ہم آپکے

عاشقوں کو آپ کی یاد میں اشکبار اَور آپ کے ذکر سے سرشار چھوڑ کر آ رہے ہیں لہٰذا اپنی رحمت کا آبشار اپنے عاشقوں پر برسایئے کیونکہ یہ اپنی بُری بُری خواہشوں کے قلعوں کو مسمار کر چکے ہیں اور اَپنے خونِ آرزو سے اَپنے دِل کو لال کر چکے ہیں، آفاقِ قلب کو سُرخ کر کے آپ کے آفتابِ قرب کے مُستحق ہو چکے ہیں، کیونکہ جب اُفق سُرخ ہوتا ہے تو دُنیا کو آپ سُورج دیتے ہیں۔ یہ اَپنے قلب کے اُفق کو خونِ آرزو سے یعنی بُری خواہشات کے خُون سے سُرخ کر کے آپ کی طرف سے عطائے خورشیدِ قُربِ نسبت کا مشتاقانہ انتظار کر رہے ہیں کہ کب آپ کا آفتاب آپ کی طرف سے نکلے گا۔ اُن کے دِلوں کے خونِ آرزو کی سرخیوں سے طلوع ہونے والا یہ آفتاب کافر نہیں پائے گا۔ آسمان کا آفتاب تو کافر بھی دیکھتا ہے لیکن اللہ والوں کے دِل میں خُونِ آرزو کی سرخیوں سے جو آفتابِ قُرب نِکلتا ہے اُس آفتاب سے صِرف ولی اللہ ہی مُستفید ہوتا ہے کہ اُس کا قلب اُس آفتابِ قُرب کا مطلع ہوتا ہے اور جو اُس ولی اللہ کے طالبین اور مُریدین ہوتے ہیں وہ بھی اُس کے آفتابِ قُربِ الٰہیہ سے مُستفید ہوتے ہیں اور اُن کے دِل اِسی آفتاب سے لعل و گُہر بنتے ہیں۔ یہ ہے اِس شعر کی شرح کہ ؎

گر تو سنگِ خارا و مرمر بوی

اے انسانو! اگر تم سنگ اور پتھر اور بالکل بے قیمت ہو لیکن کسی اہلِ دِل کے پاس بیٹھو گے، اللہ والے کے پاس بیٹھو گے تو کیا ہو جاؤ گے ؎

گر بہ صاحب دِل رَسی گوہر شَوی

اگر اللہ والوں کے پاس بیٹھو گے تو موتی بن جاؤ گے لیکن اِس موتی بننے کا راز وہی

ہے کہ اِس آسمانِ دُنیا کا آفتاب مَشیت الٰہیہ لِئے ہوئے پہاڑ کے ذرّوں پر اثرانداز ہوتا ہے پھر وہی ذرّے لعل میں تبدیل اور کنورٹ (Convert) ہو جاتے ہیں اور اُسی پہاڑ کے کنکر پتھر اگر پانچ روپیہ گدھا گاڑی بکتے ہیں تو یہ پانچ لاکھ کا ایک تولہ ملتا ہے۔ ایسے ہی شیخ کے پاس جو بیٹھتے ہیں تو اُس شیخ کے قلب کا آفتاب اُن کے قلب پر اثرانداز رہتا ہے جس کا خود شیخ کو بھی پتہ نہیں ہوتا اور نہ مرید کو پتہ چلتا ہے مگر شیخ کے قلب کے آفتاب کی شعاعیں حق تعالیٰ کی مَشیت لِئے ہوئے مریدوں کے دِل پر اثرانداز رہتی ہیں اور آہستہ آہستہ اُن کا دِل لعل بنتا رہتا ہے اور کچھ دن بعد پتہ چلتا ہے کہ ؎

تُو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

اور میرا شعر سُنو ؎

بعد مُدّت کے ہُوئی اہلِ محبت کی شناخت
خاک سمجھا تھا جسے لعلِ بدخشاں نکلا

جس کو ہم نے خاک سمجھا تھا، مٹی کا پُتلا سمجھا تھا کہ معمولی سا مُلّا ہے لیکن پھر اُسی کے باطن میں اللہ تعالیٰ نسبت کا لعلِ بدخشاں عطا کرتا ہے اور اُسی سے لاکھوں ولی اللہ پیدا ہوتے ہیں۔ وہ مر کے خالی نہیں جاتا، لاکھوں ولی اللہ، اللہ اپنے کرم سے اُس کے ذریعہ بنا کر پھر اللہ اُس کو اپنے پاس بُلاتے ہیں۔

صَحابہؓ کا مقامِ محبوبیت

تو دوستو یہ عرض کرتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ پاک کی آیت سے جب

علامت مِلالی تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اے صَحابہ ! اے بکھرے ہُوئے بال والو اور ایک کپڑے میں غریبی سے گُذر کرنے والو اور فاقہ سے اپنی کھالوں کو خشک کرنے والو! اور اللہ کے عِشق و محبّت میں مشغول رہنے والو سُن لو کہ آسمان پر تمھارا کیا مقام ہے۔ زمین والے تمھیں کیا پہچانیں گے۔ زمین والے تو کہیں گے کہ یہ بڑی غریبی اور بہت مصیبت میں ہیں مگر اپنے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبانِ نبوّت سے اپنی قیمت لگاؤ، تمھاری قیمت آسمان سے لگ کر آرہی ہے کہ اپنے سیّد الانبیاء صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو گھر سے بے گھر کر کے تمھارے پاس بیٹھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسی سے اپنی قیمت کا اندازہ کر لو۔ قیصر و کِسریٰ کے بادشاہوں کے پاس اللہ نے مُجھ کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا، ایران و مصر کے بادشاہوں کے پاس بیٹھنے کا مُجھ کو حکم نہیں دیا۔ تم بکھرے ہُوئے بال والوں اور پیٹ پر پتھر باندھنے والوں اور خُشک کھال والوں اور ایک لباس میں اعضائے مَستُورہ کو چُھپانے والوں کے پاس اللہ تعالیٰ نے مُجھے بیٹھنے کا حکم دیا ہے کہ آج تمھارا نبی یہ شکر ادا کر رہا ہے کہ مَیں اُس اللہ کا شکر گذار ہوں جِس کی اُمّت میں اتنے اونچے اولیاء اللہ پیدا ہو گئے جن کے پاس خود نبی کو جانے کا حکم ہو رہا ہے۔ مریدین کو حکم نہیں ہو رہا ہے کہ تم مُرشِد کے پاس جاؤ تمہارے مُرشِد کو اور سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حکم ہو رہا ہے کہ جائیے آپ میرے عاشقوں کے پاس جائیے جِن کے پاس میرے عشق کی کرامت ہے۔ یہ میرے عاشق ہیں، آپ اُن کے پاس میری محبت کی خوشبو پائیں گے۔ لہٰذا مُجھے تمھارے پاس بھیجا گیا اِس سے تم اپنی قیمت کا اندازہ لگا لو۔ اللہ کے یہاں قیمتی وہی ہے۔ جِس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو،

ڈِش کھانے سے قیمت نہیں ہوتی' لباسوں سے اور بلڈنگوں اور مرسیڈیزوں سے قیمت نہیں ہوتی، قیمت اُس سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اللہ صَحابہ سے اتنا راضی ہوا کہ اپنے پیغمبر کو تعلیمِ نبوت کے لئے اور پھُولِ محمدی میں بسانے کے لئے اُن کو پھُول کے پاس نہیں لایا گیا' خود پھُول کو حکم ہورہا ہے کہ آپ اپنی نسبت مع اللہ' نسبتِ نبوت' نسبتِ ولایت النّبوۃ کا پھُول لئے ہُوئے مسجدِ نبوی میں میرے عاشقوں کے پاس تشریف لے جائیے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اگر ہمارے اندر سچی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ مُرشدین کو آپ کے پاس بھیج دیں گے۔

اگر ہیں آپ صادق اپنے اقرارِ محبت میں
طلب خود کر لئے جائیں گے دربارِ محبت میں

آپ لوگ اللہ کے ایسے پیارے ہیں کہ جن کے پاس خُدا نے مخلوق میں اپنے سب سے پیارے کو بھیجا ہے۔ مَیں ساری مخلوق میں اللہ کا سب سے پیارا ہوں مگر تم کتنے پیارے ہو کہ سب سے بڑے پیارے کو پیاروں کے پاس بھیجا جارہا ہے اِس سے ذرا تم اپنی اپنی شانِ محبوبیت کا اندازہ لگاؤ اور مجھے تمہارے پاس کیوں بھیجا گیا' اپنے سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمھارے پاس کیوں بھیجا ؟ تاکہ تمھاری نسبتوں میں' تمھارے قلب و روح میں مُحمّد صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی تمام خُوشبو آجائے کیونکہ اے صَحابہ ! تمھارے ذریعہ سے ہم کو اسلام آگے بڑھانا ہے' تم ہمارے نبی کے شاگردِ اوّل ہو لہٰذا تمھارے اندر میں اپنے نبی کی خوشبو کو' نبوّت کے پھُول کی پوری پوری خوشبو اور ہر قسم کی خُوشبو کو بسانا چاہتا

ہوں کہ یہ خوشبو تمہاری روح میں اتنی بس جاتے کہ قیامت تک تمہارے ذریعہ سے سارا عالم میری خوشبوئے محبت سے سرشار اور مست ہوتا رہے۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرا انعام کیا عطا فرمایا کہ تم خوش ہو جاؤ کہ تم رضی اللہ عنہ بھی ہو اور رضوا عنہ بھی ہو یعنی اللہ تم سے راضی ہے اور تم اللہ سے راضی ہو۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کو مقدم فرمایا ہے معلوم ہوا کہ صَحَابہ کے طریقہ کو چھوڑ کر چلنا اللہ کی مرضی کا رجسٹرڈ راستہ چھوڑنا ہے۔ جس نے صَحَابہ کا طریقہ چھوڑا اور اپنی خاندانی، ملکی، قومی و بین الاقوامی رُسومات کو جاری کیا تو سمجھ لو اُس شخص نے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور خوشی کا رجسٹرڈ اور مُستند راستہ چھوڑ دیا ؎

وہ ہی رستے مُستَند مانے گئے
جِن سے ہو کر تیرے دیوانے گئے
لَوٹ آئے جتنے فَرزانے گئے
تا بہ منزل صِرف دیوانے گئے
آہ کو نسبت ہے یہ عُشّاق سے
آہ نِکلی اَور پہچانے گئے

یہ آہ کب نکلتی ہے؟ جب جاہ اور باہ مِٹ جاتے تب آہ پیدا ہوتی ہے اِس کا مرکز اور اِس کا مٹیریل تو دیکھو۔ اللہ تک جو آہ پہنچنے والی ہے کہ ہم کِس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ یہ وہ آہ ہے جِس پر دو پردے پڑے ہوئے ہیں ایک حبِّ جاہ کا کہ میں بڑا آدمی بن جاؤں اور دوسرا حُبِّ باہ کا کہ میرے

نفس کی ساری ڈیمانڈ، ہر بُری خواہش پوری ہو جائے، نہ دیکھوں حلال، نہ دیکھوں حرام، وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّہٖ کرتا رہوں یعنی اپنی شئے کو غیر محل میں استعمال کرتا رہوں، مجھے کوئی پابند نہ کرے، میں ایک سانڈ بن کر زندگی گذارنا چاہتا ہوں اگرچہ مولیٰ سے رانڈ ہو جاؤں لیکن سانڈ کے مزے لے لوں۔ یہ بین الاقوامی گدھا ناقابلِ تلافی خسارے والا ہے۔ اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جو توبہ کرے وہ مستثنیٰ ہے۔ توبہ کے معنی ہیں کہ جتنا دور اللہ کی منزل سے بھاگا تھا پھر لوٹ کر وہیں آگیا۔ توبہ نام ہے منزلِ قربِ خدا کی طرف لوٹ کر واپس آجانا۔ تو اب یہ خسارے میں کہاں رہا بھائی! اللہ کی منزل سے اُڑ کر گناہوں کی منزل میں چلا گیا تھا پھر خیال آیا کہ میں تو بہت ہی بے وقوف ہوں، فوراً لوٹا اور کہاں تک لوٹا؟ منزلِ قربِ خدا تک۔ جس منزل سے گیا تھا اسی منزل پر واپس آگیا لہٰذا اب اس کو حقیر مت سمجھو۔

عاشقانِ خُدا کے لئے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اعلانِ محبّت

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آخر میں یہ اعلان فرمایا کہ اے صحابہ ایک خوشخبری اور سُن لو! نمبر ایک تو یہ کہ میں شکر کر رہا ہوں کہ میری اُمّت میں اس قدر عظیم الشان اولیاء اللہ پیدا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو اپنے رہائشی گھر سے بے گھر کر کے تمہارے اندر بیٹھنے کا حکم دے رہا ہے، سیّد الانبیاء کو اُستاد اور مُعلّم کو اور مُعلّم بھی کیسا کہ جس کی مثال نہیں ہے، ایسا مُعلّم آسمان نے کبھی نہیں دیکھا، زمین نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ زمین و آسمان کبھی دیکھیں گے اور فرمایا کہ دوسری خوشخبری یہ ہے کہ نبی کا مرنا جینا تمہارے ساتھ رہے گا۔

اختر کا شعر ہے ؎

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

اختر کا یہ شعر اُس ذوقِ نبوت اور اُس اعلانِ نبوّت کی شرح کر رہا ہے۔ جس کو یہ ذوق نصیب نہ ہو تو وہ مرادِ نبوت، ذوقِ نبوّت، مزاجِ نبوّت، شوقِ نبوّت سے محروم ہے۔

صَحابہ کی شِدتِ محبّت کی ایک جَھلک

آہ! نبی کا یہ اعلان اُن مفلس و نادار و بے نوا عاشقوں کے لئے کتنا بڑا انعام ہے۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا تو صَحابہ کو وسوسہ آنا شروع ہوا کہ اب حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور مکہ شریف کے اصحاب و مہاجرین جب اپنے وطن جائیں گے تو پھر شاید واپس آنا مشکل ہے کیونکہ وطن کی محبت ایک طبعی بات ہے، ممکن ہے کہ طبعی تقاضوں سے مدینہ کی طرف واپسی کا پھر ارادہ نہ ہو۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور مکہ مکرمہ پر اسلام کا جھنڈا لگ گیا تو مدینہ کے صَحابہ نے حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے ایک گذارش کی کہ ہمارے دِل کو کچھ ایسے وَساوِس پریشان کر رہے ہیں کہ ہمارا پیارا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم جن کے لیے ہم نے جان دی، مال دیا، اولاد کو یتیم کیا بیویوں کو بیوہ کیا، ہم نے ایک ایک دِن میں ستر ستر شہادتیں اُحد کے دامن میں قبول کیں تو ایسا نہ ہو کہ ہمارا پیارا نبی اور نبی کے مکّہ والے ساتھی کہیں اَب مکہ شریف کی محبت کی وجہ سے کہیں مدینہ شریف واپس نہ ہوں اور مکّہ ہی میں قیام ہو جاتے اَور مدینہ والوں

کو لگا ہے کہ اللہ کا رسُول ملے اور مکّہ والوں کو ہر وقت ملے۔ یہ ہمارے دلوں میں ایک خیال آرہا ہے اور پھر جوش میں ایک جملہ بھی کہا کہ اے اللہ کے رسُول صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہم سے ہماری جانیں لے لیجئے، ہماری اولاد آپ پر قربان ہوجائے، ہمارے مال و دولت سب آپ پر قربان، پوری کائنات ہم آپ پر فِدا کرنے کے لئے تیار ہیں مگر اے خُدا کے رسُول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم آپ سے بڑھ کر ہمارے قلب میں اور کوئی عزیز اور عظیم دولت نہیں اس لئے ہم آپ پر انتہائی بخیل ہیں، ہم سے بڑھ کر آپ کی ذات پر کوئی بخیل بھی نہیں ملے گا، ہم آپ کو مکّہ والوں کو نہیں دے سکتے۔ آپ ہمیں اتنے پیارے ہیں کہ آپ پر سخاوت کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ ہم آپ کی ذات کے معاملہ میں نہایت کنجوس ہیں۔ لفظ کنجوس کا اس سے بہتر استعمال شاید ہی دُنیا میں کہیں ہوا ہو۔ صحابہؓ کے علاوہ کون اتنے قبیح لفظ کو اتنے حسین معنوں میں استعمال کرسکتا تھا۔ آپ کے آنسو بہہ پڑے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے مدینہ والو! ایسا خیال مت کرو۔ مَیں نے حکم الٰہی سے ہجرت کی ہے، بغیر خُدا کے حکم کے ہم دوبارہ مکّہ نہیں آسکتے۔ میرا مرنا جینا تمھارے ہی ساتھ ہوگا۔

ہندوستان سے ہجرت کرنے والے بھی سُن لیں۔ ہم نے ہجرت اللہ تعالیٰ کے لئے کی ہے۔ اگر ہندوستان فتح ہوجائے تو آنا جانا تو رکھیں گے۔ مگر ہم پاکستان کو نہیں چھوڑیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ہم ناقلِ صحابہ ہیں، صحابہ کی طرح ہم دوبارہ لوٹ کر مستقلاً نہیں جائیں گے، آنا جانا رکھیں گے کیونکہ پاسپورٹ ویزا ختم ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جب

چاہا ریل پر بیٹھے، کراچی کی ریل سیدھے دہلی پہنچی۔ اللہ کے لئے کیا ہے، میری آہ کو اللہ تعالیٰ رائیگاں نہیں فرمائیں گے، اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

تو صحابہ کی یہ تقریر مجھ کو اتنی پسند ہے کہ جس کو آج میں نقل کر رہا ہوں اور اس کو بار بار نقل کرنے میں مزہ آتا ہے کہ اے خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم ہر چیز پر سخی ہیں۔ اولاد بیوی بچے مال و دولت سب کچھ آپ پر قربان کر سکتے ہیں لیکن آپ کی ذات پاک ہمیں اتنی محبوب ہے کہ آپ کی ذات پر ہم نہایت کنجوس ہیں۔ اس معاملے میں ہم جیسا دنیا میں کوئی کنجوس نہیں ملے گا، ہم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم آپ پر سخاوت کر دیں اور آپ کو مکہ والوں کو دے دیں۔ یہاں کنجوس کا لفظ اتنا پیارا استعمال ہوا ہے کہ جو اردو کے ادیب ہیں اُن سے پوچھ لو۔ کنجوس اُس کو کہتے ہیں جو اپنی چیز نہ دے۔ آپ ہماری بڑی چیز ہم آپ کو کیسے اُن کو دے دیں۔

لہٰذا ہم کس کو ملتے ہیں اور ہم کو کون پاتا ہے؟ اِن تین آیتوں میں پوشیدہ اِس اعلان کی تفسیر ہوگئی لہٰذا یہ تین وصف اپنے اندر لانے کی کوشش کرو:

اللہ تعالیٰ کو پانے والوں کے تین اوصاف

(۱) **صحبتِ اہل اللہ** : اپنے مرشدین کے ساتھ دِن گذارو، معیّت الذین میں داخل ہو جاؤ۔

(۲) **اہتمام ذکر اللہ** : ذکر اللہ جو شیخ بتادے اُس میں کبھی ناغہ نہ کرو، تھوڑی دیر سہی، دس منٹ ہی سہی۔ صبح و شام فرشتوں کی ڈیوٹی بدلتی ہے تاکہ فرشتے جا

کر کہہ سکیں کہ ہم آپ کے الذین کے افراد کو چھوڑ کر آئے ہیں جو یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ ہیں آپ کی یاد میں لگے ہوئے ہیں یہ وہ الذین ہیں جو یَدْعُوْنَ ہیں۔

(۳) اجتناب از غیر اللہ: اور اس کے بعد یہ نعمت حاصل کرو کہ اپنے قلب کے دائرے میں غیر اللہ کو مُراد نہ ہونے دو کیونکہ یُرِیْدُوْنَ مضارع ہے، مضارع میں حال اور استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے یعنی یہ میرے عاشقوں کی بہت اہم علامت ہے کہ میں اُن کے قلب میں ہمیشہ مراد رہتا ہوں حال میں بھی اور آئندہ بھی یہ اپنے قلب میں مجھ کو مُراد بنا کر رکھتے ہیں، غیر اللہ کو مُراد نہیں بناتے۔ یُرِیْدُوْنَ میں خود لَا یُرِیْدُوْنَ شامل ہے۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی یُرِیْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ اللہ کی ذات کا ارادہ کرتے ہیں۔ اِس کے اندر لَا یُرِیْدُوْنَ غَیْرَ وَجْهِ اللهِ، لَا یُرِیْدُوْنَ غیر اللهِ داخل ہے۔ اُن کے قلب میں اِرادہ ہی نہیں ہے کہ کسی حسین کو لپٹا لوں، چپٹا لوں اور اپنی مٹی کسی مٹی کی شکل پر تباہ کر دوں۔ یہ اپنی مٹی کو مٹی پر تباہ نہیں کرتے۔ اُن کی خاک تباہ کار بر خاک نہیں ہے بلکہ ان کی خاک خالقِ افلاک پر فدا ہوتی ہے۔ یہ بہت بُلند نصیبے والے لوگ ہیں، یہ زمین کے بِلوں میں گھسنے والے نہیں ہیں، یہ چوہے نہیں ہیں، انسان ہیں۔ جائز موقع پر جتنا بھی اللہ تعالیٰ حلال دیتا ہے اُس سے مُستفید ہوتے ہیں، حلال کی ایک نہیں چھوڑتے مگر حرام کی ایک نہیں لیتے۔ اب سُن لو صاف بات۔ یہ عارف ہیں۔ ایک بُزرگ نے اپنے شوربہ میں پانی ملا لیا کہ نفس کو مزہ نہیں لینے دوں گا۔ ایک

عارف نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ظالم عارف نہیں ہے، بے وقوف ہے۔ اگر یہ ہوتا تو شوربہ میں ہرگز پانی نہ ڈالتا اور مزے دار شوربہ کھاتا تو ہر لقمہ پر الحمد للہ نکلتا۔ اَب جب پانی مِلا دیا اور مزہ خراب کر دیا تو اَب زبردستی ٹھونسے گا، یہ کھانا نہیں ہوگا اِس کا نِگلنا ہوگا، ٹھونسنا ہوگا اور اگر لذیذ شوربا کھاتا تو ہر لقمہ میں اللہ کی تجلّی خالقِ لذت نعمائے دُنیا کی تجلّی دیکھتا، نعمت میں نعمت دینے والے کی تجلّی دیکھتا اور زبان سے کہتا کہ واہ رے میرے مولیٰ کیا شان ہے آپ کی! ایسا مزے دار شوربہ! کہاں کی مُرغی، کہاں کا بکرا کہاں کا نمک اور کہاں کا مسالہ اور کہاں کا پکانے والا واہ رے میرا دینے والا! حلال خوب کھاؤ، نفس کو حلال کے مُعاملہ میں بہُت زیادہ مَت ستاؤ مگر حرام کی طرف جائے تو اِس کی گردن دبا دو۔ اس وقت اِس ظالم کو تُم للکارو اور کہو خبردار! جو اِس کو دیکھا تو مار ڈالوں گا، کاٹ ڈالوں گا۔ دیکھو اَپنے بچّوں کو ڈراتے ہو کہ نہیں؟ مارنا کاٹنا مُراد تھوڑی ہوتا ہے مگر بچّوں کو ڈرانے کے لِئے باپ کہتا ہے کہ اگر فلاں سے ملا تو مار ڈالوں گا کاٹ ڈالوں گا۔ گھر سے نکال دوں گا مگر تینوں باتوں کا اِرادہ اُس کا نہیں ہوتا۔ نفس بھی مِثل بچے کے ہے آپ بھی تینوں چیزوں کا اِرادہ کئے بغیر اِس سے کہو کہ تُجھ کو مار ڈالوں گا کاٹ ڈالوں گا اور گھر سے نکال دوں گا تو یہ بھی ڈر جائے گا ؎

لے آرزو کا نام تو دِل کو نکال دیں
مومن نہیں جو ربط رکھیں آرزو سے ہم

کون سی آرزو؟ ناجائز آرزو، حرام آرزو، اللہ کی ناپسندیدہ آرزو۔ بس اب تقریر ختم۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے میری زبان کو حلاوت بخشی اگرچہ ہم اِس کے

اہل نہیں ہے

آپ چاہیں ہمیں، یہ کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

دُعا کرو کہ میری زبان میں اور میرے دِل میں اور میرے جسم میں اور میرے دردِ دل میں اور زبانِ ترجمانِ دردِ دل میں اور طاقت و توانائی میں اللہ تعالیٰ بہت ہی برکت دے دے اور میری زندگی میں بھی۔ جو آپ کو سُنا رہا ہوں دردِ دل سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی دردِ دل اور یہی مضامینِ محبّت سارے عَالم میں نشریات کے لئے خدائے تعالیٰ سے رو رو کر مانگ رہا ہوں کہ اے خدا عالَم میں زمین کا کوئی ایک میٹر کا ٹکڑا نہ باقی رہے جہاں آپ کے عاشقوں کا ایک گروہ اختر کے ساتھ ہو اور اس گروہ عاشقان کی صُحبتوں کے ساتھ مُجھے پھرا پھرا کے آپ کی عطا فرمودہ بھیک دردِ دل کی سارے عالَم میں نشر ہو۔ اختر جب سارے عالَم کا سفر کرلے پھر بے شک مُجھے آپ کے پاس آنے کا شوق بھی ہے، آپ ہمارے مولیٰ ہیں، ہمیں دُنیا میں ہمیشہ رہنے کا شوق نہیں ہے مگر آپ کی محبت کی داستان جو سترہ سال شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی، تین سال شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھی اور اب ۳۵ سال سے شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے سیکھ رہا ہوں، اللہ! محبّت کی اس تربیتی میں میرے تین دریاؤں کے پانی میں طُوفان پیدا کردے اور اختر تمام عالَم میں آپ کے کرم سے سفر کی توفیق اور ہمت اور صحت اور توانائی پاجائے اور آپ قبول فرمالیں۔ (آمین)

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۸



شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰

فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : تحفۂ ماہ رمضان

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

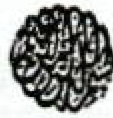
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



تحفۂ ماہِ رمضان

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○

روزہ کی فرضیت میں شانِ رحمت کا ظہور

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے رمضان کی فرضیت کو کس طرح سے بیان فرمایا یہ بھی اللہ کے اللہ ہونے کی دلیل ہے کہ وہ حاکم محض نہیں ہے ارحم الراحمین بھی ہے۔ جو حاکم ہوتا ہے وہ تو مارشل لاء کی سی بات کرے گا کہ روزہ رکھنا پڑے گا، خبردار کھال کھنچوا دوں گا، بھوسہ بھروا دوں گا لیکن اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے کتنے پیارے انداز میں فرمایا کہ اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا جاتا ہے۔ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ گھبرانا مت تم سے پہلے بھی روزہ فرض تھا، پہلے انسانوں نے بھی روزہ رکھا ہے یعنی یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ پچھلے لوگوں پر روزہ کے فرض ہونے کا تذکرہ کرنا یہ اپنے غلاموں پر روزہ کو آسان کرنے کی تدبیر ہے کہ روزہ کوئی ایسی مشکل بات نہیں ہے کہ سحری سے لے کر غروب تک خالی پیٹ رہنے سے کوئی مرجائے گا۔ تم سے پہلے بھی لوگ روزہ دار

رہے ہیں، روزہ بھی رکھا اور زندہ بھی رہے۔ لہٰذا اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت تم پریشان نہ ہونا۔ تھوڑی سی مشقت ہے لیکن اِس کا انعام کیا ہے۔ انعام اتنا بڑا ہے کہ جس کو دُنیا میں بڑا انعام مِل جائے تو بڑی سے بڑی مشقت اُٹھانے کو تیار ہو جاتا ہے مثلاً جون کا مہینہ ہے، گرمی شدید ہے، لُو چل رہی ہے اور حکومت نے اعلان کر دیا کہ جو اس وقت کیماڑی تک پیدل جائے گا اُس کو پیٹرول پمپ کا ایک پلاٹ ملے گا جو پچاس لاکھ کا ہوگا اور مُفت میں ملے گا تو اس وقت کتنے لوگ اے سی میں بیٹھے ہُوئے اے سی سے کہیں گے تیری ایسی تیسی۔

روزہ اور صُحبتِ اہل اللہ کا ایک انعامِ عظیم

تو اللہ تعالیٰ نے روزے کا انعام بیان فرمایا لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ کہ تم روزے کی برکت سے میرے دوست بن جاؤ گے، ولی اللہ بن جاؤ گے صاحبِ تقویٰ بن جاؤ گے، مَیں تمہاری غُلامی پر اپنی دوستی کا تاج رکھ دوں گا اور یہی انعام اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والوں کے لیے رکھا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ۔ اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ یعنی میرے دوست بن جاؤ کیونکہ اِنۡ اَوۡلِیَآؤُہٗۤ اِلَّا الۡمُتَّقُوۡنَ۔ متقی ہی میرے دوست ہیں۔ مگر تقویٰ مشکل ہے اِس کو آسان کرنے کے لئے وَكُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ نازل فرمایا کہ اہلِ تقویٰ کی صُحبت میں رہو جیسی صُحبت میں آدمی رہتا ہے ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ بعض جاہل شاعروں کی صُحبت میں رہنے سے اشعار کہنے لگے۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک

دیہاتی آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے ایک شعر کہا ہے۔ اَب دیہاتی ہل جوتنے والا مگر شعر ایسا کہا کہ اُس کے مضمون سے پڑھے لکھے حیرت میں پڑ گئے کیونکہ وہ شاعروں کے پاس رہتا تھا۔ جیسی صُحبت ہوتی ہے انسان ویسا ہی بن جاتا ہے۔ تو اُس نے کہا کہ ؎

نِکل بھاگا ترے کوچہ کی جانِب تیرا دیوانہ
نہ ٹھہرا ایک دم جنّت میں وحشت اِس کو کہتے ہیں

یہ شعر ایسے سمجھ میں نہیں آئے گا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ بالفرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا کہ اُدھر جنّت ہے لیکن مَیں اِدھر ہوں تو میرے کُوچہ میں آؤ گے یا جنّت کے کوچوں میں جاؤ گے تو دیہاتی شعر میں کہتا ہے کہ میں جنّت میں ایک لمحہ کو ٹھہرا بھی نہیں۔ اللہ کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ اِس مضمون کو سامنے رکھ کر اُس ہل جوتنے والے نے یہ شعر کہا تو اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کے پاس بیٹھنے کا عظیم انعام رکھا کہ اللہ کی دوستی کا تاج مل جائے، غُلاموں کو تقویٰ کی حیات مِل جائے، گُناہوں کی خبیث عادتوں سے قلب کو طہارت نصیب ہو جائے، قلب کا مزاج بَدل جائے۔ میرے مُرشد شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک شخص سردی سے کانپ رہا ہے کہ گرم گرم چائے کی ایک پیالی پی لی اور سردی کم ہوگئی تو جب چائے کی پیالی میں سردی دُور کرنے کی خاصیت موجود ہے تو کیا اللہ والوں کے ایمان کی گرمی کی وجہ سے ہمارا ایمان گرم نہیں ہو سکتا؟ کیا چائے کی پیالی اولیاء اللہ سے بڑھ جائے گی؟ اُن کے پاس رہ کے تو دیکھو۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کئی گھنٹے عبادت کے بعد دِلّی کی مسجد فتح پوری سے

نکلے کہ ایک کُتّے پر نظر پڑ گئی۔ وہ کُتّا دِلّی کے تمام کُتّوں کا شیخ بن گیا۔ سارے دہلی کے کُتّے اُس کے پاس اَدب سے بیٹھتے تھے۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جِن لوگوں نے اللہ والوں کی جوتیاں اُٹھائیں، اُن کی خِدمت کی مخلوق نے اُن کو پیار کیا اور اللہ نے اُن کو اپنا ولی بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں کی نظر میں کرامت رکھی ہے۔

رمضان شریف میں صُحبت اہل اللہ کا فائدہ

اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے کسی اللہ والے کے پاس رمضان گذارلو تو ڈبل انجن لگ جائے گا۔ جب ریل کو بہٹہ جاتی ہے تو چڑھائی بہت ہے اِس لیے ایک انجن آگے لگتا ہے اور ایک انجن پیچھے لگتا ہے۔ ایک پیچھے سے دھکا دیتا ہے اور ایک آگے سے کھینچتا ہے جیسے بکرا قُربانی کے لِئے جب خریدا جاتا ہے تو آگے سے سبزہ ہرا لُوسن دکھایا جاتا ہے اور پیچھے سے ایک چھوٹی سی چھڑی سے آدمی اُسے آہستہ آہستہ مارتا رہتا ہے۔ جِس سے وہ بکرا جلدی جلدی قدم اُٹھاتا ہے۔ ایک لُوسن سے اور دوسرے چھڑی سے۔ ایسے ہی ریل کے دو انجن ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں دو انجن دیئے کہ پردیس میں جا رہے ہو، ممکن ہے کہ پردیس کی رنگینیوں میں تم غفلت میں مُبتلا ہو جاؤ تو دوزخ کا مراقبہ کرو تاکہ دِل پر ایک طرف سے دوزخ کے خوف کی چھڑی لگے اور جنّت کا مراقبہ کرو تاکہ جنّت کی نعمتوں کا لُوسن ملے۔ اِسی لِئے جنّت کی نعمتوں کو تفصیل سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ وہاں حُوریں ہوں گی، دریا ہوں گے شہد کی نہریں گی، دُودھ کا دریا ہوگا، پانی کا دریا ہوگا اور حُوروں کا ڈیزائن تک پیش

کیا کہ اُن کی آنکھیں بڑی بڑی ہوں گی تاکہ یہ ہمارے نالائق بندے دُنیا میں کسی غیر محرم عورت کی ڈیزائن کو دیکھ کر اپنے اصلی وطن کی ڈیزائن کو نہ بھول جائیں تاکہ اُن کو یاد رہے کہ چند دِن کی بات ہے، یہ چند دن کا مُجاہدہ ہے، پھر ہمیشہ کے لئے عیش ہے اور جس کو جنّت میں دائمی عیش ملنے والا ہے اُس دائمی عیش کا عکس اور فیضانِ دُنیا ہی میں نظر آتا ہے جیسے چڑیا ایک ہزار میل پر ہے مگر اُس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے تو جن کے لئے جنّت مقدّر ہے تو جنّت کا سایہ دِل پر کروڑوں میل سے پڑتا ہے جس کی وجہ سے اللہ والوں کو آپ دیکھیں کہ کیسے مُسکراتے رہتے ہیں، کیسے ہنستے رہتے ہیں، اُن کے دِل میں کیسا اطمینان رہتا ہے کہ پریشان بھی اُن کے پاس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میری پریشانی خود بخود بلا کسی دوا کے غائب ہوگئی۔ امریکہ سے ایک صاحب آتے ہیں اُن کو ڈیپریشن ہے، وہ کیپسول اور ٹکیہ کھاتے ہیں لیکن خانقاہ میں قدم رکھتے ہیں تو کہتے ہیں سب کیپسول اور ٹکیہ ختم۔ دواؤں کی ٹکیہ ختم مگر انڈے کی ٹکیہ کِھلا دیتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ والوں کی صُحبت نعمتِ مکانی ہے اور رمضان شریف نعمتِ زمانی ہے۔ اللہ والوں کے ساتھ رہائش ہو اور رمضان کا مہینہ ہو تو جب زمان اور مکان کے دو دو انجن لگ جائیں گے تو اللہ کے قُرب کا راستہ جلد طے ہوگا۔ اِسی لئے اکثر بزرگوں نے مریدوں کو رمضان المبارک میں اپنے ہاں اکٹھا کیا۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی بڑے بڑے علماء رمضان میں پہنچ جاتے تھے لیکن جس کو لالچ ہوتی ہے وہی پہنچتا ہے۔ بغیر لالچ دُنیا میں کوئی کام

نہیں ہوتا۔ لیلیٰ کی لالچ میں مجنوں نے جنگل میں کتنی آہ و فغاں کی، کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں

تازیانۂ عبرت

آج سے چالیس سال پہلے میں عزیز آباد سے گذر رہا تھا کہ ایک بڑے میاں شیروانی پہنے ہوئے مجھ سے مصافحہ کر کے کہنے لگے کہ مجھے ایک منٹ چاہیئے۔ میں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ کہا کہ میں اپنی بیوی پر عاشق ہوں مگر آج کل وہ مجھے جوتیاں لے کر دوڑاتی ہے، مجھ سے ناراض ہے، کوئی وظیفہ بتائیے کہ وہ مجھ سے خوش ہو جائے۔ میں رونے لگا۔ میں نے کہا کہ کاش ہمیں اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی فکر ہو جاتی کہ ہم اُن کو ناراض نہ کریں، کچھ ایسی معافی دردِ دل سے مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو جائیں۔ اُس کی تو بیوی کی محبت میں نیند حرام ہے اور ہم اللہ کی نافرمانی کر کے چائے پیتے ہیں، انڈے کھاتے ہیں، مکھن اُڑاتے ہیں۔ نافرمانی سے دِل سیاہ ہے اور عیش کر رہے ہیں لیکن یہ کیا عیش ہے۔ منہ میں کباب ہے دل پر عذاب ہے۔ اللہ جس سے ناراض ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کے اَلم اور عذاب میں پکڑتا ہے تو سارا عالم مل کر اللہ کے پکڑے ہوئے کو چھڑا نہیں سکتا کیونکہ چھڑاتا وہ ہے جس کی طاقت پکڑنے والے سے زیادہ ہو اور اللہ سے بڑھ کر کسی کی طاقت نہیں ہے۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے عیش کرنے والے انٹرنیشنل گدھے ہیں۔ اُن کے دماغ میں عقل کا نام و نشان نہیں ہے مگر جب موت آئے گی تب آنکھیں کھلیں گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

(اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَا مَاتُوْا انْتَبَهُوْا)

لوگ سو رہے ہیں لیکن جب موت آئے گی تب جاگیں گے، موت اُن کو جگائے گی۔

چین سے جینے کا نسخہ

اِس لِئے اللہ کے نام پر دردِ دل سے کہتا ہوں کہ آپ بھی اور خواتین بھی دُنیا میں چین سے رہنا چاہتے ہیں یا بے چین اور پریشان رہنا چاہتے ہیں؟ اگر چین سے رہنا چاہتے ہو تو چین اور خوشی صِرف اللہ کے قبضہ میں ہے۔ مالک کو ناراض کرکے گُناہوں کی لذّت سے حرام خوشیاں لینے والا ہمیشہ کے لئے اپنی زندگی کو عذابِ الٰہی میں اور بے چینی میں مُبتلا کرنے کا اِقدام کر رہا ہے، اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے۔ چین کا اللہ تعالیٰ نے یہی نسخہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم نیک عمل کرو اور مُجھ کو خوش رکھو تو فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً۔ ہم تم کو بڑی بالطف زندگی دیں گے یہ ترجمہ حکیم الامت کا ہے۔

گُنہگار پر تین قسم کا دُنیوی عذاب

لُطف کہاں ڈھونڈتے ہو؟ اللہ کو ناراض کرکے؟ تمہاری کھوپڑی پر عذاب ہے ورنہ گناہوں میں اور خصوصاً باہی گناہوں میں دُنیاوی بے عزتی بھی ہے اور دِل پر بھی ہر وقت پریشانی رہتی ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے، کوئی جان نہ جائے تین قسم کا عذاب ہر گنہگار کو ہر وقت رہتا ہے کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے کوئی جان نہ جائے اور اس معشوق کے وارثین کہیں مجھ سے انتقام نہ لیں اور اگر اسی حالت میں موت آگئی تو میں اپنے اللہ کو کیا مُنہ دکھاؤں گا۔ جب اللہ پوچھے گا کہ تم نے اپنی زندگی اور اپنی جوانی کو کہاں ضائع کیا تو کیا جواب دوں گا۔ زندگی میری دی ہوئی تھی اور تم من مانی عیش کرتے تھے۔ مجھ آسمان والے کو بھلا کر زمین پر رہتے تھے۔ وہ زمین والا کیسے عیش میں رہے گا جو آسمان والے کو بھلا دے گا۔ اِسی لِئے

کہتا ہوں کہ زندگی میں چلو ایک دفعہ ہی سہی کوشش کرو کہ کسی خانقاہ میں کسی اللہ والے کے یہاں بستر لگا دو اور یہ مصرع پڑھو ؎

بستر لگا دیا ہے ترے در کے سامنے

اہلُ اللہ پر فیضانِ انوارِ الٰہیہ کی عجیب تمثیل

الحمدللہ اختر کو میرے رب نے توفیق دی کہ جوانی میں پہلی ہی ملاقات میں ایک چلّہ مَیں نے اَپنے شیخ کے پاس گذارا ہے مگر وہ چلّہ آج تک مجھے مزہ دے رہا ہے۔ اللہ والوں کی نظر پڑی ہوئی ہے جو آپ لوگ مجھے بغور دیکھتے ہیں، محبّت سے دیکھتے ہیں تو مجھے اَپنے مشائخ اور بزرگانِ دین اور وہ اللہ والے یاد آتے ہیں جن کی صُحبت میں اختر رہا ہے اَور جِن کی نظرِ محبّت کی مجھ پر پڑی ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتا ہوں اپنا کمال نہیں سمجھتا۔ زمین پر سُورج کی شعاع آجائے تو زمین اَپنی روشنی پر ناز نہ کرے۔ سُورج کی شعاعوں کا شکر اَدا کرے۔ لیکن دھوپ میں اور آفتاب میں کیا نسبت ہے۔ دُھوپ شعاعِ شمسیہ ہے، سُورج کی کِرن ہے اور سُورج کی کِرن سُورج سے الگ ہے یا نہیں؟ آپ دُھوپ کو سُورج نہیں کہہ سکتے مگر سُورج سے الگ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اَب مولانا رومی کا وہ شعر حل ہوگیا کہ ؎

خاصان خُدا خُدا نہ باشند
لیکن ز خُدا جُدا نہ باشند

اللہ والے خدا نہیں ہیں لیکن وہ خُدا سے جُدا بھی نہیں ہیں۔ دیکھ لو دُھوپ نظر آرہی ہے جہاں سُورج کی شعاعیں پڑ رہی ہیں وہ دُھوپ ہے، آپ اُس

کو سُورج نہیں کہہ سکتے لیکن یہ سُورج سے الگ بھی نہیں۔ ابھی سُورج ہٹ جائے تو دُھوپ بھی ختم ہو جائے گی۔ تو اللہ والے اللہ نہیں ہیں، اُن کو اللہ کہنا کُفر ہے شرک ہے لیکن وہ اللہ سے جُدا بھی نہیں ہیں، دُھوپ اور سُورج میں جو نسبت ہے وہی اللہ تعالیٰ میں اور اللہ والوں میں ہے کہ وہ اللہ کے نُور سے روشن ہیں، اُن کی روشنی ذاتی نہیں ہے۔ دُھوپ کی گرمی سے سُورج کی گرمی مِل جاتی ہے اللہ والوں کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت مل جاتی ہے۔

تو یہ مُبارک مہینہ آنے والا ہے۔ اگلا جمعہ جو آئے گا آپ اِن شاء اللہ تعالیٰ حالتِ رمضان میں ہوں گے۔ اِس لئے مشورہ دے رہا ہوں کہ جِس کو جہاں مناسبت ہو روحانی بلڈ گروپ کے مُطابق اَپنے اَپنے مشائخ کے ساتھ رمضان گذار لے تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ اِن شاء اللہ بہت فائدہ ہو گا۔ رمضان المبُارک اور صُحبت اہلُ اللہ کے ڈبل انجن سے وہ قُربِ الٰہی کے مقامِ بُلند پر پہنچ جائے گا۔ اِس لئے رمضان کے مہینہ سے گھبراتا نہیں چاہیئے کہ سارا دِن بھُوکا رہنا پڑے گا بلکہ خوش ہونا چاہیئے کہ روزہ فرض کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا دوست بنانے کا اِنتظام فرمایا ورنہ آپ کا شمار اُن دیہاتیوں میں ہو جائے گا جِن سے ایک مولوی صاحب نے وعظ میں فرمایا کہ بھائیو رمضان المبُارک آرہے ہیں دیکھو مہینہ بھر روزہ رکھنا' رمضان کے آتے ہی روزہ فرض ہو جاتا ہے۔ دیہاتیوں نے کہا کہ رمضان شریف کدھر سے آتے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مغرب کی طرف سے جب پہلی تاریخ کا چاند دکھائی دیتا ہے۔ گاؤں والے جاہل، بے وقوف تھے۔ سَب نے طے کیا کہ چلو پہلی تاریخ کو گاؤں سے باہر مغرب کی طرف لاٹھی لے کر بیٹھ جائیں گے

جب رمضان شریف آئیں گے تو ہم لوگ اُن کو مار مار کر بھگا دیں گے لہٰذا روزہ نہیں رکھنا پڑے گا۔ چنانچہ سُورج ڈوب چکا تھا ایک آدمی مغرب کی طرف سے اونٹ پر بیٹھا ہوا آرہا تھا۔ سب لاٹھی لے کر دوڑے مگر سوچا کہ پہلے نام تو پوچھ لو کہ واقعی یہ رمضان ہے بھی یا نہیں۔ سب نے پوچھا کہ جناب آپ کا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا نام رمضان علی ہے۔ بس پھر کیا تھا سب نے اُس پر ڈنڈے برسانا شروع کر دیئے۔ بے چارہ گھبرا کر اونٹ گھما کر واپس بھاگ گیا۔ ایک مہینہ بعد مولانا آئے۔ پُوچھا کہ بھائی روزے رکھے تھے؟ کہا کہ ہم پر روزہ فرض ہی نہیں ہوا، رمضان شریف کو ہم نے گاؤں میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ یہ لطیفہ اِس لئے سُنا دیا کہ لطیفہ سے نیند غائب ہو جاتی ہے، سستی اور بوریت ختم ہو جاتی ہے۔

روزہ کی ایک حکمت

آگے اللہ سُبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ روزہ کی فرضیت میں میری شانِ رحمت کا ظہور ہے، تم کو تکلیف دینے کے لئے روزہ فرض نہیں کر رہا ہوں بلکہ روزہ اِس لئے فرض ہو رہا ہے تاکہ تم میرے دوست بن جاؤ۔ جب تم ایک مہینہ تک جائز نعمتوں سے اور ہماری جائز مہربانیوں سے اپنے نفس کو بچاؤ گے کہ دِن بھر رزقِ حلال بھی نہ کھاؤ گے، نہ پیو گے تو اِس مشق اور ٹریننگ کے بعد اُمید ہے کہ بعدِ رمضان تم حرام چھوڑنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس کے علاوہ رمضان شریف کی ایک اور فضیلت بیان کرتا ہوں۔ یوں تو روزہ کا بہت ثواب ہے کہ جنّت واجب ہو جاتی ہے اور اُس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں جو ایماناً اور احتساباً روزہ رکھتا ہے۔

(مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ) (الحدیث)

احتساب کا ترجمہ مولانا علی میاں ندوی دامت برکاتہم (افسوس اب رحمۃ اللہ علیہ ہوگئے۔جامع) نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا تھا کہ احتساب کے معنی ہیں ثواب کی لالچ۔ اللہ والوں کے ترجمہ میں کیا مزہ ہے۔ ایماناً یعنی اللہ پر یقین رکھتے ہوئے اور احتساباً یعنی ثواب کی لالچ رکھتے ہوئے۔

روزہ داروں کی ایک عظیم الشان فضیلت

تو حکیم الامت مجدد الملت نے بہشتی زیور حصہ نمبر ۳ میں حدیث نقل فرمائی جس میں روزہ داروں کی ایسی فضیلت ہے کہ جب قیامت کے دِن حساب کتاب ہوگا تو روزہ داروں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں دسترخوان بچھوائیں گے اور روزہ دار لوگ میدانِ محشر کی گرمی اور حساب کی پریشانی سے محفوظ عرش کے سائے میں پلاؤ بریانی کھا رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی شاندار مہمانی ہوگی اور قیامت کے دِن جس کو عرش کا سایہ مِل جائے گا اُس کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ جہاں حساب ہوگا وہاں سایہ نہ ہوگا اور جہاں سایہ ہوگا وہاں حساب نہ ہوگا کیونکہ سایۂ رحمت میں بُلانا اور ضیافت کرنا یہ مہمان کا اعزاز ہے اور دُنیا میں بھی کوئی میزبان اپنے معزز مہمان سے یہ سلوک نہیں کرتا کہ دعوت کے بعد اُس سے حساب کتاب لے یا اُس کو تکلیف دے تو اللہ پاک تو ارحم الراحمین ہیں اُن کی رحمت سے بعید ہے کہ عرش کا سایہ دے کر

پھر حساب کتاب کی پریشانی اور دوزخ کے عذاب میں مُبتلا کریں۔ اِس لیے اِن شاءاللہ تعالیٰ روزہ داروں کی اور سایۂ عرش پانے والوں کی جنّت پکّی ہے۔

فِدیہ کا مسئلہ

لٰہذا روزہ دار روزہ رکھ کر تکلیف اُٹھالیں اور جو بہت کمزور ہو، بیمار ہو، دیندار ڈاکٹر نے کہہ دیا ہو کہ آپ کے لیے روزہ مُضر ہے تو وہ رمضان گذر جانے کے بعد دو سیر گندم کی قیمت روزانہ اکٹھی دے دے لیکن پیشگی دینے سے روزہ کا فدیہ اَدا نہیں ہوگا۔

کفّارۂ قسم کا مسئلہ

ایسے ہی قسم کا کفارہ ہے۔ کسی نے قسم توڑ دی تو دس مسکین کو کھانا کھلاتے یا دس مسکین کو دو سیر گندم فی کس قیمت اَدا کرے۔ مگر دس مسکین کو الگ الگ دے۔ اگر ایک مسکین کو دے گا تو ایک ہی دن کا کفارہ اَدا ہو گا۔ اگر مسئلہ نہیں جانتا اور ایک مسکین کو بلایا اور کہا کہ بھئی مَیں نے قسم توڑ دی ہے تم یہ دو سیر گندم کے حساب سے دس دن کی قیمت مثلاً ڈھائی سو روپے لے لو تو ایک ہی دن کا کفّارہ اَدا ہوا۔ اِس لیے چاہے اُسی مسکین کو دو مگر دس دِن تک دو سیر گندم کی قیمت یومیہ دیتے رہو اور اگر آپ کو جلدی ہے ایک ہی دن میں کفّارہ دینے کا شوق ہے تو دس مسکین کو تلاش کر لو اور اگر مسکین نہ ملتے ہوں تو کسی متقی عالم کے مدرسہ میں دو جو شریعت کے مُطابق کفّارہ ادا کرے گا اور چوراہوں پر جو مسکین نظر آتے ہیں۔ یہ مسکین نہیں، اِن کے بینک اکاؤنٹ ہوتے ہیں یہ باقاعدہ گروپ ہوتا ہے۔ ان کا باقاعدہ ٹھیکہ ہوتا ہے اِس لیے اپنے صدقات خیرات مدارس میں دیجئے۔ آپ کو ڈبل ثواب ملے گا۔ آپ کا واجب بھی ادا ہو جائے گا اور صدقہ جاریہ بھی ہوگا۔ ورنہ

اگر جوش میں نادانی سے ایک ہی مسکین کو دے دیا تو ایک دِن کا ادا ہوگا اور قیامت کے دِن نو دن کا مواخذہ ہوگا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو مسئلہ معلوم نہ تھا۔ وہاں یہ سوال ہوگا کہ مسئلہ پوچھا کیوں نہیں؟ کوئی روڈ پر موٹر نکالے اور ٹریفک پولیس چالان کردے اور یہ کہے کہ صاحب مجھے اِس قانون کا پتہ نہیں تھا تو پولیس والا کہے گا کہ روڈ پر کیوں موٹر نکالا۔ پہلے قانون سیکھو۔ تب روڈ پر آؤ۔ اب رُوٹ پر آگئے تو اخروٹ پیش کرو چالان کا، تم تو بالکل زنگروٹ معلوم ہوتے ہو۔

تو رمضان شریف کی یہ ایک ہی فضیلت کافی ہے کہ روزہ داروں کی عرش کے سائے میں اللہ میاں کی طرف سے دعوت ہوگی کہ تم لوگوں نے میری وجہ سے اَپنے پیٹ کو تکلیف دی ہے لہٰذا اب قیامت کے دِن اطمینان سے کھاؤ جب کہ سَب گرمی سے پسینہ میں شرابور حساب دے رہے ہیں اور تم کو ہم میدانِ محشر کی گرمی سے نکال کر سایہ عرش میں بریانی کھلا رہے ہیں۔ تمُھاری دعوت ہورہی ہے۔ کتنی مُبارک ہمت تھی جس سے تُم نے دُنیا میں روزہ رکھا۔ اللہ تعالےٰ ہم سَب کو ہمّت دے۔

روزہ داروں کے لئے ۲ دو خوشیاں

حدیث پاک میں ہے کہ روزہ داروں کو دو خوشیاں ہیں، ایک دُنیا میں افطار کے وقت اور دوسری قیامت کے دِن جب وہ اَپنے رَب سے مُلاقات کریں گے۔ افطار میں روزہ دار کو اتنا مزہ آتا ہے کہ روزہ خور اُس سے محروم ہوتا ہے۔ افطاری کے وقت روزہ دار اَور غیر روزہ دار کے چہرے سے پہچان لو گے۔ اگر کِسی نے روزہ نہیں رکھا لیکن پھر بھی ٹھونس رہا ہے کہ یار دہی بڑا کون

چھوڑے تو اُس کا چہرہ بتادے گا کہ اِس ظالم نے روزہ نہیں رکھا۔ روزہ دار کے چہرہ پر ایک نور ہوتا ہے، ایک چمک ہوتی ہے لیکن افطاری کی دعوتوں کی وجہ سے جماعت کی نماز چھوڑنا جائز نہیں۔ کہیں افطار کی دعوت ہو جس کا نام افطار پارٹی ہے وہاں سموسہ دہی بڑا وغیرہ کی ڈش اور فش ہوتی ہے لہٰذا کبھی بھی افطاری کے لیے جماعت کی نماز مت چھوڑو۔ تھوڑی سی کھجور وغیرہ سے افطاری کر کے پانی پی لو۔ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ کے آؤ اور اطمینان سے کھاؤ جلدی جلدی کھانے میں مزہ بھی نہیں اور دعوت والے سے پہلے ہی طے کر لو کہ بھئی ہم جماعت سے نماز پڑھیں گے۔ پھر آپ کے افطار کا جتنا بھی سامان ہوا ہم سمیٹنے میں کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔ تاکہ میزبان بھی خوش ہو جائے ورنہ بے چارہ ڈرے گا کہ اتنی محنت سے پکوایا اور یہ سب جا رہے ہیں جماعت سے نماز پڑھنے۔ اِس لیے اُس سے پہلے ہی وعدہ کر لو کہ ابھی جماعت پڑھ کر آتے ہیں پھر آ کے خوب کھاؤ چاہے عشائیہ نہ کھاؤ افطاریہ ہی کھا لو لیکن افطاری میں اتنا ہوس سے اور ہبک کے کھانا کہ جس سے سجدے میں حلق سے دہی بڑا نکلنے لگے جائز نہیں۔ خود تو سجدہ میں جاتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ بڑا ہے اُدھر دہی بڑا کہہ رہا ہے کہ میرا نام دہی بڑا ہے، پہلے میں نکلوں گا۔ اتنا کھانے کی ضرورت کیا ہے۔ اتنا کھاؤ کہ تراویح پڑھ سکو یہ نہیں کہ کھا کے نیند آگئی اور عشاء اور تراویح غائب یا کھٹی ڈکار آ رہی ہے چورن کھا رہے ہیں اور سیون اَپ پی رہے ہیں۔ اتنا کھاؤ جتنی بھوک ہے جو ہضم کر لو معدے کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔

بدنظری کی حُرمت کا ایک سبب ایذاءِ مُسلم ہے

اِس لئے بدنظری کے حرام ہونے کا یہ سبب شاید آپ پوری کائنات میں مجھ سے ہی سنیں گے کہ مُسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے اور کِسی کی بہو بیٹی یا کِسی حسین لڑکے کو دیکھنے سے اپنے قلب کو کش مکش پریشانی اور تکلیف ہوتی ہے تو دیکھنے والا بھی تو مُسلمان ہے لہٰذا کسی مُسلمان کا اپنے دِل کو تکلیف دینا بھی حرام ہے۔ بدنظری کے حرام ہونے کی یہ حِکمت ہے کہ ناظر صاحب بھی تو مُسلمان ہیں اُن کے دِل کو تکلیف ہو رہی ہے اور ایذائے مُسلم حرام ہے اِس لئے بدنظری کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔

اللہ کی فرماں برداری کے لئے تکلیف اُٹھانا فرض ہے

لیکن اگر کِسی شخص کے مزاج میں کنجوسی غالب ہو اور زکوٰۃ نکالنے میں تکلیف ہو رہی ہو تو اُس وقت وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ زکوٰۃ دینے میں مجھے اذیت ہوتی ہے اور مُسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے لہٰذا مَیں سوچتا ہوں کہ زکوٰۃ نہ دوں۔ یہاں چاہے نفس کو کتنی بھی تکلیف ہو رہی ہو زکوٰۃ دینی پڑے گی ورنہ تو نماز میں بھی کہے گا کہ ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔ زکوٰۃ میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ حج اور روزہ میں تکلیف ہوتی ہے۔ اِس بہانہ سے تو اِسلام کے کسی حکم پر عمل نہیں کرے گا۔ ایسی تکلیف جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہو اُس تکلیف کو اُٹھانا فرض ہے۔ نظر بازی کی تکلیف کوئی فرض ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو حرام کیا ہے۔ حرام کے لیے تکلیف مَت اُٹھاؤ۔

رمضان کی برکات سے محروم کرنے والی ۲ دو بیماریاں

(۱) **بدنظری**

لہٰذا رمضان میں خصوصاً بدنگاہی سے بچو۔ دو بیماریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان روزہ کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔ اِن میں سے ایک یہی بدنظری ہے۔ جس کی میں تفسیر پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بدنظری کو مردوں کے لئے بھی حرام فرمایا ہے اور خواتین کے لئے بھی حرام فرمایا ہے یعنی جہاں **یَغُضُّوْا** ہے کہ مردوں کو چاہیئے کہ نظر بچائیں وہیں **یَغْضُضْنَ** بھی ہے کہ خواتین پر بھی فرض ہے کہ اپنی نظر کی حفاظت کریں۔

تفسیر اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ

لیکن اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ فرمایا اور **یَصْنَعُوْنَ** صنعت سے ہے اور صنعت کہتے ہیں مصنوع کو جیسے طرح طرح کی مصنوعات۔ جدہ میں یہ اشکال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں **یَصْنَعُوْنَ** کیوں نازل فرمایا۔ نظر بازی بھی تو فعل ہے، عمل ہے پھر **یَفْعَلُوْنَ** اور **یَعْمَلُوْنَ** اللہ تعالیٰ نے کیوں نازل نہیں فرمایا **یَصْنَعُوْنَ** نازل فرمایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ اے خُدا یہاں کوئی کتاب نہیں ہے مگر اے کتاب کے نازل کرنے والے آپ یہاں بھی ہیں لہٰذا اس کا جو مفہوم آپ کے نزدیک ہو میرے دِل میں عطا فرمائیے۔ فوراً دِل میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ پھر یہاں کراچی آکر تفسیر روح المعانی دیکھی تو جدہ میں جو مضمون دل میں عطا ہوا تھا وہی تفسیر روح المعانی میں ملا کہ نظر باز کے چہرے کے مختلف ڈیزائن بنتے ہیں۔ کبھی اوپر

دیکھتا ہے کبھی نیچے دیکھتا ہے، کبھی داہنے دیکھتا ہے کبھی بائیں کبھی آگے کبھی پیچھے اور اس طرح اُس کے چہرہ کی مختلف ڈیزائن اور صنعتیں بنتی رہتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ کہ ہم تمہاری مختلف قسم کی صنعتوں کو اور چہرے کی مصنوعات اور بناوٹوں کو دیکھتے رہتے ہیں کہ تمہاری آنکھیں کبھی نیم باز ہوتی ہیں، آدھی کھلی اور آدھی بند مارے شرم کے اور کبھی بہت زیادہ کھلی ہوں گی، کبھی گوشہ سے داہنی طرف دیکھے گا، کبھی بائیں طرف، کبھی کالا چشمہ لگا کر دیکھے گا تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ بڑے میاں کدھر دیکھ رہے ہیں تو علامہ آلوسی نے اس کی چار تفسیریں پیش کیں جو میں علماء دین کے لئے پیش کرتا ہوں کیونکہ اِس مجمع میں علماء بھی تشریف لاتے ہیں۔

پہلی تفسیر

(اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِاِجَالَۃِ النَّظَرِ)

نگاہوں کو گھما گھما کر تمہارا حسینوں کو دیکھنا اللہ اس سے باخبر ہے۔

موٹر سائیکل سے جا رہے ہیں اور اسٹاپ پر پیچھے دیکھ رہے ہیں۔ آنکھوں سے دیکھا ہے۔

یہ واقعہ مرا خود اپنا چشم دید ہوا

موٹر سائیکل پر جا رہے ہیں اور ٹریفک چل رہا ہے، کہ کوئی شکل نظر آگئی تو اَب بار بار مُڑ مُڑ کر دیکھ رہا ہے اِسی لیے ایکسیڈنٹ ہو جاتے ہیں، کتنی جانیں ختم ہو گئیں۔ حُسن نے کتنوں کو قتل کر دیا مگر قصور عشق ظالم کا ہوتا ہے۔

کیا کوئی حسین کہتا ہے کہ کار چلاتے ہوئے مُڑ مُڑ کے مجھے دیکھتے جاؤ۔ نظر بازی سے کتنے ایکسیڈنٹ میں مر گئے اور کتنے ایک ہی نظر میں پاگل ہو گئے۔ زندگی بھر اُس حسین کے عشق سے چھٹکارا نہیں ملا، لاکھ لاحول پڑھ کر تھتکارا مگر چھٹکارا نہیں ملا۔ نظر کی لعنت بہت خطرناک چیز ہے۔ دِل کا قبلہ ہی بدل جاتا ہے، نماز میں کہے گا منہ میرا طرف کعبہ شریف کے مگر دِل کے سامنے شیطان اِسی حسین کا فیچر رکھے گا۔ یہ شیطان بہت بڑا ٹیچر ہے اور چیٹر (Cheater) بھی ہے۔ تو اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِاِجَالَۃِ النَّظَرِ یہ تفسیر روح المعانی کا درس دے رہا ہوں کہ مختلف زاویوں مختلف آفاق واطراف، مختلف اکناف واکمنا اور مختلف ابواب میں تمھاری نظر کے گھمانے سے اللہ باخبر ہے۔

دوسری تفسیر

اور دوسری تفسیر کیا ہے؟
(اَنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِاِسْتِعْمَالِ سَائِرِ الْحَوَاسِّ)
بدنظری میں تم جو اپنے تمام حواس استعمال کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس سے بھی باخبر ہے۔

کہ پہلے تم قوتِ باصرہ یعنی نظر خراب کرتے ہو اس کے بعد پھر تم اس کی بات سننا چاہتے ہو، پھر اس سے بات کرنا چاہتے ہو یعنی تم اپنے پانچوں حواس استعمال کرتے ہو۔ قوّت باصرہ، قوّت سامعہ، قوّت شامہ، قوّت لامسہ، قوّت ذائقہ، تمھارے سارے حواس خراب ہو جاتے ہیں مگر سبب اول وہی نظر بازی ہے۔ نہ دیکھو نہ ان میں دِل اٹکے نہ دِل لٹکے نہ تمھاری کمر مٹکے۔ ان سے دِل نہ لگاؤ ؎

دُنیا میں ہوں دُنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار سے گُذرا ہوں خریدار نہیں ہوں

نفس سے ایک مہینہ کا معاہدہ

نظر بچانے پر انعام حلاوتِ ایمانی ہے کہ تم کو ایمان کی مٹھاس مِل جاتے گی

یعنی لیلیٰ سے نظر کو بچایا اور مولیٰ کو پایا۔ تو رمضان میں اللہ کے نام پر گذارش کرتا ہوں کہ ایک مہینہ کا وعدہ کرلو، نفس سے معاہدہ کرلو کہ پورے مہینہ بدنظری نہیں کریں گے۔ ایک مہینہ کی ٹریننگ ہے اور روزہ کا بھی احترام ہے کہتے ہیں کہ پیٹ میں پڑا چارہ تو اُچھلنے لگا بے چارہ اور تمہارے پیٹ میں چارہ بھی نہیں اور پھر بھی اچھل رہے ہو۔ روزہ رکھ کر بدنظری بہت بڑے خسارہ کی بات ہے اِس لئے فی الحال نفس کو مُؤدّب کرنے کے لئے اور مُہذّب بنانے کے لِئے اور ٹریننگ دینے کے لئے ایک مہینہ کا اِرادہ کرلو کہ پورے رمضان میں ایک نظر بھی خراب نہیں کریں گے اور رمضان سے پہلے ہی کمر کس لو کیونکہ سفر کرنا ہوتا ہے تو دو دِن پہلے ہی سے سامان رکھتے ہو کہ بھئی یہ رکھ لو وہ رکھ لو، ریل میں فلاں فلاں چیز کی ضرورت پڑے گی۔ رمضان کی ریل میں بیٹھنا ہے تو ابھی سے اِرادہ کرلو، آج ہی سے مشق شروع کر دو۔

تیسری تفسیر

اور تیسری تفسیر کیا ہے؟

(اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌ بِتَحۡرِیۡكِ الۡجَوَارِحِ)

اور اللہ باخبر ہے تمھارے اعضاء بدن کے متحرک ہوجانے سے۔

بدنظری کی نحوست سے تمھارے ہاتھ پیر بھی حرکت میں آجائیں گے۔

ہاتھ سے اُس مکتوب الیہ یا مکتوب الیہا کو خط لکھو گے اور پاؤں سے اُس کی گلیوں کا چکر لگانا شروع کردو گے وغیرہ تمہارے سارے جوارح کا اِس کے اندر مشغول ہونے کا خطرہ ہے۔ کتنی عمدہ تفسیر کی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزاءِ خیر دے۔

چوتھی تفسیر

اور آخری تفسیر کیا ہے؟
(اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَقْصُدُوْنَ بِذٰلِكَ)

اللہ تمہارے دل کی اس خبیث نیت سے بھی باخبر ہے۔

کہ اگر یہ معشوقہ یا معشوق مل جائے تو اُس کے ساتھ بدفعلی کا جو ارادہ تمہارے دل میں چھپا ہوا ہے اللہ اس سے بھی باخبر ہے۔ اِس نظر بازی سے مقصود صرف نظر بازی نہیں، حسینوں کا فرسٹ فلور مقصود نہیں ہے، خالی گال اور کالے بال مقصود نہیں ہیں، ناف کے نیچے حرام کاری اور بدمعاشی کی تمہاری نیت سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم باخبر ہیں۔ دُنیا میں جن ممالک میں بے پردگی عام ہے وہاں زِنا عام ہے۔ شراب اور بے پردگی یہ دو چیزیں زنا کے خاص اسباب ہیں۔ ایک امریکن لڑکے نے پوچھا کہ گانا شریعت میں کیسا ہے؟ مَیں نے کہا حرام ہے۔ اُس نے کہا کیوں؟ مَیں نے کہا گانا سُننے سے زِنا کا تقاضا پیدا ہوتا ہے۔

(اَلْغِنَاءُ رُقْیَةُ الزِّنَا)

تو اُس نے کہا، آل رائٹ یعنی بالکل صحیح ہے، جب ہم گانا سنتے ہیں تو ہمارے دل میں زنا کے بہت زیادہ تقاضے شروع ہو جاتے ہیں۔ گانے سے مراد ایسے

اشعار ہیں جن میں دُنیاوی محبوبوں کی محبت کے مضامین ہوں یا ساز و موسیقی ہو۔ اللہ اور رسول کی محبت کے اشعار جن میں ساز و موسیقی نہیں ہوتی مستثنیٰ ہیں اِن کا نام جو گانا رکھے گا وہ بے وقوف ہے۔

برکاتِ رمضان سے محروم کرنے والی دوسری بیماری

(۲) غیبت

اب دوسرا مرض جو رمضان میں بہت زیادہ مضر ہے۔ غیبت ہے۔ غیبت کرنے والا اپنی نیکیوں کا مال منجنیق میں رکھ کر مثلاً کراچی سے کلکتہ بھیج رہا ہے، ڈھاکہ بھیج رہا ہے، دبئی بھیج رہا ہے۔ جس کی غیبت کر رہا ہے وہ چاہے دبئی کا ہو، ڈھاکہ کا ہو، کلکتہ کا ہو، مدراس کا ہو، بمبئی کا ہو غیبت کرنے والے کی نیکیاں اُس کے اعمالنامہ میں جارہی ہیں جس کی غیبت کر رہا ہے۔ اس لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتاؤ مُفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم مُفلس اُس کو سمجھتے ہیں جو غریب مسکین ہو۔ فرمایا نہیں مُفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نیکیاں روزہ نماز تلاوت، حج، عمرہ وغیرہ لے کر آئے لیکن غیبت سے نہیں بچا جس کی وجہ سے اُس کی نیکیاں اُن لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کی اُس نے غیبت کی ہے اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو جس کی غیبت کی ہے اُس کے گناہ اُس کے سر پر لاد دیئے جائیں گے جس کے نتیجہ میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

غیبت کے زِنا سے اشد ہونے کی وجہ

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ غیبت کا گناہ زِنا سے اشد ہے۔

اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا (الخ)

(مشکوٰۃ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم)

صحابہ نے پوچھا زِنا سے کیوں اَشد ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زِناکار اَپنے زِنا سے اگر مُعافی مانگ لے تو مُعافی ہو جاتی ہے۔ جس کے ساتھ زِنا کیا ہے اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں ہے۔ زِنا کو اللہ نے اپنا حق رکھا ہے۔ یہ حق العباد نہیں ہے لیکن غیبت حق العباد ہے۔ جس کی غیبت کی ہے جب تک اُس سے مُعافی نہیں مانگے گا یہ گُناہ مُعاف نہیں ہو گا بشرطیکہ جس کی غیبت کی ہے اُس کو اطلاع ہو جائے۔ جب تک اُس کو اطلاع نہیں ہوتی اُس وقت تک اُس سے مُعافی مانگنا ضروری نہیں مثلاً ایک آدمی نے یہاں بیٹھ کر لاہور کی غیبت کی اَور اُس کو خبر نہیں ہے پھر اُس کو خط لکھنا یا لاہور جا کر مُعافی مانگنا یہ بالکل عبث ہے، بے کار ہے بلکہ ناجائز ہے کیونکہ خواہ مخواہ آبیل مجھے مار والی بات ہے۔ وہ سوچے گا کہ یار تم کیسے آدمی ہو کہ غیبت کرتے ہو! دیکھنے میں ایسے پیارے دوست بنے ہُوتے ہو۔ لہٰذا جس کو اطلاع نہ ہوئی ہو اُس سے مُعافی مَت مانگو نہ خط سے نہ وہاں جاکر۔ بس جس مجلس میں غیبت کی ہو وہاں کہہ دو کہ مُجھ سے نالائقی ہو گئی، وہ مُجھ سے بہتر ہیں اُن کی خوبیوں پر افسوس میری نظر نہیں گئی۔ جیسے مکھی زخم پر ہی بیٹھتی ہے سارا جسم اچھا ہے اُس کو نظر اَنداز کرتی ہے اور صرف گندی جگہ پر بیٹھتی ہے اِسی طرح ہزاروں خوبیوں کو نظر اَنداز کر کے میں نے اُن کے ایک عیب کو دیکھا اور کیا معلوم اُنھوں نے اُس سے بھی توبہ کر لی ہو اور اللہ کا پیار حاصل کر لیا ہو اور تین دفعہ قل ہو اللہ شریف

پڑھ کر بخش دو بلکہ صُبح و شام کے جو معمولات مَیں نے بتائے ہیں وہ پڑھ کر روزانہ اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ مَیں نے زندگی میں جس کی غیبت کی ہو، ستایا ہو یا مارا ہو ان سب کا ثواب اَے اللہ! اُن کو دے دے اور اُن کو یہ ثواب دِکھا کر قیامت کے دِن راضی نامہ کرا دینا۔ ماں باپ کو بھی اِس میں شامل کر لو۔ بزرگوں کا اِس میں اختلاف ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر ملے گا یا ہر ایک کو پورا مِلے گا مثلاً تین دفعہ قل ہو اللہ کا ثواب اگر سو آدمیوں کو بخشا تو کیا سو حصّہ لگے گا، بانٹا جائے گا، تقسیم ہو گا؟ مگر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہی ہے جس کو حکیم الاُمت نے نقل کیا ہے کہ ثواب تقسیم نہیں ہو گا سب کو برابر ملے گا۔ سُورۂ یٰس شریف پڑھ کے بخشو تو دس قرآن پاک کا ثواب اور تین دفعہ قل ہو اللہ شریف پڑھ کر بخشو تو ایک قرآن پاک کا ثواب ہر ایک کو پورا پورا ملے گا چاہے بے شمار آدمیوں کو بخشو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے یہ قریب ہے۔

کفارۂ غیبت کی دلیلِ منصوص

تو غیبت کے متعلق بہت بڑے بڑے علماء بھی اِس مسئلہ سے واقف نہیں ہیں۔ وہ یہی کہیں گے مُعافی مانگنا پڑے گی کہ یہ حق العباد ہے، بندوں کا حق ہے لیکن حکیمُ الامّت کا یہ مضمون الطرائف والظرائف میں، مَیں نے خود پڑھا ہے کہ جِس کی غیبت کی ہے جب تک اُس کو اطلاع نہ ہو اُس سے مُعافی مانگنا واجب نہیں بلکہ بعض وجہ سے جائز بھی نہیں ہے کیونکہ اِس سے اُس کا دِل برا ہو گا کہ یار تُم اچھے خاصے دوست بن کر میری غیبت کر رہے تھے تو یہ اذیت پہنچانا ہو گا، کیونکہ اُس کو تو معلوم ہی نہیں تھا کہ میری غیبت کی گئی ہے لہٰذا جب تک اطلاع

نہ ہو اُس سے معافی مانگنا واجب نہیں بلکہ مندرجہ بالا طریقہ سے اس کی تلافی کرنا کافی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

اِنَّ مِنْ کَفَّارَةِ الْغِیْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ تَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ

(مشکوٰۃ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم)

غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اُس کے لئے استغفار کرے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ اسی صورت میں ہے جب اُس کو اطلاع نہ ہوئی ہو یا اُس کا انتقال ہوگیا ہو۔ ہاں اگر اطلاع ہوگئی تو اب اُس سے مُعافی مانگنا واجب ہے۔ جب تک مُعافی نہیں مانگو گے یہ گُناہ مُعاف نہیں ہوگا۔ اِس کو میں جب بیان کرتا ہوں تو بڑے بڑے علماء میرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

خُون کے رشتوں میں کون لوگ شامِل ہیں

ایسے ہی ایک مسئلہ اور بھی ہے کہ شریعت میں ساس سُسر اور برادرانِ نسبتی یعنی بیوی کے بھائی وغیرہ یہ سب خُون کے رشتوں میں شامل ہیں۔ علامہ آلوسی تفسیر رُوح المعانی میں فرماتے ہیں کہ خُون کے رشتوں سے کیا مراد ہے؟

اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِھَةِ النَّسَبِ وَالْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِھَةِ النِّسَاءِ

اپنے نسب اور خاندان سے جو رشتے بنتے ہیں مثلاً ماں باپ بہن بھائی دادا دادی نانا نانی وغیرہ یہ سب خُون کے رشتوں میں شامل ہیں اور بیویوں کی طرف

سے جو قرابت اور رشتہ بنتا ہے، ساس، سسر اور بیوی کے بہن بھائی وغیرہ یہ بھی خون کے رشتوں میں شامل ہیں۔ اِس لیے ذرا ذرا سی بات میں ساس سسر سے لڑو مت، برادر نسبتی کو گالیاں مت دو اُن کا ویسا ہی ادب اور اکرام اور ویسی ہی خدمت کرو جیسے اپنے ماں باپ اور سگے بھائی کی کرتے ہوں۔ جہاں بھی میں نے یہ مسئلہ بیان کیا علماء دین نے مجھے جزاک اللہ کہا اور اسی محراب میں بیان کیا تو پاکستان کے ایک بہت بڑے عالم نے فرمایا کہ آج میرے علم میں اضافہ ہوا اور بنگلہ دیش میں بھی جہاں جہاں بیان کیا تو علماء نے کہا کہ ہم نے زندگی بھر حدیث و تفسیر پڑھائی لیکن آج ہمارے علم میں اضافہ ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَلَا فَخْرَ یَا کَرِیْمُ۔

قرآن پاک میں غیبت کی حُرمت کا عجیب عنوان

اور اللہ تعالیٰ نے کس عنوان سے ہم کو غیبت سے نفرت دلاتی ہے کہ طبیعت میں اگر ذرا سلامتی ہو تو کبھی کوئی غیبت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قرآن پاک کی آیت ہے:

وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ (الحجرات)

اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھالے، اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ (بیان القرآن) یعنی جب مُردہ بھائی کا گوشت کھانا تم ناگوار سمجھتے ہو تو پھر غیبت کیوں کرتے کیونکہ غیبت کرنا گویا اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے تو غیبت

کر کے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو اور مُردہ اس لیے فرمایا کہ وہ موجود نہیں ہے اس لیے مُردہ کی طرح وہ اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔

غیبت کا سبب کبر ہے

رمضان کا مہینہ آرہا ہے بعضے ایسے ظالم ہیں کہ رمضان میں اور زیادہ غیبت کرتے ہیں کہ بھئی ٹائم پاس نہیں ہو رہا ہے آؤ تُسی کچھ گل کریں۔ پیٹ میں روزہ ہے اور غیبت کر کے حرام کے مرتکب ہو رہے ہیں اور مُردہ کا گوشت کھا رہے ہیں۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے یا سنتا ہے وہ اپنے کو اس سے بہتر سمجھتا ہے۔ جو اپنے کو سب سے حقیر سمجھے گا وہ تو سوچے گا کہ کیا پتہ قیامت کے دن ہمارا کیا حال ہو گا۔ حکیم الامت کا یہ جملہ کبھی کبھی پڑھ لیا کرو کہ اے اللہ! میں سارے مسلمانوں سے کمتر ہوں فی الحال اور سارے جانوروں سے اور کافروں سے کمتر ہوں فی المآل کہ نہیں معلوم خاتمہ کیسا ہونا ہے۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ

کیوں اس کی غیبت کرتے ہو۔ ہو سکتا ہے اُس کی کوئی نیکی اللہ کے ہاں قبول ہو اور ہو سکتا ہے کہ ہماری کسی خطا پر اللہ کا عذاب اور غضب لکھا ہو۔ اس لیے نہ غیبت کرو نہ سنو اور کوئی غیبت کرنے لگے تو یہ جملہ کہہ دو کہ بھائی غیبت نہ کرو، ماشاء اللہ اُن میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں اور ممکن ہے کہ جو تم نے دیکھا ہے۔ اُنہوں نے اُس سے توبہ کر لی ہو۔ کیا تم نے یہ حدیث نہیں پڑھی؛

(اَلتَّائِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ)

توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے اور کیا قرآن پاک کی یہ آیت نہیں پڑھی؛

(اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ)

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبّت رکھتا ہے تو جِس کا گُناہ تم نے دیکھا بھی ہے مُمکن ہے کہ اُس نے توبہ کرلی ہو اور توبہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن گیا ہو تو محبوبانِ خُداوند تعالیٰ کی تم غیبت کرتے ہو اور اللہ کے محبُوب کی برائی کر کے اَپنے اوپر غضبِ الٰہی کو خرید رہے ہو۔

غیبت کے متعلق ایک نہایت اہم حدیث

اور غیبت کے بارے میں ایک حدیث تو ایسی ہے جِس کو سُن کر شاید ہی کوئی ایسا ظالم اور احمق ہو گا جو غیبت کرے یا سُنے۔ مشکوٰۃ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنِ اغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ الخ

(مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرّحمۃ علی الخلق صفحہ ۴۲۳)

جب کسی کے سامنے اُس کے مُسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اُس کی مدد کرنے پر قادر ہو اور اُس کی مدد کر دے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دُنیا اور آخرت میں مدد فرمائیں گے۔ اور مدد کرنے سے کیا مراد ہے؟ یعنی غیبت کرنے والے کی بات کا رد کرے جیسے ہمارے سیّد الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ کے سامنے جب

کوئی غیبت کرتا تو خاموش رہتے اور جب وہ غیبت کر چکتا تو فرماتے کہ جو کچھ تم نے کہا بالکل غلط ہے ہم ان کو جانتے ہیں وہ ایسے آدمی نہیں ہیں جیسا تم کہتے ہو۔ غرض کچھ تو کہو، کچھ تو منہ سے نکالو کہ میاں وہ ہم سے اچھے ہیں، ان میں بہت سی خوبیاں ہیں وغیرہ، یہ نہیں کہ خاموشی سے سن لیا اور ایک لفظ بھی نہیں بولے یا غٹرغوں کبوتر کی طرح اُس کی ہاں میں ہاں ملادی کہ یار مجھے تو بہت عرصہ سے یہی ڈاؤٹ (Doubt) تھا آج تو تم نے بہت بڑا راز آؤٹ (out) کردیا اور اسے خبر نہیں کہ خود ہوگیا ناک آؤٹ (Knock out)۔

تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے سامنے مسلمان کی غیبت کی جائے اور وہ اُس کی مدد کرے مثلاً یہی کہہ دیا کہ ہمارے سامنے غیبت مت کرو یا یہ کہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں وغیرہ تو نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کی دنیا اور آخرت میں مدد کرے گا بتاؤ بھئی کتنا بڑا انعام ہے۔ ایک جملہ سے اپنے بھائی کی مدد کردینا یا خواتین اپنی بہن کی مدد کردیں کہ ہمارے سامنے غیبت مت کرو، غیبت تو سننا بھی حرام ہے تو کتنا بڑا انعام ملے گا کہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوجائے گی۔ اگر وہ کہے کہ بھائی ہم کوئی جھوٹ تھوڑی بول رہے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے، حقیقی بات ہے تو کہہ دو کہ واقعی بات ہے تب ہی تو غیبت ہے۔ اگر جھوٹی بات ہوتی تو بہتان ہوتا۔ غیبت کی تعریف یہی ہے کہ سچی برائی ہو جو پیٹھ پیچھے نقل کرے۔

غیبت کی حرمت بندوں سے اللہ کی محبت کی دلیل ہے

غیبت کا حرام کرنا حق تعالیٰ

کی اپنے بندوں کے ساتھ پیار اور رحمت کی دلیل ہے جیسے کوئی ابّا اپنے بچّے کو خود تو ڈانٹے گا مگر پسند نہیں کرے گا کہ میرے بیٹے کی برائی ہوٹلوں میں اور اسٹیشنوں پر سڑکوں پر ہو۔ غیبت کے حرام ہونے میں اللہ تعالیٰ کے شانِ رحمت کی یہ عظیم دلیل ہے یا نہیں ؟ کہ واقعی اُس میں یہ عیب ہے مگر اُس کا یہ تذکرہ بھی نہ کرو، میرے بندہ کو رسوا نہ کرو۔ اگر بہت ہمدردی ہے تو اُس کو خط لکھ دو یا خود چلے جاؤ اور اُس کو سمجھا دو۔ اور اگر مدد نہیں کی غیبت سُنتا رہا یا سُنتی رہی تو کیا عذاب ہے سُن لو!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فَاِنْ لَّمْ یَنْصُرْہُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ اَدْرَکَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳)

جس کی غیبت کی جا رہی ہے اگر اُس کی مدد نہ کی درآنحالیکہ اُس کی مدد پر قادر تھا تو اللہ اُس کو پکڑے گا دُنیا میں بھی اور آخرت میں۔ اِس کی شرح محدّثین نے کی ہے۔ اَیْ اَخَذَ لَھُمُ اللّٰہُ وَانْتَقَمَ مِنْہُ اللہ اُس کو دُنیا اور آخرت میں ذلیل کرے گا اور اُس سے انتقام لے گا۔ اِس حدیث کے بعد میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ غیبت کرنے یا سُننے میں کچھ فائدہ نہیں۔ کتنا بڑا عذاب ہے لہٰذا جو بھی غیبت کرے اُس سے کہہ دو کہ مُعافی چاہتا ہوں میرے کانوں کو آپ گنہگار نہ کیجئے، میرے سامنے غیبت نہ کیجئے۔ جس کی آپ غیبت کر رہے ہیں اُن میں بہت خوبیاں ہیں اور کیا معلوم کس کا خاتمہ کیسا ہونا ہے اور قیامت کے دن کیا ہونے والا ہے۔

زِنا کے حق اللہ ہونے کی عجیب حکمت

اور مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زِنا بندے کا حق نہیں اللہ کا حق ہے اِس لِئے اللہ سے مُعافی مانگ لو کافی ہے ورنہ آج بڑا فتنہ پیدا ہوجاتا۔ ہر آدمی مثلاً کسی خاتون وزیرِ اعظم یا کسی بھی خاتون کے دروازہ پر جاتا اور کہتا اس سے کہہ دو کہ صاحب مَیں پبلک کا ایک آدمی ہوں لیکن بچپن میں اِن کا کلاس فیلو رہا ہوں۔ مجھ سے فرسٹ ایئر میں کچھ گُستاخی ہوگئی تھی۔ آج تبلیغی جماعت کے چِلّہ سے مجھ پر خوفِ خدا طاری ہے اِس لئے آپ اللہ کے لئے مجھے معاف کردو مَیں نے آپ کے ساتھ جوانی میں یوں توں کیا تھا۔ اسلام کی سچائی کی عظیم الشان یہ دلیل ہے کہ زِنا کو اللہ تعالیٰ نے حق العباد نہیں رکھا۔ اگر یہ دِینِ اللہ کا نہ ہوتا تو یہاں تک نظر جانا مشکل تھا۔ دُنیا کے دانشوروں اور فلاسفروں کی عقل یہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ تو یہی کہیں گے کہ جب تم نے اُس کو رسوا کیا، ذلیل کیا جاؤ اُس سے مُعافی مانگو لیکن واہ رے میرے اللہ واہ رے سچا دین، سچا اسلام اور سچا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کتنی بڑی بات ہے یہ اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ اِس کو اللہ نے اپنا حق رکھا کہ اللہ سے معافی مانگ لو۔ کیونکہ زِنا کی بندہ سے معافی مانگنے سے اُس کو اور شرمندگی اور تکلیف ہوتی۔ ابھی تو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ مُعافی مانگ کے تو ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے خبیث کہیں کا۔ یہ سوچ کر میرا دِل اتنا متاثر ہوتا ہے کہ واہ رے میرے اللہ آپ کا دِین کتنا پیارا کتنا سچا دِین ہے اور آپ نے اَپنے بندوں کی آبرو کا کتنا خیال رکھا ہے۔

جانوروں پر بھی حق تعالیٰ کی رحمت

اِنسان تو اِنسان ہے اللہ تعالیٰ نے تو جانوروں کی آبرو کا بھی خیال رکھا ہے ایک ڈاکٹر نے مجھے بتایا کہ ہاتھی کے خصیتین پیٹ کے اندر ہوتے ہیں کیونکہ اگر باہر ہوتے تو فٹ بال سے بھی بڑے ہوتے کہ اُن کو دیکھ کر چھوٹے لڑکے تو کیا بڑے بھی مذاق اُڑاتے اور ہنستے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے جانور کی بھی آبرو رکھی اور ہاتھی جیسی اپنی اَدنیٰ مخلوق کو بھی رُسوائی سے بچایا کہ میری مخلوق پر کوئی نہ ہنسے۔ ڈاکٹر کی اِس بات سے میرے آنسو آگئے کہ اے میرے اللہ آپ جانوروں کی آبرو کا اتنا خیال رکھتے ہیں تو اپنے غلاموں کی آبرو کا خیال نہ رکھیں گے۔

نادم گنہگاروں پر رحمت کی بارش

اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اللہ کا راستہ مایوسی کا نہیں ہے۔ اگر کسی سے ہزاروں زِنا بھی ہوجائیں، ہزاروں بدکاریاں کرلے تو استغفار و توبہ کرکے ولی اللہ ہوسکتا ہے، نادم ہوکر اللہ سے معافی مانگ لے سب گناہ مِٹ جائیں گے اور اگر اپنی بدکاریوں سے مخلوق میں رسوا ہوچکا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی رسوائی کو نیک نامی سے بدل دیں گے اور اللہ اُس سے ایسے کام لیں گے کہ تاریخ سے اُس کی رسوائیوں کا تذکرہ مٹا دیں گے چنانچہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنگ احد میں قتل کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے جب اُن کو اِسلام کے لئے قبول فرمایا اور اُن کو خود اسلام کی دعوت دی جس کو تفصیل سے پہلے بیان کرچکا ہوں اور اسلام لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے اسلام سے خوش ہوئے

لیکن آپ نے اتنا فرمایا کہ وحشی اگر ہو سکے تو میرے سامنے مت آیا کرو کیونکہ تم کو دیکھ کر چچا کا خون یاد آتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت وحشی کی رعایت سے فرمایا کہ بار بار سامنے آنے سے آپ کو اذیت ہوتی جس کا اُن کے باطن پر بُرا اثر پڑتا۔ اسی لیے تصوف کا مسئلہ ہے کہ ایذائے شیخ بلا قصد بھی وبال سے خالی نہیں۔ اس لیے مرید کو چاہیئے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے شیخ کو ادنیٰ سی تکلیف بھی ہو۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سامنے آنے سے منع فرمایا ورنہ نبی کے دل میں کینہ نہیں ہو سکتا، بشری تاثر ہوتا ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ نبی معصوم ہوتا ہے اور تمام رذائل سے اُس کا دِل پاک ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام کی برکت سے تابعین بھی جنت میں جائیں گے اور وہاں تاثر بھی ختم کر دیا جائے گا۔ جتنے تاثرات انفعالات ایک دوسرے کے ستانے کے ہیں جنت میں سب ختم کر دیئے جائیں گے، یاد بھی نہیں آئے گا کہ اِس سے کیا تکلیف پہنچی تھی ورنہ اگر موذی کو دیکھ کر تکلیف ہوتی تو جنت جنت نہ رہتی۔ اللہ کا شکر ہے کہ دُنیا میں ایک دوسرے سے جو تکلیفیں پہنچی ہیں، عورتوں کو عورتوں سے، مَردوں کو مَردوں سے، شیخ کو مرید سے، مرید کو شیخ سے، اُستاد کو شاگرد سے، شاگرد کو اُستاد سے سب اذیتیں جنت میں بھلا دی جائیں گی۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی رسوائیوں کو عزت سے تبدیل فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیّد الشہداء کا قتل اتنا بڑا جرم تھا جس سے اُن کی بہت رسوائی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی تلافی اِس طرح فرمائی کہ اُن کے ہاتھوں سے مسیلمہ کذاب کو قتل کرا دیا جس سے

اُن کی ذلّت عزّت سے تبدیل ہوگئی اور مسیلمہ کو قتل کرنے کے بعد حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ؛

قَتَلْتُ فِیْ جَاهِلِيَّتِیْ خَيْرَ النَّاسِ وَقَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ تِلْكَ بِتِلْكَ

یعنی مَیں نے اپنی جاہلیت کے زمانہ میں بہترین انسان کو قتل کیا اَور اپنے اِسلام کے زمانے میں بدترین آدمی کو قتل کیا پس یہ اُس کا کفارہ ہے۔

تو رمضان میں عہد کریں لیجئے کہ اِن دو بیماریوں سے بچنا ہے۔ (۱) نہ غیبت کرنا ہے نہ سننا ہے اور (۲) نہ نظر کو خراب کرنا ہے۔

موردِ لعنت کو دیکھنا بھی منع ہے

اچھا ایک نیا مسئلہ سن لیجئے جو بدنظری کر رہا ہو اُس کو دیکھو بھی مت کیونکہ عذاب کے موقع کو دیکھنا بھی منع ہے۔ جس بستی پر عذاب آیا تھا جب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُدھر سے گذرے تو آپ نے اُدھر دیکھا بھی نہیں، سرِ مُبارک جُھکا کر اُس پر رومال ڈال لیا اور صحابہ کو حکم دے دیا کہ اس بستی کو دیکھو بھی مت۔ تو جو شخص بدنظری کر رہا ہے۔ حدیث کے مُطابق اُس پر لعنت برس رہی ہے۔

(لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ)

نبی کی بُددعا ہے کہ اے اللہ! ایسے شخص پر لعنت فرما جو بدنظری کرے اَور جو اپنے کو بدنظری کے لئے پیش کرے۔ تو لعنتی لوگوں کو دیکھو بھی مت، ایسے

ہی بندر روڈ جاتے ہوئے جہاں سینما کے بورڈ لگے ہوئے ہیں وہاں بھی نظر بچا لو کہ لعنت کی جگہ ہے اور اِس مبارک مہینہ میں مشق کرلو۔ خواتین برقعہ استعمال کرنا شروع کردیں۔ ہر عمل پھر آسان ہوجائے گا۔ روزہ کی فرضیت کا راز اللہ نے لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کہا ہے کہ روزہ اِس لئے فرض کیا ہے تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ جو مہینہ آرہا ہے اس میں آج ہی اِرادہ کرلو۔ خواتین بھی ارادہ کرلیں کہ آج سے شرعی پردہ کریں گی، اپنے شوہر کے سگے بھائی سے بھی پردہ کریں کہ شوہر کے بھائی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شوہر کا بھائی موت ہے موت یعنی جتنا موت سے ڈرتی ہو اتنا شوہر کے بھائی سے ڈرو۔

ماہِ رمضان میں تقویٰ سے رہنے کی برکات

دِل میں پہلے ایک مہینہ کا معاہدہ تو کرو ایسا نور آئے گا کہ رمضان کے بعد بھی اِن شاء اللہ اس نور سے محروم ہونے کو دِل نہ چاہے گا۔ جو بڑی روشنی میں رہ لیتا ہے۔ مثلاً ایک ہزار پاور کے بلب میں تو پھر چالیس پاور کے بلب میں اُس کو لوڈ شیڈنگ معلوم ہوگی۔ بس ایک مہینہ تقویٰ کے بڑے بلب میں رہ لو۔ ایک مہینہ کے لئے نفس کو آسانی سے منا لو کہ بھئی معاہدہ کرتے ہیں کہ نہ بدنظری کریں گے، نہ جھوٹ بولیں گے، نہ غیبت کریں گے اور خواتین یہ معاہدہ کرلیں کہ ہم ایک مہینہ بے پردہ نہیں نکلیں گے، برقعہ سے نکلیں گے اور جھوٹ بھی نہیں بولیں گے، کسی کی غیبت بھی نہیں کریں گے اور گھر میں وی سی آر، ٹیلی وژن بھی نہیں چلنے دیں گے۔ ایک مہینہ کا معاہدہ کرلو اور ہر روز اللہ تعالیٰ سے کہو کہ اے اللہ! ہم یہ مہینہ تقویٰ سے گذار رہے ہیں آپ اس

مہینہ کا تقویٰ قبول کر کے گیارہ مہینہ کے لئے بھی ہمیں متقی بنا دیجئے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ جس کا رمضان جتنا بہتر گذرے گا، جتنا زیادہ تقویٰ سے گذرے گا تو اُس کے گیارہ مہینے بھی پھر ویسے ہی گذریں گے اور جو رمضان میں بھی گُناہ کرے گا اُس ظالم کے گیارہ مہینے بھی تباہ ہوجائیں گے۔ جیسے بُزرگوں نے فرمایا کہ حج میں حرمین شریفین جا کر جو آپس میں لڑجائیں تو اُن کی کبھی دوستی نہیں ہوسکتی، وہ اپنے ملکوں میں بھی آ کر لڑتے رہیں گے اِلَّا مَنْ تَابَ مگر جو مُعافی مانگ لے۔ حرم کی خطا کی توبہ بھی حرم میں ہی کر لیجئے۔ حدودِ حرم میں جو دَم واجب ہوتا ہے وہ حدودِ حرم ہی میں دینا پڑتا ہے۔ اَپنے مُلکوں میں آ کر بکرا دے دو تو دم اَدا نہیں ہوگا۔ اِسی طرح حدودِ حرم کی خطاؤں کی تلافی حدودِ حرم ہی میں کر لو اور ایک دُوسرے کے گلے سے لپٹ جاؤ کہ بھائی مجُھ سے غلطی ہوگئی، حاجی صاحب مجُھے مُعاف کر دو۔ حدودِ حرم کی خطاؤں کو وہیں مُعاف کرالو، حقوق العباد ہو یا حق اللہ ہو بس اس مہینہ کا حق میرے دِل میں آج ہی آیا ہے کہ مَیں آپ حضرات کو رمضان کے مُبارک مہینہ کے لئے آج ہی سے مُستعد کر دوں اور نفس کے گھوڑوں کی لگام زبردست ٹائٹ کر دی جائے کہ یہ ایک مہینہ اللہ کے نام پر فدا رہو۔ ایک مہینہ کے لئے ان شاء اللہ نفس مان جائے گا کہ کوئی بات نہیں چلو مولوی صاحب کی بات مان لو، ایک مہینہ کا معاملہ ہے۔ اِس کا اثر اِن شاء اللہ یہ ہوگا کہ ایک مہینہ جب تقویٰ کے نُور میں رہیں گے تو رمضان کے بعد بھی گُناہ کی ہمت نہیں ہوگی۔ اندھیروں سے مناسبت ختم ہوجائے گی اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ احترام رمضان کے صدقے میں تَقْوٰی[1]

فِی رَمَضَانَ کی برکت سے تَقْوٰی فِی کُلِّ زَمَان ہمیں دے دیں۔ جیسے حرمین شریفین میں جن لوگوں نے نظر کو بچایا اللہ نے اُن کو عجم میں بھی تقویٰ دے دیا کہ تَقْوٰی فِی الْحَرَمِ ذریعہ بن گیا تَقْوٰی فِی الْعَجَمِ کا۔ ایسے ہی تَقْوٰی فِی رَمَضَانَ کو اللہ تعالیٰ سبب بنا دیں۔ تَقْوٰی فِی غَیْرِ رَمَضَانَ کے لیے بھی وَفِی کُلِّ زَمَانَ کے لیے بھی۔

بس بھئی دیکھو راستہ بہت آسان ہوگیا کہ نہیں؟ سب لوگ آج ہی اپنے اپنے نفس سے ایک مہینہ کا معاہدہ کرلو اور تقویٰ کے بڑے پاور کے بلب میں رہنے کی مشق کرلو اور قبولیت کے اوقات میں دُعا بھی کرتے رہو۔ افطار سے پہلے دُعا قبول ہوتی ہے اور سحری کے وقت میں تہجد کا وقت ہوتا ہے۔ سحری کے لئے اُٹھتے ہی ہو اور اُٹھنا ہی مشکل ہوتا ہے لیکن سحری کھانے کے لئے تو اُٹھنا ہی پڑتا ہے۔ جب اُٹھ گئے اور کلّی بھی کی منہ بھی دھویا تو پورا وضو ہی کر لو اور سحری سے پہلے دو رکعات پڑھ لو الا یہ کہ وقت جارہا ہو تو اور بات ہے۔ سحری سے پہلے کیونکہ پیٹ خالی ہوتا ہے تو اللہ بہت یاد آتا ہے اور دُعا میں دل لگتا ہے۔ اس لیے سحری کھانے سے پہلے ہی دو رکعات پڑھ لو۔ سحری کے بعد پڑھنا مشکل ہے کیونکہ شیطان ڈراتا ہے کہ دن بھر کیسے پار ہو گا۔ مغرب تک تو کھانا نہیں ملے گا اس لئے خُوب سحری ٹھونس لو، ڈبل اسٹوری بھرلو فرسٹ فلور بھی بھرلو، سیکنڈ فلور بھی بھرلو، بیسمنٹ (Basement) بھی بھر لو چاہے دن بھر کھٹی ڈکار آتی رہے۔ لہٰذا اتنا نہ کھاؤ۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اتنا کھاؤ جو ہضم ہو جائے تو طاقت زیادہ رہے گی۔ تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے

زیادہ ٹھونس لیا تاکہ دِن بھر بُھوک نہیں لگے اُن کو زیادہ کمزوری محسوس ہُوئی، معدے کا نظام خراب ہوگیا، دن بھر کھٹی ڈکاریں آئیں اور کمزوری زیادہ ہوئی۔ سحری کھانا سُنّت ہے۔ اگر اتنا ضروری ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم واجب کر دیتے۔ لہٰذا سُنّت میں اتنی زیادہ محنت مت کرو کہ ٹھونسا ٹھونس مچا دو۔ ایک کھجور کھا کر پانی پینے سے بھی سُنّت ادا ہو جائے گی۔ اگر سحری کو کچھ نہ ہو یا بُھوک نہ ہو تو ایک گھونٹ پانی سے بھی سُنّت ادا ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے تو اِس سُنّت کو اتنا آسان فرمایا پھر آپ کیوں اتنی زیادہ زحمت فرماتے ہیں! اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ تعالیٰ روزہ کو آسان فرما دیتے ہیں۔ اِس لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

اور اِس مبارک مہینہ میں اللہ سے رزق حلال مانگو اور رزقِ حرام چھوڑنے کی تدبیر کرو۔ رو رو کر اللہ سے دُعائیں مانگو اور کوشش کرو، حلال تلاش کرو لیکن جب تک رزقِ حلال نہ مِل جائے جوش میں آکر رزقِ حرام کا دروازہ مت چھوڑو۔ یہ حضرت تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ کا مشورہ ہے۔ بعض لوگوں نے حرام چھوڑ دیا اور حلال بھی نہ پایا تو شیطان آگیا اور کہا کہ تُم نے تو اللہ کے لئے حرام چھوڑا تھا، لیکن اللہ نے تمھیں حلال نہیں دیا۔ اِس طرح اللہ سے بدگمان کر دیا اور بہت سے کافر ہو گئے۔ لہٰذا کُفر سے بچانے کے لئے یہ مشورہ دیا گیا ہے۔ کُفر سے بہتر ہے کہ تم نادم گنہگار رہو اور کوشش کرتے رہو اور نیت کر لو کہ جب حلال مل جائے گا تو جتنی حرام آمدنی کھائی ہے اُس کو صدقہ واجبہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کر دیں گے نیّت کر لو اللہ کے ہاں نیت پر بھی مغفرت کی اُمید ہے۔

آخر میں عرض کرتا ہوں دوستو! کہ میرا دردِ دل آپ سے گذارش کرتا ہے کہ ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کرو۔ اس سے بڑھ کر مُبارک بندہ کوئی نہیں ہے۔ مولانا نے صرف دو آدمیوں کو مُبارک بادی پیش کی ہے۔

(۱) اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست

یعنی مُبارک ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کی یاد میں رو رہی ہیں اور

(۲) اے ہمایوں دِل کہ آں بریانِ اوست

وہ دِل مُبارک ہے جو خُدا کی یاد میں تڑپ رہا ہے، بُھن رہا ہے، جل رہا ہے تو ایسے ہی دوستو یہ کوشش کرو کہ ایک لمحہ بھی اللہ کو ناراض نہ کرو۔ بہت مہنگا سودا ہے، بڑی طاقت کو ناراض کر کے چھوٹی طاقتوں کو خوش کرنا یہ عقل ہے یا بے عقلی ہے؟ اور اللہ سے بڑھ کر کس کی طاقت ہے۔ بس اللہ کو ناراض کر کے نفس کو خوش کرنا، مُعاشرہ کو خوش کرنا، شیطان کو خوش کرنا اِس سے بڑی حماقت کوئی اور نہیں اور اللہ کو خوش کرنے میں آپ کا دِل بھی خوش ہو گا۔ ارادہ کر کے دیکھو ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد بھی آجائے گی۔

روزہ داروں کی دُعاؤں پر حاملینِ عرش کی آمین

جس دن رمضان کا چاند نظر آئے گا اُس دن سے روزہ داروں کی دُعاؤں پر عرش اُٹھانے والے فرشتوں کی آمین لگ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا کہ اے میرے عرشِ اعظم کے اُٹھانے والے فرشتو تم میری حمد و ثناء چھوڑ دو، میری تسبیحات چھوڑ دو، سُبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر مت پڑھو، بس میرے روزہ دار بندوں کی دُعاؤں پر آمین

کہتے رہو۔ پورے رمضان آپ کو عرش اُٹھانے والے فرشتوں کی آمین ملے گی اس لئے خوب دُعا مانگنا میری صحت اور عمر میں برکت کی بھی اور توانائی کی بھی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ

وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ



یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں

جِس سے ہیں آپ خوش اس جہاں میں | وہ شب و روز ہے گلستاں میں
دیکھ کر میرے اشکِ ندامت | ابرِ رحمت کی بارش ہے جاں میں
آپ کا سنگِ دَر اور مرا سَر | حاصِلِ زندگی ہے جہاں میں
سارے عالم کی لذّت سمٹ کر | آ گئی ہے ترے آستاں میں
لذتِ ذکرِ حق اللہ اللہ | اور کیا لطف آہ و فغاں میں
کیا کہوں قربِ سجدہ کا عالم | یہ زمیں جیسے ہے آسماں میں
برق گرنا مگر رُخ بدل کر | آہ سُنتا ہوں میں آشیاں میں
عالمِ غیب کا یہ کرم ہے | چشمِ بینا دیا قلب و جاں میں
درس تسلیم و خونِ تمنّا | ہے نہاں عشق کی داستاں میں

لذت قرب بے انتہا کو
کِس طرح لائے اختر زباں میں

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

الٰہی اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ دَر اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کہ اختر فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رُسوا
تو کر لے ایسے ناکارہ کو پھر بارِ دگر اپنا

چُھڑا کر غیر سے دل کو تُو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضل خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا

بہ فیضِ مُرشدِ کامل تو کر دے ہنس زاغوں کو
کہ وقف خانقاہ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختر
ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا

تجھے مشکل کیا ہے غم کو مرے زیر و زبر کرنا

تجھے مشکل ہے کیا غم کو مرے زیر و زبر کرنا
ہماری شامِ غم کو فضل سے رشکِ سحر کرنا

تری قدرت کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہوگا اے مالک
کہ ہم سے دُور اُفتادوں کو پھر نزدیک تر کرنا

ترے دستِ کرم کی کیمیا تاثیر کیا کہیے
کسی ذرّہ کو تیرا دم میں خورشید و قمر کرنا

جو تیری راہ میں روباہ خصلت سے ہیں پسماندہ
تجھے مشکل نہیں ایسوں کو رشکِ شیرِ نر کرنا

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا
تری سرکار میں بندوں کا ہر دَم چشم تر کرنا

تجھے مشکل نہیں مسکیں کو سُلطانِ جہاں کر دے
کرم سے اپنے اختر کو ترا شمس و قمر کرنا

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۴۹

عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲، کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ : عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

واعظ : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

جامع مرتب : حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی

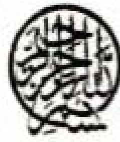
باہتمام : حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



عرضِ مرتب

داعیٔ سفر جناب یوسف ڈیسائی صاحب کے مکان پر اسٹینگر میں ۹ اور ۱۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۱، ۲۳ اپریل ۲۰۰۲ء کو حضرت والا نے قیام فرمایا۔ جناب ڈیسائی صاحب کے مکان پر بعد عصر و مغرب تا عشاء حضرت والا کی مجلس ہوئی۔ اس سفر میں ہر جگہ مجلس کے اوقات یہی رہے۔ مولانا منصور الحق صاحب کی درخواست پر حضرت والا نے ۲۳ اور ۲۴ اپریل کو اُن کے شہر پیٹر میریٹز برگ (Peter Meritzburg) کا سفر قبول فرمالیا۔ اس سفر کی دعوت بعض حضرات نے ڈربن میں دی تھی جس کو حضرت والا نے قبول فرمالیا تھا، لیکن بعد میں بوجہ ضعف اور قلتِ وقت ملتوی کر دیا گیا اور داعیٔ سفر کو فون پر اطلاع کر دی گئی تھی کہ ۲۵ اپریل کو چونکہ زمبیا (Zambia) کا سفر تجویز ہے اس لئے وقت نہ ہونے سے پیٹر میریٹز برگ کا سفر ممکن نہیں۔

لیکن مولانا منصور الحق صاحب کی درخواست پر باوجود ضعف ۲۳ اور ۲۴ اپریل ۲۰۰۲ء کو پیٹر میریٹز برگ کا سفر حضرت والا نے منظور فرمالیا اور فون پر پیٹر میریٹز برگ میں دو دن کے لیے آمد کی اطلاع کر دی گئی۔

۱۱ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۳ اپریل ۲۰۰۲ء بروز منگل آٹھ بجے صبح پیٹر میریٹز برگ کے لئے حضرت والا کی روانگی ہوئی اور صبح دس بجے کے قریب

شہر میں آمد ہوئی۔

حضرت والا سفر سے بہت تھک گئے تھے اس لئے عصر کے بعد کی مجلس نہیں ہوئی۔ عصر کے بعد معلوم ہوا کہ مجمع بہت بڑا ہے جو مکان پر نہیں آسکتا۔ اس لئے مسجد موسوم بہ ماؤنٹین رائز (Mountain Rise) میں بعد نماز مغرب حضرت مرشدی مدظلہ العالی کی مجلس تجویز ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد وہیل چیئر پر حضرت والا مسجد تشریف لائے۔

مولانا منصور الحق صاحب نے حضرت والا کی نعت یہ صُبحِ مدینہ یہ شامِ مدینہ پڑھی۔ اِس کے بعد حضرت والا نے اچانک خطبہ مسنونہ پڑھا تو سامعین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی چونکہ ناسازی طبع کی وجہ سے بیان کی کوئی اُمید نہیں تھی۔

مذکورہ وعظ میں حضرت والا نے کچھ ترمیم و اضافہ فرمایا اور اس کا نام "عظمتِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم تجویز فرمایا جس کو آج برائے طباعت دیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبول عطا فرمائیں اور حضرتِ اقدس مدظلہم العالی کے ساتھ حضرت والا کے طفیل جملہ معاونین کے لئے بھی صدقہ جاریہ بنائیں۔

آمین۔

○

(جامع)

(یکے از خدام حضرات والا مدظلہم العالی)



عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ
قَالَ تَعَالٰی فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

تفسیر وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کا نام بُلند کر دیا۔ بُلند کر دیں گے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ بُلند کر دیا۔ وعدہ نہیں ہے کہ آئندہ بُلند کر دیں گے، اُس کا انتظار کیجیے۔ اِنتظار کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دینا چاہتے، اپنے محبوب کو کوئی تکلیف دیتا ہے؟ اِس لیے وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ ازل سے ہی ہم نے آپ کا نام بُلند کر دیا۔ صحابہ نے پُوچھا کہ اِس کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے قرآن پاک نازل کیا اُسی کی تفسیر بیان کی ہے اور تفسیر دُرِّ منثور میں یہ موجود ہے کہ:

(وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ)

کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے حدیثِ قدسی میں فرمائی کہ:

(اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ)

جب میرا ذِکر کیا جائے گا تو آپ کا ذِکر بھی کیا جائے گا، میرے نام کے ساتھ

آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔

حضرت حکیمُ الامّت مجددِ ملّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ اِس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بُلند کیا۔ یعنی اکثر جگہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نامِ مُبارک مقرون کیا گیا ہے جیسے خطبہ میں، تشہد میں، نمازمیں، اذان میں، اقامت میں۔

ایمان بالرسالۃ توحید کا لازمی جز ہے

اِس آیت سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کیسی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میرے نام کے ساتھ اَے رسُول آپ کا نام بھی آئے گا۔ پس اگر کوئی شخص ایک کروڑ مرتبہ میرا نام لے اور آپ کا نام نہ لے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ کہے یعنی اللہ پر ایمان لائے لیکن رسُول اللہ پر ایمان نہ لائے تو اُس کی توحید قبول نہیں ہے۔ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا، رسالت کی تعظیم اور تصدیق توحید کے لئے ضروری ہے۔ جب اللہ کی عظمت بیان کی جائے اور رسول اللہ کی عظمت بھی بیان کی جائے تب توحید کامِل ہوتی ہے۔ یعنی عظمتُ اللہ اور عظمتِ رسُول اللہ دونوں کی تصدیق کا نام توحید ہے۔ اللہ کی عظمت کی دلیل ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کی تصدیق کی جائے۔ جتنا بڑا ملک ہوتا ہے اُس کا سفیر اُتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ دیکھئے اگر امریکہ کا سفیر آجائے تو دُنیوی حکومتوں میں زلزلہ مچ جاتا ہے، سب لوگ ڈر جاتے ہیں کہ بھئی اِس کے خلاف کوئی کام نہ کرو اور یہ تو محض دُنیاوی عزت ہے کہ مُلک بڑا ہے، یہ کوئی عزت نہیں ہے محض

دُنیاداری ہے۔ لیکن اِس مثال سے معلوم ہوا کہ مُلک کی عظمت سے سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ رسُول، اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ پس جب اللہ عظیم الشان ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ کا رسُول بھی عظیم الشان ہے اور یہ بات سو فیصد یقینی ہے کہ اگر کوئی عمر بھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتا رہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ کہے یعنی آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو یہاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں وہ بتائیں کہ اُس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟

(مجلس میں موجود علماء نے عرض کیا کہ اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جامع)

کیونکہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو اُس نے مانا لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تسلیم نہیں کیا جب کہ اللہ تعالیٰ ہی کا حُکم ہے۔

(اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ)

یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسُول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا لازم کر دیا۔ پس جس نے رسالت کا انکار کیا اُس نے اللہ کے حکم کا اِنکار کیا اِس لئے منکرِ رسالت کافر ہے۔ عظمتِ رسالت کا انکار اللہ کا اِنکار ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمّد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمّد
اقرار ہے اللہ کا اقرارِ محمّد

اِسی لِئے حدیث قُدسی میں اللہ نے فرمایا:

(اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِیْ)

جب میرا نام لیا جائے گا تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔ جب کوئی مؤذن اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے گا تو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی کہے گا۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

اب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

یہ ہے عاشقوں کی عزت، عاشقوں کو اللہ نے یہ درجہ دیا ہے، اللہ اپنے عاشقوں کو عزت دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اللہ کا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے سب سے بڑے عاشق ہیں، آپ جیسا عاشق ہونا ناممکن ہے، آپ جیسا اللہ کا عاشق نہ کوئی ہوا، نہ ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ آپ کی بے مثل شانِ عشق اس حدیث سے ظاہر ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی ثُمَّ اُقْتَلُ۔ (صحیح بخاری جلد ۱، کتاب الجھاد باب تمنی الشھادۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں یہ محبوب رکھتا ہوں کہ میں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ سبحان اللہ! جانِ پاکِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عشق تھا کہ اللہ کے راستہ میں بار بار شہادت کی تمنا فرما رہے ہیں اور آپ سید الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام خلائق میں

آپ سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ مضمون اتنا ضروری ہے کہ جزوِ ایمان ہے۔ عظمتِ توحید اور عظمتِ رسالت دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔

ہجرت کا حکم عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ہے

اب دوسری بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو تمام صحابہ کو بھی حکم دیا گیا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے وطن، اپنی دکان اور اپنی تجارت سے نہ چپکا رہے، دکان چھوڑ دو، چلی چلائی جمی جمائی دکان چھوڑ دو اور مدینہ جاؤ۔ اسبابِ رزق کو چھوڑ دو اور اپنے ساتھ رزاق کو لے جاؤ۔ یہاں سے تم خالی ہاتھ جاؤ وہاں اللہ پھر تمہارا ہاتھ بھر دے گا کیوں کہ رزاق تمہارے ساتھ ہے۔

کعبہ شریف اللہ کا گھر ہے، بغیر اس کے حج نہیں ہوتا، زم زم کتنا متبرک پانی ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا، ہر سال کتنے حاجی جاتے ہیں، ہر وقت ڈول چلتا رہتا ہے مگر معجزہ ہے کہ زم زم ختم ہی نہیں ہوتا، اور وہیں مولدِ رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ ہے اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، کتنے معجزات اس بلدِ امین میں ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اجازت نہیں دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر مکہ شریف میں رہ جائیں، کعبہ میرا گھر ہے مگر گھر والے کو وہیں پائیں گے جہاں میرا رسول ہوگا۔ اس لیے سب کے سب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔

اور جب مکہ فتح ہوگیا تب بھی اجازت نہیں دی گئی کہ اب تو سارے دارے سب ختم ہوگئے، اب وہ ماحول نہیں رہا، جغرافیہ بدل گیا تو تاریخ بھی بدل

جانی چاہیئے مگر اللہ تعالیٰ نے وہی تاریخ رکھی کہ جن صحابہ نے ہجرت کی ہے سب واپس مدینہ چلے جائیں اور مستقل رہنے کی نیت سے مکہ نہ آئیں۔ ہمارا رسول بھی مدینہ ہی میں رہے گا اور جہاں ہمارا رسول رہے گا وہیں تم کو بھی رہنا ہوگا۔ لہٰذا تمام صحابہ کو حکم ہوگیا کہ میرے نبی کے ساتھ مدینہ میں رہو، ایک صحابی بھی میرے رسول کو چھوڑ کر نہ جائے۔

بتائیے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ نے اپنے رسول کو اکیلا نہیں چھوڑا۔ سب صحابہ کو حکم ہوا کہ جاؤ تم سب میرے نبی کے ساتھ رہو۔ اللہ تم کو رسول اللہ سے ملے گا اور صحابہ نے پوری زندگی وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذار دی۔ کیا وفاداری تھی! ستر صحابہ دامنِ اُحد میں ایک وقت میں شہید ہوگئے گویا وہ ستر شہید بزبانِ حال کہہ رہے تھے ؎

اُن کے کوچہ سے لے چل جنازہ مرا
جان دی میں نے جن کی خوشی کے لئے
بے خودی چاہیئے بندگی کے لئے

بس سمجھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اگر کسی کے قلب سے نکل جائے تو اُسی وقت وہ کافر ہوجائے گا۔ یہ مقام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اور جب ہجرت کا حکم ہوا تو تمام صحابہ کو حکم ہوا۔ جو قوی صحابی تھے اُن کو بھی رہنے کی اجازت نہیں ملی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنے قوی تھے۔ سب تو چھپ کے نکل گئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کو فضاؤں

میں لہراکر اعلان کیا کہ عمر ہجرت کر رہا ہے اور اللہ کے حکم سے کر رہا ہے کسی سے ڈر کے نہیں کر رہا ہے، جس کو اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو، اپنے بچوں کو یتیم کرنا ہو وہ آکر میرا مقابلہ کرے لیکن اُن کو بھی اجازت نہیں ملی کہ وہ مکہ شریف میں رہ جائیں اور رسول اللہ کے ساتھ نہ رہیں۔ معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی صحبت سے اللہ ملے گا اس سے صُحبت کی اہمیت ظاہر ہے۔

ہجرت کا حکم اور وطنیت کا بُت

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہجرت کے حکم سے وطن کا بُت بھی گر گیا ورنہ اپنا وطن انسان کو کتنا عزیز ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وطنیت کا بُت بھی دلوں سے نکل جائے۔ اسلام میں وطن کوئی چیز نہیں۔ جس زمین پر اللہ راضی ہو، جس زمین پر اللہ مِل جائے وہی مومن کا وطن ہے۔ جب گھر سے بے گھر ہو گئے تو وطن کا بُت بھی نکل گیا۔ میرا شعر ہے

بُت وطن کے بھی ہجرت سے سب گر گئے
سُوئے طیبہ چلے جب نبی کے قدم

اللہ کے لئے گھر سے بے گھر ہونا، وطن سے بے وطن ہونا بھی سُنّت ہے، سُنّتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، سُنّتِ صحابہ ہے۔ اِس طرف عام لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔ اگر ضرورت ہو تو اس کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

بیتُ اللہ کے مختصر ہونے کی حِکمت

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ جتنے بڑے لوگ ہوتے ہیں اُن کا گھر بھی بڑا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے ہیں لیکن گھر بالکل چھوٹا سا

بنایا۔ میں نے کہا اللہ تو قادر ہے، وہ چاہتا تو یہاں سے جدّہ تک کعبہ بنا دیتا مگر آپ ایک ہی پھیرے میں بے ہوش ہو جاتے اور ڈاکٹر آپ کے خون چڑھاتے۔ اس لئے اپنے مہمانوں اور حاجیوں کا طواف آسان ہو جائے بوجہ شانِ رحمت چھوٹا گھر بنایا۔ اِس حکمت پر میرے اشعار ہیں ؎

اور بنوایا گھر اپنا یوں مختصر
سہل ہو تاکہ سب کو طوافِ حرم
ورنہ مالک اگر گھر بناتا بڑا
کھا کے غش گرتے سب زائرانِ حرم
اپنے کعبہ کا پھیرا کیا مختصر
صاحبِ بیت کی ہے یہ شانِ کرم

کعبۃُ اللہ کے اردگرد سبزہ زار نہ ہونے کے اسرار

اور کعبہ شریف کے پہاڑوں پر درخت نہیں ہیں اور ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ درخت صحت کے لئے بہت مُفید ہیں، یہ آکسیجن نکالتے ہیں مگر رات کو کاربن ڈائی آکسائیڈ بھی نکالتے ہیں۔ اگر کعبہ کے اردگرد درخت ہوتے تو رات کو حاجیوں کو کعبہ چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔ اللہ نے چاہا میرے عاشق رات دن میرے پاس رہیں، جب حج اور عُمرہ کرنے آئیں تو کعبہ سے چپکے رہیں، ہمارے بندوں کو کاربن ڈائی آکسائیڈ کے خوف سے کعبہ چھوڑنا نہ پڑے لہٰذا وہاں دن رات قدرتی آکسیجن رہتی ہے۔ اتنی زیادہ آکسیجن وہاں اللہ نے پیدا کی ہے کہ مُلکِ شام کے بڑے بڑے پہلوان جو آکسیجن

میں ڈوبے رہتے تھے آئے اور صحابہ سے شکست کھا کر چلے گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بہت زیادہ درخت اور مناظر ہوتے تو حاجی لوگ کعبہ چھوڑ کر کیمرہ لیے ہوئے درختوں میں بیٹھے سینری لیا کرتے اور اس طرح وہ درخت حاجیوں کو اللہ سے دور کر دیتے۔ اللہ نے چاہا کہ غیر اللہ کو مت چاہو، صرف مجھ سے محبت کرو، یہ توحید ہے۔ میرے اشعار ہیں ؎

گو حرم کے پہاڑوں پہ سبزہ نہیں
ہیں مگر دوستو پاسبانِ حرم
ورنہ حاجی درختوں میں بیٹھے ہوئے
کیمرے میں لیا کرتے باغِ حرم
ربِّ کعبہ سے بھی اور کعبہ سے بھی
دُور کر دیتے ہم کو جمالِ حرم
اِن پہاڑوں پہ بھی حفظِ توحید کا
رب کی جانب سے ہے انتظامِ حرم

درختوں پر تو قیامت آجائے گی، یہ سب اُجڑ جائیں گے لیکن میری محبت تمھیں جنّت تک لے جائے گی اور دُنیا کے جو ٹھاٹ باٹ ہیں سب فانی ہیں۔ قیامت کا زلزلہ دُنیا کو فنا کر دے گا لیکن جو مر گیا اُسی وقت اُس کی قیامت آگئی۔ پھر کہاں جاؤ گے آکسیجن لینے۔ آکسیجن تو زندگی کے لیے ہے۔ مرنے کے بعد مُردہ کو آکسیجن کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اِنتظام کیا ہے کہ اُن کو یاد کرو ہمیشہ ہمیشہ تر و تازہ رہو گے۔ اگر مکّہ شریف کے پہاڑوں پر درخت

ہوتے تو رات کو وہاں رہنا مشکل ہوتا۔ ڈاکٹر اور سائنس داں کہتے ہیں کہ رات کو باغات میں مت سوؤ ورنہ کاربن ڈائی آکسائیڈ بِلا اجازت پھیپھڑوں میں گھس جائے گی۔ مدینہ شریف کے پہاڑوں کا بھی یہی حال ہے، وہاں بھی درخت نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کا جغرافیہ ایسا بنایا ہے کہ صرف اللہ سے دل لگے۔ مکہ شریف میں کعبہ سے چپکے رہو، مدینہ شریف میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوتے رہو۔ مناظرِ قدرت دیکھنا مقاصد میں نہیں ہے۔ دیکھو اللہ نے اپنا گھر ایسے جغرافیہ میں بنایا جو توحید کو بلند کرتا ہے۔ مکہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں۔ کہیں درخت ہیں؟ ڈاکٹر لوگ کہتے ہیں کہ نمی میں جراثیم زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ پس اگر یہاں درخت ہوتے تو نمی زیادہ ہوتی اور جب حاجی حج کر کے جانوروں کی قربانیاں کرتے تو نمی کی وجہ سے اُن کی اوجھڑیوں سے بہت ہی جراثیم پیدا ہو جاتے اور حاجیوں میں ہیضہ (کالرا) پھیل جاتا اور اب بغیر درخت کے لق و دق پہاڑ ہیں اور تیز دھوپ سے اوجھڑی جل کے خاک ہو جاتی ہے اور جراثیم پیدا نہیں ہوتے۔

بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فاصلے کی عجیب حکمت

بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہجرت فرض نہ کی جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ مبارک بھی وہیں بنتا جہاں کعبہ شریف ہے تو اللہ بھی مل جاتا اور رسول اللہ بھی۔ تو میں نے اس کا جواب دیا کہ دل ایک ہے، اُس کے دو ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ اگر روضۂ مبارک بھی مکہ مکرمہ میں ہوتا تو عاشقوں کے دل کے ٹکڑے ہو

جاتے۔ جب طواف کرتے تو دِل لگا رہتا کہ کب روضۂ رسُول اللہ پر جا کر صلوٰۃ وسلام پڑھیں اَور جب روضۂ مُبارک پر جاتے تو دِل لگا رہتا کہ کب کعبہ شریف جائیں۔ تو کعبہ شریف اور روضۂ مُبارک کے درمیان دل کے دو ٹکڑے ہوجاتے۔ دیکھو رکوع کے بعد سجدہ فوراً فرض نہیں کیا، پھر قومہ کا حکم دیا کہ کھڑے ہوجاؤ، کچھ فاصلہ کرلو فصل کے بعد وَصل کی قدر ہوتی ہے۔ اگر رکوع کے ساتھ ہی بغیر قومہ کئے سجدہ کا حکم ہوجاتا تو مزہ نہ آتا۔ تھوڑا سا فاصلہ کردیا تاکہ فراق سے تڑپ کر پھر سجدہ کرو تو سجدہ کا مزہ آجائے گا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف میں اور مدینہ شریف میں فاصلہ کردیا، تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے تاکہ جب کعبہ میں رہو تو کعبہ والے پر قربان ہوجاؤ اور جب مدینہ جاؤ تو چونکہ فاصلہ ہوگیا تو عشق بڑھ گیا لہٰذا اب روضۂ رسولُ اللہ پر فدا ہوجاؤ۔ یہ بات اُن کی سمجھ میں آگئی۔ سب باتیں کتاب ہی میں نہیں ملتیں، کچھ آسمان سے بھی ملتی ہیں۔ میرا شعر ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سُن لو آسمانوں سے مے اُترتی ہے

بیتُ اللہ اور روضۂ رسُول اللہ میں فاصلے کی حکمت پر میرے اشعار ہیں کہ ؎

یہ بھی ہجرت کا اک رازِ تکوین ہے
ورنہ روضہ بھی ہوتا جوارِ حرم
قلبِ عاشق کے دو ٹکڑے ہوتے یہاں
درمیانِ حرم روضۂ محترم
جا کے طیبہ میں دے سبز گنبد پہ جاں
اور کعبہ میں ہو جا فدائے حرم

مدینہ منورہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

مدینہ پاک کی مٹی سے محبت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ جب آپ غزوات سے فارغ ہو کر (مدینہ) پہنچتے تھے تو اپنے بدنِ مبارک سے چادر اتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے تاکہ مدینہ کی مٹی میرے بدن کو لگ جائے۔ معلوم ہوا جہاں سے اللہ کا دین پھیلتا ہے وہ جگہ اللہ کے عاشقوں کے نزدیک بہت محبوب ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں؎

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود   کہ مرا با تو سرو سودا بود

سب سے بہترین زمین وہ ہے کہ جہاں میرے سر کا سودا آپ کی ذاتِ پاک کے ساتھ ہو جائے 'میرا سر فروخت ہو جائے آپ پر' وہ زمین مجھے سب سے پیاری ہے۔ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا سودا کیا ہے اور آپ کے طفیل میں صحابہ کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی۔

مدینہ منورہ میں مرنے کی فضیلت

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا۔

(ترمذی جلد۲ باب فضل المدینۃ صفحہ ۲۲۹)

ترجمہ: جس کو استطاعت ہو کہ مدینہ میں مرے وہ مدینہ میں آکر مر جائے اس لیے کہ جو مدینہ میں مرے گا میں اُس کی شفاعت کروں گا۔

وَھِیَ الشَّفَاعَۃُ لِمَنْ مَّاتَ بِالْمَدِیْنَۃِ لِمَا رَوٰی

التِّرْمِذِیُّ وَصَحَّحَہٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اَشْفَعُ لِمَنْ مَّاتَ بِھَا اَخْرَجَہُ التِّرْمِذِیُّ فِی الْجَامِعِ مِنْ حَدِیْثِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

(غایۃ السوال فی خصائص الرسول للإمام ابی حفص عمر بن علی الانصاری صفحہ ۲۶۵ وکذا فی المرقاۃ کتاب المناسک جلد ۵ صفحہ ۶۲۹)

ترجمہ: اور یہ شفاعت ہے اُس آدمی کے لئے جو مدینہ میں مرے اور اِس کو صحیح قرار دیا حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ جو مدینہ میں مرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ مدینہ میں مرے اِس لئے کہ مَیں مدینہ میں مرنے والے کی شفاعت کروں گا۔ اِس حدیث کو امام ترمذی نے اپنے جامع میں حدیث ابن عمر کے حوالہ سے روایت کیا ہے اور اِس حدیث کو حسن اور صحیح قرار دیا۔

اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت پہلے ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنِّیْ اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِی الْبَقِیْعَ فَیُحْشَرُوْنَ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَھْلَ مَکَّۃَ فَاُحْشَرُ بَیْنَ الْحَرَمَیْنِ

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِابْنِ النَّجَّارِ فَاَخْرُجُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ اِلَی الْبَقِیْعِ فَیُبْعَثُوْنَ ثُمَّ یُبْعَثُ اَھْلُ مَکَّۃَ۔

(ترمذی باب مناقب عمرؓ جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ و مشکوٰۃ باب مناقب عمرؓ جلد ۲ صفحہ ۵۵۶)

ترجمہ: سب سے پہلا میں وہ شخص ہوں جس سے زمین ہٹائی جائے گی پھر ابوبکر سے پھر عمر سے۔ پھر میں بقیع کی طرف آؤں گا تو اُن کو (اہلِ بقیع کو) جمع کیا جائے گا۔ پھر اہلِ مکّہ کا انتظار کروں گا پس میں اُٹھایا جاؤں گا حرمین کے درمیان سے اور ابنِ نجار کی روایت میں ہے پس نکلوں گا میں اور ابوبکر اور عمر بقیع کی طرف پس وہ (اہلِ بقیع) اُٹھائے جائیں گے پھر اہلِ مکّہ کو اُٹھایا جائے گا۔ (ترمذی و مشکوٰۃ)

اور دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ ثُمَّ اَھْلُ مَکَّۃَ ثُمَّ اَھْلُ الطَّائِفِ۔

(فتح الباری للعسقلانی جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۸)

ترجمہ: سب سے پہلے جن کی میں سفارش کروں گا اہلِ مدینہ ہوں گے، پھر اہلِ مکّہ پھر اہلِ طائف ہوں گے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۴۲۸)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ مِنْ اُمَّتِیْ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ وَاَھْلُ مَکَّۃَ

وَاَهْلُ الطَّآئِفِ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَالطَّبْرَانِيُّ ۔

(مجمع الزوائد للهيثمي جلد ۱۰ صفحه ۳۸۱)

ترجمہ: عبدالمالک بن عباد بن جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ سب سے پہلے میں اپنی اُمت میں سے جن کی سفارش کروں گا وہ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ اور اہلِ طائف ہوں گے۔ اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا۔ (مجمع الزوائد)

معلوم ہوا کہ جب مدینہ والوں کی شفاعت ہو جائے گی پھر مکہ والوں کی باری آئے گی۔ وحی کے نزول کا زمانہ تھا۔ اللہ نے یہ وحی نازل نہیں فرمائی کہ ہمارے گھر والوں کو آپ نے بعد میں رکھا" ایسا نزولِ وحی نہیں ہوا، سکوت ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ بھی اس بات سے راضی ہے جس بات سے اس کا رسول راضی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

اور صحابہ نے نفلی حج اور عمرہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا زیادہ اہتمام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دے دی کہ حج اور عمرہ کا بار بار کرنا ماحاء الذنوب ہے، خطاؤں کی معافی بھی ہوگی اور روزی بھی بڑھے گی۔ حج میں تو خرچ ہوتا ہے، بتائیے کتنے تعجب کی بات ہے کہ حج اور عمرہ بار بار کرو تمہاری روزی بڑھ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ رزّاق کو خوش کرنے سے روزی بڑھ جاتی ہے اور حج و عمرہ بھی عاشقانہ عبادت ہے۔ کعبہ کا طواف کرنا صفا مروہ

پر دوڑنا یہ کیا عشق نہیں ہے؟ عرفات منیٰ مزدلفہ یہ سب ارکانِ عاشقانہ ہیں مگر جب سُنت کے مُطابق ہوگا تب قبول ہوگا بہرحال کعبہ شریف اور مدینہ شریف دونوں کی محبّت ہمارے ذمّہ ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتِ شان

جیسا کہ ابھی عرض کیا کہ دینوی حکومتوں کا سفیر اس ملک کے بادشاہ کا نمائندہ ترجمان اور امین ہوتا ہے اور جتنا ہی بڑا ملک ہوتا ہے اُتنی ہی زیادہ اُس کے سفیر کی عزّت ہوتی ہے۔ سفیر کی زبان بادشاہ کی زبان ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے سفیر ہیں۔ اس لئے آپ کا فرمان اللہ کا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى)

(سورۃ النجم)

ترجمہ: "اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں بلکہ ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔" (بیانُ القرآن)

معلوم ہوا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم اللہ ہی کا حکم ہے۔ اس میں فرق کرنے والا یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو اللہ کے فرمان سے الگ سمجھنے والا یعنی آپ کے ارشادات کا انکار کرنے والا ایمان سے خارج ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اہلِ ایمان سے فرماتے ہیں ؎

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

(سورہ حشر پارہ ۲۸)

یعنی ہمارا رسول تمھیں جو کچھ دے اُسے سر آنکھوں پر رکھ لو اور جس چیز سے روک دے اُس سے رُک جاؤ۔ حضرت حکیمُ الامت مجددِ ملّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃُ اللہ علیہ بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رُک جایا کرو (اور یہی حکم ہے افعال و احکام میں بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمتِ شان کی اجمالی معرفت کے لئے یہی انتساب کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ بظاہر تو یہ تین لفظ ہیں، محمدؐ، رسول اور اللہ لیکن اس میں کس قدر عظمت چھپی ہوئی ہے، ذرا اس انتساب کو دیکھو کہ کس کے رسول ہیں، میری عظمت و جلال و کبریائی سے میرے رسول کی عظمتِ شان کو پہچانو کہ یہ میرے رسول ہیں اور رسول بھی کیسے کہ خاتم النبیین ہیں، نبوت آپ پر ختم کردی گئی:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

مُعارف القرآن میں ہے کہ صفتِ خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالاتِ نبوّت و رسالت میں آپ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے کیوں کہ قرآن کریم نے خود اس کو اس کو واضح کر دیا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔

یعنی آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی ہے۔ انبیاءِ سابقین کے دین بھی اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے مکمل تھے کوئی ناقص نہ تھا لیکن کمال مطلق اس دینِ مصطفوی کو حاصل ہوا جو اولین و آخرین کے لئے حجت اور قیامت تک چلنے والا دین ہے۔

لفظ خاتم النبیین نے یہ بھی بتلادیا کہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والی سب نسلیں اور قومیں آپ ہی کی اُمت میں شامل ہوں گی اس وجہ سے آپ کی اُمت کی تعداد بھی دوسری اُمتوں سے زیادہ ہوگی اور آپ کی روحانی اولاد دُوسرے انبیاء کی نسبت سے بھی زیادہ ہوگی۔ (معارف القرآن)

پس آپ سید الانبیاء ہیں، تمام نبیوں کے سردار ہیں، اللہ کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں اِس ضمن میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے تحت چند احادیث نقل فرمائی ہیں:۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہوچکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے (یعنی اُن کا پُتلا بھی تیار نہ ہوا تھا) روایت کیا اِس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنۃ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پُوچھا یارسُول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلّم آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت آدم علیہ السّلام ہنوز روح اور جسد کے درمیان میں تھے (یعنی اُن کے تن میں جان بھی نہ آئی تھی) روایت کیا اِس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا۔

اور حضرت ابوجعفر محمّد بن علی (یعنی امام محمّد باقر رضی اللہ عنہ) سے پُوچھا گیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو سب انبیاء سے تقدم کیسے ہو گیا حالانکہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہُوئے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالےٰ نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پُشتوں میں سے اُن کی اولاد کو (عالمِ میثاق میں) نکالا اور ان سب سے اُن کی ذات پر یہ اقرار لیا کہ کیا میں تمُہارا رب نہیں ہوں تو سب سے اوّل (جواب میں) بَلیٰ (یعنی کیوں نہیں) محُمّد صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا اور اِسی لِئے آپ کو سب انبیاء سے تقدم ہے گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہُوئے۔

نشر الطیب کی دوسری فصل "سابقین میں آپ کے فضائل ظاہر ہونے میں" یہ روایت منقول ہے کہ حاکم نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام نے محُمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام مُبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام سے فرمایا کہ اگر محُمّد صلی اللہ علیہ وسلّم نہ ہوتے تو مَیں تم کو پیدا نہ کرتا۔

فائدہ: اِس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کی فضیلت کا اظہار آدم علیہ السّلام کے

سامنے ظاہر ہے۔

اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے چوک ہوگئی تو انھوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کردیجئے۔ سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے اُن کو پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اُٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ سو میں نے معلوم کرلیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو، واقعی میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے اُن کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمھاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ روایت کیا اس کو بیہقی نے الخ اور روایت کیا اس کو حاکم نے اور اس کی تصحیح کی طبرانی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور اتنا اور زیادہ ہے کہ (حق تعالےٰ نے فرمایا کہ) وہ تمھاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتا ہے کہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ

عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا تھا جو اس مضمون کی تائید کرتا ہے۔

اے ختم رسل قربِ تو معلوم شد
دیر آمدی ز راہِ دور آمدی

اے ختم رسل آپ کا قرب معلوم ہوگیا۔ اِس وجہ سے آپ بہت دیر سے آئے اور بہت دور یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت قریب سے آئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حالاتِ رفیعہ سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کی معرفت

قرآن پاک کی مذکورہ بالا بعض آیات اور بعض احادیثِ مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کی اجمالی معرفت کے لئے بیان کی گئیں لیکن آپ کی معیت اور صحبتِ مبارکہ جو صحابہ پر اثر انداز ہوئی اور اُن کی زندگی میں جو انقلاب آیا اُس کو اللہ تعالیٰ سند کے طور پر قیامت تک آنے والی اُمت کے لئے قرآن پاک میں بیان فرما رہے ہیں کہ :۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ (سورۃ الفتح پارہ ۲۶)

اے لوگو! میرے رسول کی جلالتِ شان کو تھوڑا سا سمجھنے کے لئے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم جان لو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رسول ہیں۔ جتنا عظیم میں ہوں اسی سے میرے رسول کی عظمت کو پہچانو۔ بادشاہ کی عظمت سے

سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ جتنے بڑے ملک کا بادشاہ ہوتا ہے۔ اُتنی ہی اُس کے سفیر کی عظمت و اہمیت ہوتی ہے۔ میں تو رب العالمین ہوں، احکم الحاکمین ہوں، سُلطان السلاطین ہوں اِس سے میرے رسُول کی عظمت کو پہچانو لیکن جس طرح تمھاری عقل و فہم و ادراک میری عظمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے اسی طرح میرے رسُول کی عظمتوں کا تم کیا احاطہ کرو گے، میرے رسُول کے انوارِ نبوت کو بلاواسطہ دیکھنے سے تمھاری آنکھیں قاصر ہیں۔ لہٰذا میرے رسُول کے انوار کو وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ میں دیکھو یعنی اُن لوگوں کے اندر دیکھو جن پر میرے رسُول کے نور کا عکس پڑ گیا ہے، جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول کی خوشبو میں بسائے گئے ہیں اُن میں میرے نبی کی خوشبو سونگھو کہ جن کے شاگردوں کی یہ شان ہے تو اُستاد کی کیا شان ہوگی! یہ اہل مَعَہٗ یعنی معیتِ رسُول کا فیض ہے جس نے صحابہ کو کیا سے کیا بنا دیا ؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

جو پہلے کُفر و شرک سے مُردہ تھے معیتِ رسُول سے حیاتِ ایمانی سے مشرف ہو گئے، جو بُتوں کے آگے سر جُھکاتے تھے اب اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت میں سرگرم ہیں اور کُفر و شرک سے ایسی شدید نفرت ہو گئی کہ آگ میں جل جانا اُن کو کُفر پر لوٹ جانے سے زیادہ محبوب ہے، جان مال آل اولاد سب سے زیادہ اب اللہ پیارا ہو گیا، جو شدتِ غضب پہلے اللہ اور اللہ کے عاشقوں سے تھی رسُول پاک کی معیت و صُحبت کی برکت سے اَب وہ شدت اللہ کے

دشمنوں پر محض اللہ کی رضاء جوئی کے لئے صرف ہونے لگی جس کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں موقعِ مدح میں بیان فرمارہے ہیں

(اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ)

میرے نبی کے صحبت یافتہ کافروں کے مقابلہ میں بہت اشد، بہت سخت اور تیز ہیں لیکن آپس میں اُن کا کیا حال ہے :

(رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ)

آپس میں بہت مہربان ہیں، ایک دوسرے پر فدا ہیں یہ اس مَعَهٗ کا فیض ہے کہ جو محبت پہلے نفسانی خواہشات کے لئے تھی میرے نبی کی صحبت نے اس کا رُخ بدل دیا اور وہی محبت اب اللہ کے لئے اللہ سے محبت کرنے والوں پر نثار ہونے لگی۔

میرے رسول کی معیت کا فیض دیکھو کہ بندوں کے ساتھ اُن کے اخلاق میں یہ حیرت انگیز انقلاب آگیا اور میرے ساتھ اُن کی عبادت کا کیا مقام ہے :

(تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا)

تم دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں جھکے ہوتے ہیں، کبھی سجدہ میں پڑے ہوتے ہیں۔ جو لوگ کبھی باطل خداؤں کی عبادت کیا کرتے تھے میرے رسول کی صحبت نے اس محبت کا رُخ پھیر دیا اور باطل معبودوں کے سامنے جھکنے والے سروں کو معبودِ حقیقی کے سامنے جھکا دیا۔

اور اُن کے اخلاق و اعمال میں یہ انقلاب کس وجہ سے آیا؟ کافروں کے ساتھ شدت اور ایمان والوں کے ساتھ محبت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت

میں رکوع و سجود میں انہماک کس غرض کے لئے تھا۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

(یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا)

ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کو ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ میرے شیخ اوّل حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اِس کا ترجمہ یوں فرماتے تھے کہ صحابہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو سونگھتے پھرتے ہیں کہ کیا کرلوں کہ میرا رب خوش ہوجائے۔ اُن کے اخلاص کا یہ اثر ہے کہ ؎

(سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ)

اُن کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے اُن کے چہروں سے نمایاں ہو رہے ہیں، یہ آثار خشوع و خضوع کے انوار ہیں جو مومن متقی کے چہرہ میں مشاہدہ کیے جاتے ہیں، کمالِ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہروں پر نور رہتا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ دل جب نور سے بھر جاتا ہے تو آنکھوں سے چھلکنے لگتا ہے، چہرہ سے جھلکنے لگتا ہے۔ اسی کو علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں سِیۡمَا کی تفسیر میں فرمایا :

(ھُوَ نُوۡرٌ یَّظۡھَرُ عَلَی الۡعَابِدِیۡنَ یَبۡدَأُ مِنۡ بَاطِنِھِمۡ اِلٰی ظَاھِرِھِمۡ)

سیما ایک نور ہے جو اللہ کے عبادت گذار بندوں پر اُن کے باطن سے چھلک کے اُن کے ظاہر پر نمایاں ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں یہ بتادیا کہ یہ اوصاف جو صحابہ میں پیدا ہوئے

یہ اُن کی ذاتی صفات نہیں تھیں بلکہ چونکہ وہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ تھے یعنی معیتِ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو حاصل تھی یہ اُسی معیت کا فیض تھا کہ اب قیامت تک اُن کا مثل پیدا نہیں ہوسکتا، کوئی بڑے سے بڑا ولی بھی ایک ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا کیوں کہ اب سیدالانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صُحبت کسی کو میسر نہیں ہوسکتی۔ جو وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کے مصداق تھے، کُھلی ہوئی گمراہی میں مُبتلا تھے اَب نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس پڑجانے سے ہدایت کے چراغ بن گئے، ہر صحابی ستارۂ ہدایت بن گیا۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ؎

(اَصحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ)

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، اُن میں سے تم جس کی بھی اقتدا کروگے، ہدایت پاجاؤ گے۔ مشکوٰۃ نبوّت سے جس صحابی پر جس قسم کی جو شعاع پڑگئی وہ اُس کا مصداق ہوگیا۔ نگاہِ رحمۃٌ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدّیق پر پڑی تو اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ ہو گئے کہ میری اُمت میں میری اُمت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر ہیں اور اسی نگاہ مُبارک کے صدقے میں شبِ معراج کی ایک تصدیق سے آپ صدیق ہو گئے جس کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

چشم احمد بر ابوبکرے زدہ
از یکے تصدیق صدّیق آمدہ

حضرت ابوبکر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک کا ایسا فیضان ہوا کہ ایک تصدیق سے وہ صدّیق ہو گئے اور صدیق آئینۂ نبوت ہوتا ہے اور مشکوٰۃِ نبوت

سے فاروق بین الحق والباطل کی ایک شعاع حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑ گئی اور آپ فاروق ہو گئے اور اسی نگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللہِ عُمَرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں سب سے اشد عمر ہیں۔ حیاء نبوت کی ایک ایک شعاع نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ بنا دیا کہ میرے صحابہ میں حیاء کے اعتبار سے سب سے بڑھے ہوئے حضرت عثمان ہیں اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شعاع کے فیضان ہی سے آپ ذوالنورین بھی ہو گئے اور نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فیض تھا کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علوم و معارف سے آراستہ کر کے بابُ العلم (علم کا دروازہ) اور اسدُ اللہ (شیرِ خدا) اور اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ یعنی سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایک لفظ مَعَہٗ نازل کر کے بتا دیا کہ معیتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی کایا پلٹ دی اور جیسا کہ اوپر حدیث پاک مذکور ہوئی کہ ہر صحابی ستارۂ ہدایت ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ صُحبت میں اللہ تعالیٰ نے کیمیا کا اثر رکھا ہے۔ جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا بنا دیتا ہے اسی طرح صُحبت کفر و فسق سے مُردہ دلوں کو حیاتِ ایمانی سے مُشرف کرتی ہے اور دوسری آیت میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ نازل فرما کر مزید صراحت فرما دی کہ اہلِ صدق اہلِ تقویٰ کی صُحبت و معیت کے بغیر تم صاحبِ تقویٰ اور صاحبِ ولایت نہیں ہو سکتے کیونکہ تقویٰ ہی ولایت

کی بُنیاد ہے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ کہ اللہ کا کوئی ولی نہیں سوائے اُن کے جو متقی ہیں اور صادقین اور متقین کُلّی متساوی ہیں جس کی دلیل قرآن پاک کی آیت اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ہے۔ معلوم ہوا کہ جو صادق ہے وہ متقی ہے اور جو متقی ہے وہ صادق ہے۔

عظمتِ رسالت ﷺ کا مُنکر جہنمی ہے

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کو کیا شان دی ہے۔ علماء اُمت کا اِجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلّم ہی کا درجہ ہے لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان ہو وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر نہ قربان ہو، پھر اُس کی کیا قربانی ہے، کوئی اللہ پر قربان ہے، شہادت کے لئے تیار ہے لیکن رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت اُس کے دِل میں نہیں ہے تو جہنم میں جائے گا اِس لِئے عظمتِ رسالت بھی ایمان کے لِئے لازمی ہے۔

(مولانا منصور الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے بہت قیمتی بات فرمائی۔ جامع)

بعض لوگ شہید ہونے کے لئے تیار ہیں لیکن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت اور محبت میں کمی ہے جس کی دلیل ہے کہ سُنّت کی اتباع نہیں کرتے، گناہوں سے نہیں بچتے تو یہ دلیل ہے کہ اُن کے دل میں اللہ کی عظمت میں بھی کمی ہے۔ عظمت رسول عظمت اللہ کی دلیل ہے جس کے دِل میں اللہ کی جس قدر عظمت ہوگی اُسی قدر اُس کے دِل میں رسُول کی عظمت بھی ہوگی۔ ثابت ہوا کہ جس کے

دِل میں رسُول اللہ کی عظمت نہیں اُس کے دِل میں اللہ کی بھی عظمت نہیں ہے
اِس لئے رسالت کا منکر اللہ کا منکر ہے اس لِئے جہنمی ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسوۂ حسنہ کن لوگوں کو محبُوب ہوتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ارشاد

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا سے معلوم ہوا کہ اتباعِ سُنّت کس کو نصیب ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا اسُوۂ حسنہ کن کو محبُوب ہے اور کون لوگ آپ کے اُسوۂ حسنہ کو اختیار کرتے ہیں؟ جو اللہ سے ڈرتے ہیں قیامت کے دِن سے ڈرتے ہیں اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتے ہیں، ذکر اللہ سے مراد صِرف ذکرِ لسانی نہیں ہے بلکہ تمام احکاماتِ خداوندی کی اطاعت ہے اُن کے لِئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے رسُول ہی میں بہترین نمونہ ہے۔ اِس میں ایک علمی نکتہ یہ ہے کہ آیت میں متعلقات کو مقدم کیا گیا جن کا حق تاخر کا تھا جِس سے معنیٰ حصر کے پیدا ہو گئے اَلتَّقْدِيْمُ مَا حَقُّهُ التَّاخِيْرُ يُفِيْدُ الْحَصْرَ تو معنی یہ ہُوئے کہ صِرف میرے رسول ہی میں اُسوۂ حسنہ موجود ہے، رسُول اللہ کے عِلاوہ اُسوۂ حسنہ کسی اور میں ہو ہی نہیں سکتا اور چونکہ اسوۂ حسنہ وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں یعنی مومن کامل ہیں اور ذاکر یعنی مطیع وفرماں دار ہیں اس لئے صوفیاء ایمان میں ترقی، اللہ اور آخرت پر یقین اور اللہ کے احکامات کی بجاآوری کے لِئے ذکر اور مجُاہدات کراتے ہیں تاکہ يَرْجُوا اللّٰهَ کے

مصداق ہو کر متبعِ سُنّت ہو جائیں۔ سُنّت پر عمل وہی کرے گا جو اللہ تعالیٰ اور یومِ قیامت سے ڈرے گا اور فرماں بردار ہوگا۔ یہ لطائفِ قرآنیہ سے ہے تفسیر نہیں ہے۔

درُود شریف کی اہمیّت اور لفظ دُرود کے معانی

دُرود شریف کی اہمیت اِس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اِن پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ کا حقِ عظمت جو تمہارے ذمّہ ہے ادا ہو جائے) (بیانُ القرآن)

اِس کی تفسیر میں حضرت حکیمُ الامت مجددالملّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اِس سے رحمتِ مشترکہ نہیں ہے کہ اِس سے اختصاص مقصود ثابت نہیں ہوتا بلکہ رحمتِ خاصہ ہے جو آپ کی شانِ عالی کے مناسب ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اِسی طرح جس رحمت کے بھیجنے کا ہم کو (مُسلمانوں کو) حکم ہے اِس سے مراد اُس رحمتِ خاصہ کی دُعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورہ میں دُرود کہتے ہیں (انتھی کلامہ) یعنی اللہ تعالیٰ کے رحمت بھیجنے سے

مراد نزولِ رحمت ہے اور رحمت بھی مشترکہ نہیں جو دوسروں کو بھی حاصل ہے بلکہ وہ رحمتِ خاصّہ مُراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کے شایانِ شان ہے اور جو مخلوق میں سوائے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو حاصل نہیں اور فرشتوں کے رحمت بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اِس رحمتِ خاصّہ کی دُعا کرتے ہیں اور آیت میں آگے مومنین کو جو رحمت بھیجنے کا حکم ہو رہا ہے اس سے بھی مراد اس رحمتِ خاصّہ کی دُعا کرنا ہے جس کو عرفِ عام میں درُود کہتے ہیں اور آیت کا عاشقانہ ترجمہ مَیں یہ کرتا ہوں کہ :-

"اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتے ہیں، اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی سے پیار کرو۔"

حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقانہ ترجمہ یوں کرتے تھے کہ اللہ پیار کرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور سلامت رکھے ان کو۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مُعارف القرآن میں اِس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اصل مقصودِ آیت کا مُسلمانوں کو یہ حُکم دینا تھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں مگر اس کی تعبیر و بیان میں اس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عملِ صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اس کا حکم دیا جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بُلند فرما دیا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس کام کا حکم مُسلمانوں کو دیا جاتا ہے

وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بے شمار ہیں اُن کو تو اِس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہیئے اور ایک فائدہ اِس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اِس سے درُود و سلام بھیجنے والے مُسلمانوں کی ایک بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اُس کے فرشتے بھی (انتہیٰ)، پس حضُور صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان شرف حاصل ہے کہ اِس عمل میں اللہ تعالیٰ خود شریک ہیں۔

آگے حضرت مُفتی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے، اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ اُن کا آپ کے لیۓ دُعا کرنا ہے اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دُعا و مدح و ثناء کا مجموعہ ہے عامۂ مفسرین نے یہی معنیٰ لکھے ہیں اور امام بُخاری رحمۃُ اللہ علیہ نے ابو العالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح و ثناء ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعظیم دُنیا میں تو یہ ہے کہ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا، کہ اکثر مواقع اذان و اقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر شامل کردیا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے دین کو دُنیا بھر میں پھیلادیا اور غالب کیا اور آپ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا۔ اِس کے ساتھ آپ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا اور آخرت میں آپ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کا مقام تمام خلائق سے بُلند و بالا کیا اور جس وقت

کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ کو مقامِ شفاعت عطا فرمایا جس کو مقامِ محمود کہا جاتا ہے (انتھی کلامہ)

درود شریف کے کچھ مزید معانی

بعض اور علماء نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے جو مقامِ شفاعت ہے اور فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندئ درجات کے لیے دعا اور آپ کی اُمت کے لئے استغفار کرتے ہیں اور مومنین کے درود سے مراد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ساتھ محبت کرنا اور آپ کے اوصافِ جمیلہ و سیرتِ عالیہ کا تذکرہ و تعریف کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت

اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل محبوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف اور اعزاز و اکرام فرمایا مثلاً آدم علیہ السلام کے لئے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا لیکن کسی حکم اور کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف ہمارے پیارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے کہ درود شریف کی نسبت پہلے اپنی طرف فرمائی اور پھر فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد اہلِ ایمان کو حکم دیا کہ اے مسلمانو! تم بھی میرے نبی پر درود بھیجو۔ اس عمل میں اللہ اور اُس کے فرشتوں کے ساتھ شرکت نعمت نہیں ہے؟ جس تجارت میں بادشاہ کا حصہ بھی ہو اُس تجارت میں خسارہ اور

ہوسکتا ہے؟ وہ بزنس گھاٹے میں جاسکتی ہے؟ درود شریف بھیجنا (Loss) اللہ کا کام ہے اور فرشتوں کا کام ہے اس میں اپنا حصہ لگالو، یہ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ ہے اس میں خسارہ ہے ہی نہیں۔

درود شریف کی فضیلت پر بعض احادیثِ مبارکہ

نشر الطیب میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دِن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا

جاوے اور وہ مجھ پر دُرود نہ بھیجے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

فائدہ: اِس حدیث سے محققین نے کہا کہ آپ کا نام مُبارک سُن کر اوّل بار دُرُود پڑھنا واجب ہے پھر مکرّر اگر اُسی مجلس میں ذکر ہو تو مستحب ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ دُعا معلّق رہتی ہے درمیان آسمان و زمین کے اُس میں سے کچھ بھی (مقامِ قبول تک) نہیں پہنچتی جب تک کہ اپنے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر دُرُود نہ پڑھو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

دُرُود شریف کی ایک عجیب خصوصیت

میرے شیخ شاہ عبدُالغنی صاحب پھولپوری رحمۃُ اللہ علیہ جو کہ حضرت حکیمُ الاُمت تھانوی صاحب سے صِرف سات برس چھوٹے تھے اور حضرت کے بہت پرانے خلفاء میں تھے اور دوسرے خلفاء بھی حضرت کی خِدمت میں باادب بیٹھتے تھے وہ فرماتے تھے کہ صِرف دُرُود شریف ایسی عبادت ہے جس میں منہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلتا ہے اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام بھی نکلتا ہے، دونوں نام ایک ساتھ نکلتے ہیں، دُرُود شریف کے عِلاوہ اور کوئی عبادت ایسی نہیں جس میں دونوں نام ساتھ ساتھ نکلیں۔

یا رب تو کریمی و رسُول تو کریم
صد شکر کہ ما ایم میانِ دو کریم

اے میرے رب آپ کریم ہیں اور آپ کا نبی بھی کریم ہے، سینکڑوں شکر ہے کہ ہم دو کریم کے درمیان ہیں، ہماری کشتی پھر کیسے ڈوب سکتی ہے۔ ایک شاعر

نے کہا کہ جب مَیں نے دُرود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کا نام بھی مُنہ سے نِکلا اور حضُور صلّی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نِکلا اُس وقت اتنا مزہ آیا کہ جیسے ؎

دِل کو تھاما اُن کا دامن تھام کے
ہاتھ میرے دونوں نکلے کام کے

اِس لئے جو فرائض و واجبات و سُنَّتِ موکدہ ادا کرتا رہے، گُناہوں سے بچتا رہے اور صرف دُرود شریف کثرت سے پڑھتا رہے اُس کی مغفرت کی ضمانت ہے۔ ارے محبت بھی تو کوئی چیز ہے! رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت تو عین ایمان ہے۔

دُرود شریف پڑھنے کا ایک دل نشین طریقہ

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب دُرود شریف پڑھو تو سوچو کہ میں روضۂ مُبارک کے سامنے ہوں اور حضُور صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کی جو بارش ہو رہی ہے اُس کے کچھ چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں۔ اِس تصوّر سے دُرود شریف پڑھئے پھر دیکھئے کیسا مزہ آتا ہے دُرود شریف ایسی عبادت ہے جس میں مُنہ سے بیک وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی نکلے اور محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام بھی نکلے۔ اللہ و رسُول دونوں جس عبادت میں جمع ہو جائیں اُس کا کیا کہنا ہے کہ اللہ بھی راضی اور رسُول اللہ بھی راضی۔

خواب میں حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت

خواب میں حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہو جانا نعمتِ عظمیٰ ہے۔ اکثر دُرود شریف کی کثرت اور کمالِ اتباعِ سُنّت اور غلبۂ محبّت

سے یہ نصیب ہوجاتی ہے لیکن یہ کوئی کُلّیہ اور لازمی امر نہیں اس لئے اگر کسی کو نصیب نہ ہو تو مغموم نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر کسی کو اتباعِ سُنّت، تقویٰ اور گُناہوں سے حفاظت حاصل ہے لیکن خواب میں زیارت نہیں ہوئی تو مغموم نہ ہو کہ اس کو مقصود یعنی اتباع حاصل ہے اور اگر کسی کو زیارت ہو گئی لیکن طاعت و تقویٰ نصیب نہیں تو یہ اس کے لئے کافی نہیں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی متبع سُنّت، متقی اور پرہیزگار خواب میں روزانہ خود کو جہنم میں جلتا ہوا دیکھتا ہے تو یہ خواب اُس کے لئے کچھ مضر نہیں اور کوئی غیر متقی فاسق و فاجر کو روزانہ خواب میں زیارت ہوتی ہے تو یہ خواب اُس کے لئے کچھ مُفید نہیں کیوں کہ اُن کو کیا مِل گیا جنہوں نے بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا لیکن اتباع نہ کی جیسے ابوجہل اور ابولہب۔ یہ صورۃً قریب تھے معنًا دور تھے اور بعضے جنہوں نے آپ کو نہیں دیکھا لیکن اتباع و محبّت کی وجہ سے وہ صورۃً دور تھے معنًا قریب تھے جیسے حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ۔ بہرحال چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نعمتِ عظمیٰ اور سعادت ہے اس لئے نشر الطیب سے چند احادیث زیارت کی فضیلت کے بارے میں نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جِس نے مُجھ کو خواب میں دیکھا اُس نے مُجھ کو ہی دیکھا کیوں کہ شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا روایت کیا اِس کو بُخاری و مُسلم نے۔

فائدہ: اِس میں بشارت ہے اس خواب دیکھنے والے کے لئے حُسنِ خاتمہ کی

چنانچہ بزرگانِ دین نے ایسے خواب کی یہی تعبیر دی ہے کہ اس شخص کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پورا قصیدہ بردہ شریف روزانہ تہجد کے وقت پڑھتے تھے۔ سب زبانی یاد تھا، ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے ہم لوگوں سے تو ایک منزل بھی نہیں پڑھی جاتی اور ساتوں منزل مناجاتِ مقبول کی روزانہ پڑھتے تھے اور بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک مرتبہ تو ایسا دیکھا کہ فرمایا حکیم اختر میں نے آج خواب میں ایسا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی نظر آتے۔ میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں نے آپ کو خوب دیکھ لیا تو فرمایا ہاں عبد الغنی تم نے اپنے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ کیا کہوں پوری داستان آنکھوں کے سامنے سے گذر گئی۔ سترہ سال ساتھ رہا۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے شیخ کے انتقال کے بعد صدمہ وغم میں میرا بھی انتقال ہو جائے گا مگر انتقال اللہ کے قبضہ میں ہے جب ان کا حکم ہوگا تب ہوگا انتقال۔ (حضرت مولانا عبد الحمید صاحب نے کہا ان شاء اللہ ابھی تو بہت دور ہے آمین۔ جامع)

فرمایا کہ میرے شیخ کی آواز ایسی پیاری تھی کہ جب تلاوت کرتے تھے تو لگتا تھا کہ ساز بج رہا ہے۔ حضرت فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، ہندوؤں کی بارات رک گئی۔ ایسی پیاری آواز آئی کہ بارات آگے نہ بڑھ سکی جب تک نماز ختم نہیں ہوئی تب تک سب ہندو تلاوت سنتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر رحمت و شفقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو محبت، رحمت

اور شفقت اپنی اُمت کے ساتھ تھی اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں اس کی شہادت دے رہے ہیں:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ
مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (سُوْرَۃ توبہ، پ: ۱۱)

یعنی ہم نے تمہارے پاس اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے جو تم میں ہی سے ہیں یعنی تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کی شفقت و رحمت کی کیا شان ہے؛ کہ تمہاری مضر کی بات ان کو گراں گذرتی ہے، چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے اور وہ تم پر حریص ہیں اور حریص کس بات پر ہیں؟ علامہ آلوسی اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ:

(حَرِيْصٌ عَلٰى اِيْمَانِكُمْ وَصَلَاحِ شَأْنِكُمْ)

وہ تمہارے ایمان پر اور تمہاری صلاحِ شان پر حریص ہیں کہ تم ایمان لے آؤ اور تمہاری حالت کی اِصلاح ہو جائے۔ اس کو کسی شاعر نے کہا ہے۔

حِرْصُكُمْ دَائِرٌ عَلٰى اِيْمَانِنَا
لَا بِذَاتٍ بَلْ صَلَاحِ شَأْنِنَا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی حرص کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ ہمارے ایمان اور ہماری صلاحِ شان سے ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ فَاِنَّ الْحِرْصَ لَاتَتَعَلَّقُ بِذَوَاتِهِمْ کیونکہ اس حرص کا تعلق اے صحابہ تمہاری ذات سے نہیں ہے، ان کی نظر تمہاری دُنیا اور تمہارے مال پر نہیں ہے، وہ صرف تمہارے ایمان اور تمہاری اصلاحِ حال پر حریص ہیں کیونکہ ہم نے اپنے ہر نبی کی زبان سے یہ اعلان کرایا ہے کہ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سُورۃ الشعراء)

میں تم سے اِس دعوت الی اللہ کا کوئی بدلہ اور صلہ نہیں مانگتا، میرا صِلہ تو میرے رب کے پاس ہے۔

اس حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ میں اُمتِ دعوت یعنی کفار بھی شامل ہیں۔ آپ کی شفقتِ رحمت کی یہ شان ہے کہ کفّار کے ایمان و اسلام کے لئے بھی آپ اپنی جان پاک کو گھلا رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور فرمایا اے نبی کیا اِن کافروں کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ اپنی جان دے دیں گے۔ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالٰى فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا

(سُورہ کہف، پ: ۱۵)

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

(سُورہ الشعراء، پ: ۱۹)

جب دشمنوں پر آپ کی رحمت کی یہ شان ہے تو اہلِ محبت یعنی مومنین کے ساتھ آپ کی رحمت و شفقت کا کیا عالم ہوگا اسی کو حق تعالیٰ نے اگلی آیت

میں بیان فرما دیا جو تَخْصِیْصٌ بَعْدَ التَّعْمِیْمِ ہے یعنی حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ میں تو عموم ہے کہ اس میں مؤمنین وکفار دونوں شامل ہیں لیکن آگے مؤمنین کو خاص فرمارہے ہیں کہ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ مؤمنین کے ساتھ تو آپ رؤف و رحیم ہیں یعنی بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں رأفت کے معنی ہیں دفعِ مضرت اور رحمت کے معنی ہیں جلبِ منفعت تو یہ معنیٰ ہوئے کہ جو باتیں اہلِ ایمان کے لیے مضر ہیں اُن کو دفع کرتے ہیں اور جو باتیں مؤمنین کے لیے نفع بخش ہیں وہ عطا کرتے ہیں اور ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر آپ کی شانِ رحمت کی یوں شہادت دی ہے کہ :

(اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ)

(سُورۂ احزاب، پ:۲۱)

یعنی اے ایمان والو! جتنی محبت تمھیں اپنی جانوں کے ساتھ ہے ہمارے نبی کو اس سے زیادہ محبت تُمھاری جانوں سے ہے۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جانوں کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو خود ہمیں اپنی جانوں سے نہیں تو ہم پر آپ کا حق اپنی جان سے زیادہ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر حق ہے کہ ہم اپنی جان سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں اور اس محبت کا ثبوت یہ ہے کہ ہر کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں ؎

(فَاِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ)

کیوں کہ عاشق جس سے محبت کرتا ہے اُس کا فرماں بردار ہوتا ہے

لہٰذا اُس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر اگر ہم اپنی کروڑوں جانیں قربان کردیں

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اے ہمارے رب! آپ اپنے محبوب رحمۃٌ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ قیامت تک پیار فرماتیے اور ان کو سلامت رکھئے یعنی ان پر رحمت و سلامتی نازل فرماتے رہئے جو ساری خلائق میں سب سے زیادہ آپ کے پیارے ہیں۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا معجزہ

(از معرفتِ الٰہیہ ارشادات حضرت مولانا و مرشدنا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ)

مرتبہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شعر و شاعری، فصاحت و بلاغت کا اتنا عروج ہوا کہ اہلِ عرب تمام ممالک کو اپنے مقابلہ میں عجم (یعنی گونگا) کہنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا فصیح اور بلیغ کلام کا معجزہ عطا فرمایا جس نے تمام فصحاءِ عرب کو حیرت زدہ اور عاجز کر دیا' اور کیوں نہ عاجز ہوتے' اللہ کا کلام تھا' کوئی معمولی بات تھی؟ میاں کی بولی کون بول سکتا تھا؟ یوں تو انھیں حروف الف' باء' تاء' ثاء سے بنے ہوئے جملے ہم بھی بولتے ہیں' مگر قرآن کے الف' باء' تاء' ثاء اور ہیں' قرآنی الف' باء' تاء' ثاء اپنے اندر انوارِ الٰہیہ لئے ہوتے ہیں۔ قرآن کے الف' باء' تاء' ثاء دوسرے عالم کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی حروف سے بنے ہوتے جملے اپنی مثل لانے

سے تمام مخلوق کو عاجز کر دیتے ہیں، حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نور خورشیدم فتادہ برشما
لیک از خورشید ناگشتہ جدا

مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا نور ہے، اور عجیب مثال سے مولانا توضیح فرماتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کا نور سارے عالم میں روشنی پہنچاتا ہے لیکن آفتاب کا یہ نور آفتاب کی ٹکیہ سے جدا نہیں ہے، اسی طرح قرآن حق تعالیٰ کا نور ہے اور ہر طالبِ نور پر اپنا فیض پہنچا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے جدا بھی نہیں۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس مثال سے بہت باریک اور نازک مسئلہ قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا حل فرما دیا۔

قرآن نازل ہونے سے پہلے حق تعالیٰ شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کی ذات چالیس برس تک اہلِ عرب کو دکھائی کہ یہ میرا رسول ہے۔ اے اہلِ عرب! تم لوگ ظہورِ نبوت سے پہلے میرے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن دیکھو کہ ایسا بچہ روئے زمین پر کبھی نہیں پیدا ہوا، اور اہلِ عرب میرے رسول کی جوانی بھی دیکھ لو کہ ایسا جوان روئے زمین پر نہ پیدا ہوا ہے نہ پیدا ہوگا۔ ہمارے رسول کو ایک دو دن دیکھ کر فیصلہ مت کرو، چالیس برس تک ہم تم کو اپنا رسول دکھائیں گے، یہاں تک کہ میرے رسول کی صداقت اور امانت کا مکہ کی ہر ہر گلی، میں ہر ہر گھر میں چرچا ہونے لگے کہ ھٰذَا صَدُوْقٌ اَمِیْنٌ۔ یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے سچے اور امین ہیں، فَعُوْلٌ اور فَعِیْلٌ دونوں صیغے مبالغہ کے لئے آتے ہیں یعنی بہت بڑے سچے اور بہت بڑے امانت دار۔

آپ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے، مگر اس سے اور نبیوں کی صداقت اور امانت کی تنقیص مُراد نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کی صداقت کے اُفراد کا حلقہ اتنا وسیع ہے کہ اِس کا احاطہ نہیں ہو سکتا کیوں کہ آپ قیامت تک تمام عالم کے انسانوں اور جنّوں کے لئے رسُول ہیں اور پچھلے انبیاء علیہم السّلام کا حلقہ محدود تھا۔

اَے عرب کے بچو! تم بھی میرے رسُول کو دیکھو تاکہ کل جب تم ادھیڑ عمر میں محمّد صلّی اللہ علیہ وسلم سے ظہورِ نبوّت دیکھو تو جھٹلا نہ سکو۔ اور اے عرب کے جوانو! تم بھی میرے رسُول کو دیکھو تاکہ کل جب بُوڑھے ہو کر اعلانِ نبوّت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنو تو انکار کی تمہیں کوئی گنجائش نہ رہے۔

اے عرب کے بچو! جوانو اور بوڑھو! تم لوگوں نے چالیس برس تک میرے رسُول کی صَداقت اور امانت کو دیکھا، کہیں تم کو حرف رکھنے کی گنجائش بھی نہ ملی بلکہ تمہارے ہر فرد کی زبان سے مَیں نے اپنے رسُول کے اخلاقِ حسنہ کو دکھلا کر یہ کہلوا لیا کہ هٰذَا صَدُوقٌ اَمِيْنٌ۔ احمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تو بڑے سچے اور بڑے امانت دار ہیں۔

اَے عرب کے بوڑھو! تم لوگ میرے رسُول کی عقل اور فہم کو عام اِنسانوں سے ممتاز پانے کے سبب اپنے مُعاملات میں میرے رسُول کو حَکَم بناتے ہو، اور ان کی صداقت اور امانت کی بناء پر ان کے فیصلہ پر بالاتفاق خوشی خوشی عمل کرتے رہے ہو، اور اے اہلِ عرب! تُم نے دیکھا ہے اور خُوب دیکھا ہے کہ میرے رسُول نے کسی کے سامنے کتاب نہیں کھولی ہے، نہ کسی مکتب و مدرسہ میں قدم رکھا ہے

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○

ترجمہ : آپ اِس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوتے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے ۔

چالیس برس تک دِکھانے کے بعد اب ہم اپنے رسُول کی رسالت اور نبوّت کا اعلان کرتے ہیں، اور جس فصاحت اور بلاغت پر اے عرب اِتم نازاں ہو ہم اپنے اِسی اُمّی یعنی اَن پڑھ رسُول سے تمہارا ناز توڑیں گے، کیوں کہ اِس اُمّی رسُول کا مَیں معلّم ہوں ۔

(اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ)

(آپ کو رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی ہے)

رحمٰن کی تعلیم کے فیض سے میرا رسُول رحمۃٌ للعالمین ہے، اور میرے رحمۃٌ للعالمین کی تعلیم کے فیض سے میرے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کے اصحاب رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ہیں، میری رحمت یہاں سے وہاں تک پھیل گئی ۔

اے عرب کے فصحاء اور بلغاء ! اور اے عرب کے زباں دانو ! تم کو ناز ہے کہ ہم اہلِ لسان ہیں، آؤ میرے اِس اُمّی رسُول کے مقابلہ میں :

تو نہ دیدی گہے سُلیماں را ۔۔۔ چہ شناسی زبانِ مرغاں را

ترجمہ : جب تو نے کبھی سلیمان علیہ السّلام کو نہیں دیکھا تو چڑیوں کی زبان کو کیا

سمجھ سکتا ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست ۔۔۔ کتب خانۂ چند ملت بشست

ترجمہ: یہ وہ یتیم ہے کہ جس پر ابھی پورا قرآن نہیں اُترا ہے، لیکن تمام مذاہب سابقہ کی آسمانی کتابوں کو منسوخ کردیا، نہ اب توریت کے حکم پر عمل ہوگا، نہ اب انجیل کے حکم پر عمل ہوگا۔

حق تعالیٰ نے اعلان فرما دیا کہ اے اہلِ عرب:-

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۞

(ترجمہ وتفسیر از بیان القرآن) اور اگر تم لوگ کچھ خلجان میں ہو اس کتاب کی نسبت جو ہم نے نازل فرمائی ہے اپنے بندۂ خاص پر تو اچھا پھر تم بنا لاؤ ایک محدود ٹکڑا جو اس کا ہم پلّہ ہو (کیوں کہ آج تم بھی عربی زبان داں ہو، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو مشاق بھی نہیں ہیں اور تم مشاق ہو، جب باوجود اس کے نہ بنا سکیں گے تو بشرطِ انصاف بلا تأمل ثابت ہوجائے گا کہ یہ معجزہ منجانب اللہ ہے اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہیں اور یہی مقصود تھا) اور بُلا لو اپنے حمایتیوں کو جو خُدا سے الگ خُدا تجویز کر رکھے ہیں، اگر تم سچّے ہو، پھر تم اگر یہ کام نہ کرسکے اور قیامت تک نہ کرسکو گے تو پھر ذرا بچتے رہیو دوزخ سے جس کا ایندھن آدمی اور

پتھر ہیں جو تیار ہوئی رکھی ہے کافروں کے واسطے۔

فائدہ: اور قیامت تک بھی نہ کر سکو گے، کیسا جوش و خروش اور پیچ و تاب نہ آیا ہوگا اور کوئی دقیقہ سعی کا کیوں اُٹھا رکھا ہوگا، پھر عاجز ہو کر اپنا سا منہ لے بیٹھ رہنا قطعی دلیل ہے کہ قرآنِ مجید معجزہ ہے اور یہ امر عادۃً محال ہے کہ کسی نے قرآن کے مُقابلہ میں کُچھ لکھا ہو اور گُم ہوگیا ہو، کیوں کہ قرآنِ مجید کے حامی ہر زمانے میں کم رہے ہیں، جب یہ محفوظ چلا آتا ہے تو اِس مخالف تحریر کے حامی و مددگار تو قرآن کی مخالفت میں ہر زمانے میں حامیانِ قرآن سے تعداد میں زائد ہی تھے، تو وہ تحریر کیسے ضائع ہو سکتی ہے، اس لئے یہ احتمال کہ کسی عرب کافر نے کسی آیتِ قرآنی کے مقابلہ میں کُچھ لکھا ہوگا، اور وہ تحریر گم ہوگئی ہو بالکل لغو اور خلافِ عقل ہے۔

(از بیان القُرآن پارہ : ۱)

چالیس برس کے بعد ظہورِ نبوّت میں بڑے اسرار ہیں جن کی پوری خبر حقِ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اِس مقام کے مناسب ایک حکمت یہ بھی ہے کہ چالیس برس تک حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاقِ عالیہ کا مشاہدہ کرایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (الآیۃ) آپ خُلقِ عظیم پر ہیں عَلٰی آتا ہے استعلاً کے لئے، اسی لئے اُردو میں عَلٰی کا ترجمہ پر سے کیا جاتا ہے، پس اس آیت کا مفہوم ہوا کہ خُلقِ عظیم ایک سواری ہے۔ جس پر آپ شہسوار ہیں، جس طرف چاہتے ہیں ہر خلق کی باگ کو پھیر دیتے ہیں۔ یعنی تمام اخلاقِ حسنہ پر آپ کو ایسا رسوخ علی وجہ الکمال حاصل تھا کہ کوئی خُلق سرِ مُو حدِ اعتدال سے جنبش نہیں کر سکتا تھا، کہ کیا مجال کہ سرِ مُو آگے بڑھ سکے یا پیچھے ہٹ سکے، جہاں چاہا وہیں سے

باگ پھیر دی۔ اِس آیت کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع تعریف حق تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے۔

اے اہلِ عرب! چالیس برس تک تم لوگوں نے اپنے معاملات میں میرے رسول کی صداقت و امانت کا مشاہدہ اور تجربہ کیا ہے جس کا مقتضا تو یہ تھا کہ میرے رسول کے اعلانِ رسالت پر تمہارے دلوں میں کھٹک نہ ہونی چاہیے تھی، لیکن پھر بھی اگر مجبوری سے اِنکار کرتے ہو تو قرآن کا معجزہ دیکھ کر ایمان لاؤ، کیونکہ جب قرآن کے مقابلہ سے تمام مخلوقات جن و انس عاجز ہیں اور قیامت تک عاجز رہیں گے، تو کھلی بات ہے کہ یہ خالق کا کلام ہے۔

ہر نبی کو وقتی معجزہ دیا جاتا تھا کیوں کہ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی جب مبعوث ہوتا تھا تو اُس آنے والے پیغمبر کو اُس وقت کے مناسب دوسرا معجزہ عطا فرمایا جاتا تھا، لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اِس لئے آپ کو ایک ایسا معجزہ دیا گیا جو قیامت تک باقی رہے گا۔ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ، اور حق تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ چنانچہ رُوئے زمین پر کروڑہا انسانوں کے سینوں میں یہ قرآن مجید محفوظ رہتا ہے پس قیامت تک یہ معجزہ قرآن کا ہر انسان پر حجت ہے کہ وہ عاجز ہو کر ایمان قبول کرے۔ حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زہرۂ نے کس را کہ یک حرفے ازاں

یا بدزدد یا فزاید در بیاں

ترجمہ:۔ "کسی کا پتہ نہیں کہ ایک حرف قرآن سے چرا سکے یا ایک حرف قرآن

میں بڑھا سکے"۔

اور صاحبِ قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں ؎

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّيْنَ إِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

ترجمہ: "قرآن کی آیاتِ مبارکہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی، اِس لئے یہ معجزہ اور انبیاء علیہم السلام کے معجزوں سے فائق و برتر ہوگیا"۔

اور کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ تمام نبیوں کے سردار ہیں تو آپ کا معجزہ بھی ایسا ہے جو تمام معجزوں کا سردار ہے۔

عجیب اللہ کی قدرت ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں جو آیا وہ ایسا بدحواس اور از خود رفتہ ہوا کہ جو کچھ اُس نے کہا وہ لعبۂ اطفال بن گیا۔ چنانچہ مسیلمہ کذّاب نے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيْلِ کے مقابلہ میں کہا اَلْفِيْلُ مَا الْفِيْلُ عُنُقُهٗ قَصِيْرٌ وَّ ذَنَبُهٗ طَوِيْلٌ اور کہتا تھا مجھ پر وحی آتی ہے، اِس عبارت پر خود فصحاءِ عرب ہنس پڑے اور اُس کی اِس حرکت کا مذاق اُڑایا گیا۔ بھلا یہ مضمون بھی کلامِ الٰہی ہو سکتا ہے کہ "ہاتھی کون ہاتھی جس کی سونڈ چھوٹی اور دُم لمبی"۔ استغفر اللہ!

عرب کا فصیح اور بلیغ فرد ابنِ مقنع نامی شخص جو افصح العرب کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، چند آیاتِ قرآنیہ کے مقابلہ میں اس نے بھی کچھ لکھا، لیکن جب کسی قاری سے قرآن پاک کی یہ آیت سُنی :-

وَقِيْلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِيْ

وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ۔

ترجمہ: "اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نِگل جا اور اے آسمان تھم جا' اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا"۔

اِس آیت کا تعلق واقعۂ طوفانِ حضرت نوح علیہ السلام سے ہے' ابنِ مقنع افصح العرب اِس آیت کو سُن کر نادِم ہوگیا' اور شرمندگی کے ساتھ اقرار کیا کہ بخدا قرآن کی فصاحت کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک اَن پڑھ رسُول کی زبان سے قرآن کے کلمات کی فصاحت و بلاغت سُن کر عرب کے زبان دانوں کی آنکھیں کُھل گئیں، کہ اللہ اکبر یہ فصاحت و بلاغت ایک اُمّی کی زبان سے! اور پھر مضامین کیسے کیسے ہیں' یہ ایسے اَن پڑھ رسُول ہیں کہ علماءِ یہود کو توریت کی باتیں سُنا کر یہودیوں کو حیرت میں ڈال رہے ہیں' یہ ایسے اَن پڑھ رسُول ہیں کہ انجیل کی باتیں سُنا کر نصاریٰ کو مبہوت کر رہے ہیں' یہ ایسے اَن پڑھ رسُول ہیں کہ صحفِ موسیٰ و صحفِ ابراہیم کی باتیں سُنا رہے ہیں' ایک اَن پڑھ رسُول کی زبان سے میاں نے اپنی بولی بول کر تمام علماءِ یہود و نصاریٰ کا علمی پندار اور سارے عرب کا زبان دانی کا ناز خاک میں ملا دیا' اور معجزے کا مقصد بھی یہی ہے کہ جب اس کے مقابلہ سے ساری مخلوق عاجز ہو تو اس کو خالق کی طرف سے جان کر اپنے خالق پر ایمان لے آئے۔

اسی کو حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صد ہزاراں دفتر اشعار بود
پیش حرف اُمّیش آں عار بود

ترجمہ: "فصحاءِ عرب کے پاس فصیح اور بلیغ اشعار کے لاکھوں دفتر موجود تھے، لیکن اس اُمّی رسول کے ایک حرف کے سامنے تمام دفتر کے دفتر اشعار کے ذخیرے شرمندہ ہو کر رہ گئے۔"

انبیاء علیہم السّلام کے معجزات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے خالق اور پروردگارِ عالم ہونے کا یقین کرنا عقلاً ضروری ہے یعنی جب پیغمبروں کے معجزوں کے مقابلہ سے تمام مخلوقات انفراداً اور اجتماعاً عاجز ہیں، تو عقل یہ کہتی ہے کہ ضرور کوئی ایسی ذات ہے جو ان مخلوقات پر غالب اور قادر اور حکمران ہے اور یہ رسُول صورت میں بشر ہے مگر عام انسانوں سے ممتاز ہے۔ یہ مثلیث ایسی ہے جیسے کہ ایک گلاس سڑی مٹی کا بنا ہوا اور ایک گلاس چاندی کا بنا ہوا اور اسی سانچہ کا ایک گلاس تمام انمول جواہرات کو گلا کر ڈھال دیا گیا ہو تو وہ سڑی مٹی سے بنا ہوا گلاس اگر یہ کہے کہ یہ جواہرات سے ڈھلا ہوا گلاس بھی ہماری طرح ایک گلاس ہے تو انتہائی بے وقوفی کی بات ہوگی، سڑی مٹی والا گلاس ذرا اپنے دام بازار میں لگوالے، اور پھر اس انمول جواہرات والے گلاس کے دام لگوالے، اس کو تو دُو پیسے دام ملیں گے اور اس گلاس کی قیمت سُلطانِ وقت بھی نہیں دے سکتا۔

گر بصُورت آدمی انساں بُدے
احمد و بوجہل ہم یکساں بُدے

پس عام انسانوں میں اور رسول میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ نبی کا خمیر نورانی ہوتا ہے، حق تعالیٰ اپنے خاص انوار کو بشریت کے سانچے میں ڈھال دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے اندر معصیت کا تقاضا اور داعیہ تک نہیں ہوتا،

معصوم فطرت پر مبعوث ہوتے ہیں اور ولی کے اندر تقاضا گناہ کا ہوتا ہے، لیکن تقاضائے معصیت پر عمل کرنے سے اس کو محفوظ رکھا جاتا ہے، اگر وہ واقعی ولی ہے۔

انبیاء علیہم السلام اپنی نورانی فطرت اور نورانی خمیر ہی کے سبب نورِ وحیِ الٰہی کا تحمل کرلیتے ہیں چونکہ علمِ الٰہی میں وہ پہلے سے منتخب ہوتے ہیں، اس لئے اُن کی آفرینش کے وقت ہی سے اُن کی خصوصی تربیت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ سرکاری اور درباری لوگ ہیں اُن پر میاں کی نظر دوسری ہوتی ہے۔ پیغمبروں کو جنسِ بشر سے مبعوث فرمانے کی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک حکمت بیان فرماتے ہیں۔

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
تا بجنسیت رہند از ناوداں

یعنی اس واسطے بشر کی جنس سے پیغمبروں کو بھیجتے ہیں تاکہ جنسیت کے سبب دوسرے انسان ناودانِ کفر و شرک سے نکل آئیں، کیوں کہ ہم جنس کی طرف مائل ہونا ایک فطری امر ہے۔ (انتہٰی)

پس آج بھی قرآن پاک کا معجزہ موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا۔ جس وقت قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے پورے عالمِ انسانیت کو خصوصاً فصحاء عرب کو للکارا جن کو اپنی زبان دانی پر ناز تھا کہ اِس کلام کے مثل ایک محدود ٹکڑا بنالاؤ اور اپنے حمائتیوں کو بھی جمع کرلو اور قیامت تک تم ایسا نہ کرسکو گے تو فصحاء عرب نے غیظ و غضب میں کیسے پیچ و تاب کھائے اور ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا لیکن قرآن پاک کے مثل ایک ٹکڑا نہ بنا سکے اور عاجز ہو کر اپنا سا مُنہ لے کر بیٹھ گئے کیوں کہ اہلِ عرب جنہوں نے سیکڑوں باطل خدا بنا رکھے تھے

ان کے اس زعم کے مُطابق سیکڑوں کیا ایک بھی دوسرا خُدا ہوتا تو قرآن پاک کے اِس اعلان پر کہ اپنے حمایتیوں کو بھی جمع کر لو ناممکن تھا کہ وہ خاموش رہتا بلکہ اس کلامِ پاک کے مثل اپنا کلام پیش کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتا کیوں کہ قرآن پاک کا اعلانِ توحید تمام باطل معبودوں کے لیے اعلانِ جنگ تھا۔ اِس کے باوجود قرآن کے مثل ایک آیت بھی نہ لاسکنا۔ اللہ جلّ شانہٗ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کی کھلی دلیل ہے۔

آج تو بیان کرنے کا اِرادہ بھی نہیں تھا اور کوئی مضمون بھی ذہن میں نہیں تھا مگر بس اللہ کے بھروسہ پر مضمون چل پڑا اور بیان ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ میں بیمار آدمی ہوں، تھک بھی گیا ہوں لہٰذا اب آرام کروں گا۔

آخر میں حضرت والا نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! ہم سب لوگوں کو جذب فرمالے اور اپنا بنالے۔ اگر ہم اپنی نالائقی کی وجہ سے آپ کا نہ بھی بننا چاہیں تو ہماری نالائقی کو مُعاف کردے اور جذب فرما کر ہم سب کو اللہ والا بنادے۔ جتنے آدمی بھی اِس مجمع میں ہیں ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ والا نہ بنے۔ یا اللہ! مجھ سمیت اِس مجمع کو سو فیصد اللہ والا بنادے اور میرے جو احباب یہاں نہیں ہیں اُن کے لیے بھی میری اِس دُعا کو قبول فرمالے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت سے بلا استحقاق جذب فرمالے اور اپنی رحمت سے اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے وہاں تک پہنچادے اور تب ایمان پر خاتمہ نصیب فرمادے اور ہمیں ہمارے نفس کے حوالے نہ کرنا اور ہم سب کو لومڑی پن اور بھیڑیے پن سے باز رہنے کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری روح کی شیرانیت عطا فرمادے جیسے جب شیر

چلتا ہے تو تمام جنگل کانپتا ہے۔ اِس طرح ہماری رفتار ایسی ہو کہ نفس کی کُتّی تھرتھرانے لگے۔ اللہ تعالیٰ تو ہماری دُعا سُن لے سب کو سو فیصد جذب فرمالیجئے اور ولی اللہ بنا دیجئے اور جو غیر حاضر ہیں اُن کے حق میں بھی میری دُعا کو قبول فرمالیجئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔



تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

سارے عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم
جانے کیا پا گئے جانِ عالم سے ہم

صبحِ گلشن نہ ہو کیوں مری شامِ غم
غم ہی میں پا گئے آپ کو بھی تو ہم

لب ہیں خنداں جگر میں ترا دردِ غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

میرا مقصود ہرگز نہیں کیف و کم
تیری مرضی پہ سر میرا تسلیم خم

ہو رہا ہے ترا درد کیوں بیش و کم
رازدارِ محبت سے پوچھیں گے ہم

تھمتے تھمتے اگر اشک جائیں گے تھم
آتشِ غم مرے دل میں ہوگی نہ کم

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۵۰

اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷ پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون: ۳۴۹۹۲۱۷۶

نام وعظ	:	اللہ تعالیٰ کا پیغام دوستی
واعظ	:	عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
جامع مرتب	:	حضرت سید عشرت جمیل لقب میر صاحب مدظلہم العالی
باہتمام	:	حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا مولانا
محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست



عرضِ مرتب

محبی و محبوبی مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب اطال اللہ ظلالھم علینا نے اس سال ماہ اپریل ۲۰۰۲ء میں جنوبی افریقہ سمیت افریقہ کے چار ملکوں کا تبلیغی سفر فرمایا اور اس ناسازی طبع اور معذوری کی حالت میں جس مشقت کا تحمل فرمایا وہ حضرت اقدس کی کرامت ہے کسی عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی۔

مولانا نذیر لونت صاحب جو محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہم العالی سے بیعت ہیں جب کراچی کے مدرسہ نیوٹاؤن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے پابندی سے خانقاہ آتے تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے وطن موزمبیق واپس چلے گئے جنوبی افریقہ کے اسفار کے دوران ہر سال حضرت مرشدی دام ظلہم العالی کو موزمبیق کی دعوت دیتے تھے لیکن سفر کا اتفاق نہ ہوسکا۔ اس بار حضرت والا نے فرمایا کہ ان شاء اللہ اس سال ضرور موزمبیق جائیں گے۔ چنانچہ ۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ مطابق ۲ مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعرات دوپہر کو جوہانسبرگ ایئرپورٹ سے موزمبیق روانگی ہوئی اور تین بجے موزمبیق کے دارالحکومت موپوٹو (MOPOTU) آمد ہوئی۔

پیش نظر وعظ " اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی " جو عشق و محبت میں ڈوبا

ہوا ہے۔ موزمبیق کے دارالخلافہ موپوتو (MOPOTU) میں ۲ رمئی ۲۰۰۲ئ کو بعد مغرب میزبان مولانا نذیر لونت صاحب کے مکان پر حضرت والا نے بیان فرمایا اور مولانا موصوف کا نوجوان عیسائی مُلازم حضرت مرشدی مدظلہم العالی کے دستِ مُبارک پر مُشرف باسلام ہوا۔

مرتب
یکے از خدام حضرت والا دام ظلہم العالی





انفاس زندگی کے جو اُن پر فِدا ہوئے
شمس و قمر بھی سامنے اُن کے گدا ہوئے

○

اہلِ جنوں کی صحبتیں اختر جنہیں ملیں
اہلِ خرد کو دیکھا کہ اُن پر فِدا ہوئے

عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم



اللہ تعالیٰ کا پیغامِ دوستی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

بندوں کے خواب و خیال سے بالاتر نعمت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! تم تو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے کہ ہم تم کو اپنا ولی بنانا چاہتے ہیں۔ تمہارے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتا کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ذات ماں کے حیض اور باپ کی منی کے نطفہ ناپاک سے پیدا کر کے اور ایک انسانی شکل تخلیق دے کر پھر اس کو اپنا دوست بھی بنالے! دنیاوی بادشاہ کسی معمولی آدمی کو اپنا دوست کہتے ہوئے شرماتے ہیں کہ یہ ہمارے میل کے نہیں ہیں، ان کی ہماری میچنگ (MATCHING) نہیں ہے، میں ان کو کیسے اپنا دوست کہوں۔ مگر میرے اللہ کی انتہائی مہربانی، انتہائی ذرہ نوازی، اِنتہائی شفقت و محبت ہے کہ خالق ہو کر اِتَّقُوا اللّٰهَ فرما کر پیغامِ دوستی دے رہے ہیں کہ تم تو پہل نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ تمہارے خواب و خیال اور وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا لیکن ہمارا کرم اِس بات کا متقاضی ہوا کہ ہم تمہیں اپنا دوست کہیں۔ اے ایمان والو! اللہ سے

ڈرو، گناہوں سے بچو، نافرمانی سے بچو تو ہم تم کو صرف گناہ چھوڑنے پر اپنا تاجِ ولایت عطا کردیں گے، ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تم لمبے چوڑے وظیفے پڑھو بس صرف فرض واجب سُنّت مؤکدہ ادا کرلو۔ باقی بس گناہ سے بچو، میری نافرمانی نہ کرو تو تم میرے دوست ہو کیوں کہ میرے نافرمان میرے ولی نہیں ہوسکتے۔ اگر میرا ولی بننا ہے تو بس گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ کوئی انسان اس کو سوچ بھی **نہیں سکتا** کہ ہم اللہ کے دوست بھی بن سکتے ہیں لیکن قرآن پاک میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنْ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ میرا کوئی ولی نہیں ہے لیکن صرف وہ بندے جو گناہ نہیں کرتے، تم ہمارے دوست بن جاؤ گے جب گناہ چھوڑ دو گے۔ یاد رکھو چاہے رات بھر عبادت کرو، چاہے کتنی ہی نفلیں پڑھو، کتنے ہی وظیفے پڑھو، مگر عبادت سے تم میرے ولی نہیں بن سکتے ہو جب تک کہ گناہ نہ چھوڑ دو۔ مجھے تعجب ہے کہ گناہ تمہیں کیوں پسند ہے جبکہ طبعی طور پر گناہ غیر شریفانہ حرکت ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو شریفانہ ہو، کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جو شرافت سے کچھ بھی تعلق رکھتا ہو۔ جتنے گناہ ہیں، اللہ کی جتنی نافرمانی ہے سب شرافت کے خلاف ہے۔ وہ شخص غیر شریفانہ طبیعت رکھتا ہے جو گناہ کرتا ہے، جو بے حیائی کا کام کرتا ہے، بے غیرتی سے منہ کالا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کو بہت آسان کردیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ آدھی رات کو سمندر میں جاؤ اور آدھی کمر تک پانی میں گھس کر اور ایک ٹانگ اُٹھا کر عبادت کرو، پھر ہمارے ولی بنو گے۔ یہ کچھ نہیں کرنا ہے۔ بس فرمایا کہ صرف گناہ چھوڑ دو، ہماری ولایت کا تاج تمہارے سر پر رکھ دیا جائے گا اور گناہ وہ چیز ہے جو چھوڑنے ہی کی ہے۔ پس جو چیز چھوڑنے کی

ہے اُسی کو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ چھوڑ دو، مثلاً اگر تمھاری ماں بہن کے ساتھ، تمھاری خالہ پھوپھی کے ساتھ یا تمھاری لڑکی اور لڑکے کے ساتھ کوئی بدفعلی کرنا چاہے اور تم سے پوچھا جاتے تو کیا اجازت دو گے ؟ غیرت اور شرافت اجازت نہیں دے گی۔ بس یہی بات تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو تم چاہتے ہو وہی میں چاہتا ہوں، جو تم چاہتے ہو وہی ہماری بھی مرضی ہے کہ تم شرافت سے رہو، عزت سے رہو، آبرو سے رہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ دُنیا میں بھی تمھاری عزت رہے اور آخرت میں بھی عزت رہے۔

(میزبان مولانا نذیر لونت صاحب نے بہت جوش کے ساتھ پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا)

ترجمہ کے بعد حضرت والا نے فرمایا معلوم ہوا کہ جوش و خروش اور بہت درد کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اس سے اندازہ چلتا ہے کہ میرے شیخ بھی جب یہاں تشریف لائے تھے تو ان کے ترجمہ سے بہت خوش ہوتے ہوں گے۔

اللہ کی دوستی حاصل کرنے کا آسان طریقہ

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی دوستی کا کیا طریقہ ہے ؟ کوئی کہے کہ ہم اللہ کے دوست نہیں بنتے، ہم ایسے ہی مرجائیں گے تو یاد رکھو موت کے بعد حساب ہوگا، پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ بے حیائی کیوں کی ؟ اے بے غیرت کمینے شخص تجھے شرم نہیں آئی، کیوں تو نے منہ کالا کیا تب پتہ چلے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کا بہت آسان راستہ بتا دیا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ زیادہ بکھیڑوں میں، زیادہ جھنجھٹ زیادہ مصیبت میں ہم تم کو مبتلا نہیں کرنا چاہتے آسان نسخہ بتاتے ہیں کہ تم اللہ والوں کے ساتھ رہو اور اللہ والوں کے ساتھ رہو تو

دِل کی محبّت کے ساتھ رہو، مُنافقانہ طریقہ سے مت رہو، کیونکہ بہت سے مُنافقین حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے مگر دِل کافروں کے ساتھ رکھتے تھے۔ اسی لئے سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حدیث قدسی ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

(وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ)

اِن لوگوں کو محبت دینا مُجھ پر احساناً واجب ہوجاتا ہے جو ایک دوسرے سے میری وجہ سے محبّت رکھتے ہیں۔ دیکھو کتنا اطمینان دلایا کہ مُجھ پر واجب ہوجاتا ہے کہ مَیں اس کو اپنی محبّت عطا کردوں،

(وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ)

محبّت کے ساتھ بیٹھوگے تو فائدہ ہوگا، اگر محبّت نہیں ہوگی تو نفع نہیں ہوگا، مُتَحَابِّیْنَ پہلے بنو اور مُتَجَالِسِیْنَ بعد میں بنو۔ تحابب پہلے ہے، تجالس بعد میں ہے۔ پہلے محبّت ہو کہ میرا خاص بندہ سمجھ کر تم میری وجہ سے اس سے محبّت کرو، جب تحابب ہوگا، تب تجالس مفید ہوگا وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ اور میری وجہ سے ایک دُوسرے کی زیارت کرتے رہو اور زیارت کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ شیخ کے پاس ہی بیٹھے رہو اور بیوی بچّوں کو بھُول جاؤ۔ اس لِئے زیارت کے معنیٰ یہ ہیں کہ آتے جاتے رہو۔ شیخ پر بُوجھ مت بنو اور اس میں اخلاص بھی نہیں رہتا۔ سمجھتے ہیں کہ شیخ کے دسترخوان پر مُفت میں کھائیں گے۔ اس لئے خالی زیارت ہی نہ کرتے رہو، وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ میری محبّت میں ایک دوسرے پر خرچ بھی کرو، جیسے ایک شخص کا کُتّا بھُوک سے مر رہا تھا

اور وہ زار و قطار رو رہا تھا اور اس کے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا رکھا تھا۔ کسی نے کہا کہ کیوں روتا ہے؟ کہا کہ میرا کُتا بھوک سے مَر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ تم روٹی سر پر رکھے ہو، دے دو۔ تو اس نے کہا کہ مُعاف کیجئے گا، آنسو تو مُفت کے ہیں لیکن روٹی میں میرے پیسے لگے ہیں۔ تو ایسی محبت اللہ کو پسند نہیں ہے اور دُنیا میں بھی ایسی محبت پسندیدہ نہیں ہے۔ اگر آپ کسی سے ایسی محبت کریں کہ زبان سے محبت کا دعویٰ ہو لیکن اس پر مال خرچ کرنے سے جان نکلتی ہو تو یہ محبت نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ کے لئے محبت کرنے والے ایک دوسرے پر اپنا مال بھی خرچ کرتے ہیں۔

اور یہ بھی محبت نہیں کہ چھُپ کر محبُوب کی نافرمانی کرتے رہیں۔ ایسا شخص جوتے مارنے کے قابل ہے۔ توبہ کے بھروسہ پر گُناہ نہ کرو، توبہ کی توفیق تمھارے قبضہ میں نہیں ہے۔ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اس وقت توبہ کی توفیق ہی اُٹھ جاتی ہے۔

سلبِ توفیق توبہ کا ایک عبرتناک واقعہ

مسلسل گُناہ پر اصرار کرنے سے کبھی یہ نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے، اللہ پناہ میں رکھے، پھر ہاتھ ملنے کے سوا کچھ نہیں مِلتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے توفیق توبہ چھین لیتے ہیں۔ ناظم آباد میں ایک شخص رات دن گُناہ کرتا تھا۔ جب مرنے لگا تو اُس کے دوست نے کہا کہ بھائی اب تو تم مرنے کے قریب ہو، توبہ کر لو اُس نے کہا کہ ڈاکٹر کا لفظ نکلتا ہے، دوا کا لفظ نکلتا ہے، دوا لاؤ، بسکٹ لاؤ، چائے لاؤ، لُغت کے سارے الفاظ، سارے حروف نکلتے ہیں

مگر جو لفظ تم کہتے ہو، یہ میرے مُنہ سے نہیں نکل رہا ہے۔ بتلائیے کتنی عبرت کا مقام ہے کہ ایک شخص سارے الفاظ بول رہا ہے لیکن لفظ توبہ کیوں نہیں بول پاتا؟ یہ توبہ کے چار حروف (ت، و، ب، ہ) پر کس نے پہرہ لگا دیا؟ اور یہ کوئی پرانے زمانہ کا قصّہ نہیں ہے اِسی زمانے کا میرا چشم دید واقعہ ہے۔ تو قبل اِس کے کہ وہ دن آجائے اور توبہ کی توفیق اُٹھ جائے، اُس دن سے پناہ مانگو۔ معصیت پر جرأت! بے شرمی و بے حیائی کی حد ہے کوئی! کیا غیرت اور شرم کا پیالہ بالکل دھو کر پی چکے ہو۔ اسی لئے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا کہ اگر گُناہوں سے بچنا چاہتے ہو تو سچّوں کے ساتھ رہو اور صٰدِقِیْنَ اِس لئے فرمایا کہ دیکھ لینا کہ سچّا متقی ہے کہ نہیں؟ یا صِرف لمبا کرتا اور گول ٹوپی ہی پہنے ہوتے ہے۔ دیکھ لینا خُوب تجربہ کرلینا کہ سچّا اللہ والا ہو، سچّا متقی ہو۔ آپ دُنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ جس سے کسی کام کو کہوں تو وہ سچّا آدمی ہے کہ نہیں۔ اسی طرح جو تقویٰ میں سچّا ہو اس کے ساتھ رہو۔

(مولانا نذیر لونت صاحب نے پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا)

ہجرت کا حکم صُحبت کی اہمیّت کی دلیل ہے

ترجمہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی تعمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو حکم نازل کیا کہ تم سب کے سب مکّہ سے مدینہ چلے جاؤ۔ کیونکہ اپنے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ نے حکم دیا کہ آپ مدینہ شریف چلے جائیے، کافر آپ کو ستا رہے ہیں، کب تک برداشت کریں گے۔ لہٰذا آپ نے تمام صحابہ کو حکم دے دیا کہ مدینہ چلو۔ کسی

صحابی رضی اللہ عنہ کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا اللہ کے رسول کا ساتھ پکڑنا کعبہ کا ساتھ پکڑنے سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ کعبہ اللہ کا گھر ہے مگر گھر مل جانا کافی نہیں ہے جب تک گھر والا نہ ملے اور گھر والا ملتا ہے جو گھر والے سے دوستی رکھتا ہے اور جو خالی گھر سے دوستی رکھے اور گھر والے سے دوستی نہ رکھے اس کو بس گھر ہی مل جائے گا، گھر والا نہیں ملے گا۔ اگر ہجرت کے حکم کے بعد صحابہ بیت اللہ سے چپکے رہتے تو بیت اللہ مل جاتا، اللہ نہ ملتا۔ اس لئے صحابہ نے گھر چھوڑ دیا، رزق کے دروازے چھوڑ دیئے، جمی جمائی دُکان، چلی چلائی دُکان چھوڑ دی، اللہ پر کیا بھروسہ تھا صحابہ رضی اللہ عنہ کو! رزق کے اسباب چھوڑ دیئے اور رزاق کو ساتھ لے گئے۔ اللہ کی مرضی کے مطابق صحابہ نے ہجرت کی۔ کعبۃ اللہ کو چھوڑ دیا۔ مولدِ رسول اللہ کو چھوڑ دیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش اور دوسرے تبرکات کو چھوڑ دیا۔ زم زم کو چھوڑ دیا، زم زم کے معنی ہیں ٹھہر جا ٹھہر جا۔ بُخاری شریف کی روایت ہے کہ اگر حضرت مائی ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زم زم نہ فرماتیں تو یہ کبھی نہ ٹھہرتا، ایک چشمہ جاری ہو جاتا لیکن زم زم کے الفاظ میں یہ اثر تھا کہ وہ ٹھہر گیا۔ ماءِ زم زم ایک معجزہ ہے۔ اتنے حاجیوں کو پانی ملتا ہے اور ہر وقت ملتا ہے مگر حج کے زمانے میں بھی ذرا سا بھی کم نہیں ہوتا، لیکن صحابہ نے اللہ کے حکم پر یہ معجزات و تبرکات کی سرزمین چھوڑ دی، خوشی خوشی اللہ کا گھر چھوڑ دیا کیوں کہ صحابہ کو یہ حقیقت معلوم تھی کہ کعبہ سے تین سو ساٹھ بُت اللہ کا رسول نکالے گا، خود کعبہ میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ بُتوں کو نکال دے کیونکہ کعبہ گھر ہے، بے جان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح کعبہ سے تین سو ساٹھ

بُت نکالے وہ تمھارے دِلوں کے بُت بھی نکالیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی، وطن چھوڑا، اللہ کا گھر چھوڑا، زم زم چھوڑا، نبی کی جائے پیدائش چھوڑی اور نبی کا ساتھ پکڑلیا، کیوں کہ اللہ نے اُن کو سمجھ دی تھی کہ یہاں تم کو گھر تو مِل جائے گا مگر اللہ نہیں ملے گا، اللہ میرے نبی سے مِلے گا، میرے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے گا، لہٰذا جہاں میرا نبی جا رہا ہے۔ وہاں چلے جاؤ، پوچھو بھی مت کہ وہاں جائیں کہ نہ جائیں۔

مدینہ منورہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

اور مدینہ شریف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی محبت تھی کہ جب آپ جہاد کر کے واپس آتے تھے تو چادر مُبارک اُتار کر اونٹنی پر رکھ دیتے تھے تاکہ مدینہ کی مٹی میرے بدن کو لگ جائے۔ اتنی محبت تھی آپ کو مدینہ شریف سے اور کوئی روایت ایسی نہیں ہے کہ مکہ شریف جب آپ تشریف لاتے ہوں تو بھی چادر ہٹادی ہو کہ مکہ شریف کی مٹی مجھ کو لگ جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رسُول نے جس شہر سے محبت کی تو صحابہ بھی مدینہ شریف سے محبت رکھتے تھے۔ مدینہ میں آکر صحابہ کچھ بیمار ہو گئے تو کہا کہ ہم مدینہ کی آب ہوا کو موافق نہیں آئے، یہ نہیں کہا کہ مدینہ کی آب ہوا ہم کو موافق نہیں آئی کیونکہ ایسا کہنے میں مدینہ منورہ کی بے ادبی لازم آتی۔ یہ تھا صحابہ کا ادب۔

اور سمجھ لو کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اصلاح کے باب میں ضروری نہ ہوتی تو صحابہ کو نبی کے ساتھ ہجرت کا حکم نہ ہوتا۔ لیکن سب کو

حکم ہوا، کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا، سب کو حکم ہوا کہ مکہ شریف چھوڑ دو، مکہ شریف چھوڑ دو، میرے رسُول کا ساتھ دو، رسُول کا ساتھ دو، جہاں رسُول جائے گا وہاں جاؤ۔

تصدیقِ رسالت کے بغیر توحید قبول نہیں

تم رسُول کو کیا سمجھتے ہو، ہمارے رسُول کے بغیر تمہارا کلمہ بھی پورا نہیں ہوگا۔ اگر کروڑوں دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھو لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نہ پڑھو تو تم کافر رہو گے، جہنم میں جاؤ گے۔ اس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لگانا فرض ہے۔ یہ مستحب اور نفل نہیں ہے، فرض ہے۔ جتنا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ضروری ہے اتنا ہی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ۔ ہم نے آپ کا نام بُلند کردیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ:

(اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ)

جب میرا ذکر ہوگا تو تیرا بھی ذکر کیا جائے گا، جب میرا نام لیا جائے گا تو میرے نام کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ قیامت تک جب اذانوں میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا جائے گا تو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی کہا جائے گا اور اگر آپ کا نام نہ لیا گیا تو اذان ہی نہیں ہوگی۔ چنانچہ علماء اور غیر علماء سب جانتے ہیں، یہ مسئلہ جزءِ ایمان ہے کہ چاہے کوئی قرآن شریف پڑھے

کلمہ پڑھے یا کوئی عبادت کرے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لے، آپ پر ایمان نہ لائے، آپ کی عظمت و محبت اس کے دِل میں نہ ہو تو وہ کافر ہے اور اگر اسی حالت میں مرا تو کافر مرے گا۔ خُوب سمجھ لو، خُوب سمجھ لو۔ توحید کا دعویٰ کرنے والے خُوب سمجھ لیں کہ تصدیق رسالت کے بغیر توحید مکمل نہیں، قبول نہیں۔

(مولانا نذیر لونت صاحب نے پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت و جاں نثاری

ارشاد فرمایا کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو اسبابِ ہجرت ختم ہو گئے، لیکن وفاداری بھی کوئی چیز ہے۔ اہلِ مدینہ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب ہم کو وسوسہ آتا ہے کہ آپ کہیں پھر اَپنے وطن میں نہ رہ جائیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رہ جائیں اور ہم لوگوں کو اکیلا چھوڑ دیں تو آپ ہماری جان لے لیجئے، ہماری اولاد لے لیجئے، ہمارا مال لے لیجئے، سب چیزوں پر ہم صبر کر سکتے ہیں لیکن ہم لوگ آپ پر صبر نہیں کر سکتے، آپ پر ہم انتہائی بخیل اور کنجوس ہیں۔ ہم ساری چیزیں آپ پر قربان کر سکتے ہیں، ہم شہید ہو جائیں، ہماری بیویاں بیوہ ہو جائیں، ہمارے بچے یتیم ہو جائیں لیکن اللہ کے لئے آپ ہم سے جُدا نہ ہوں، آپ پر صبر کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے ہجرت اللہ کے حکم سے کی ہے اور میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ رہے گا، مدینہ ہی میں رہوں گا یہیں جیوں گا، یہیں مروں گا۔ مدینہ شریف ہماری جان ہے، اِسلام کی جان ہے، ایمان کی جان ہے، کلمہ کی جان ہے۔

آہ! اگر آپ ہجرت نہ فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کوشش نہ کرتے تو ہمارا نام آج رام چندر اور سیتارام ہوتا۔ آج ان ہی کے خون کے صدقہ میں ایمان ہم تک پہنچ گیا اور ہم عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہو گئے۔

(مولانا نذیر لونت صاحب نے پرتگالی زبان میں ترجمہ کیا۔)

شیطان کا مکر

جب مکہ شریف فتح ہو گیا تو اس کے بعد حج نصیب ہوا۔ حج میں کچھ نومسلموں کو تالیف قلب کے لیے آپ نے اونٹ اور بکریاں ذرا زیادہ دے دیں تو شیطان انسان کی شکل میں آیا اور وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ دیکھو تمہارے نبی نے مکّہ والوں کو کچھ زیادہ اونٹ اور بکریاں دے دیں اور تم لوگوں کو نہیں دیا۔ یہاں نعوذ باللہ وطنیت رنگ لائی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان مردود نے اتہام لگایا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے اپنے رسول کو دے دی تو آپ نے اونٹنی پر بیٹھ کر خطاب فرمایا کہ اے صحابہ! میں نے جو کچھ کیا ہے، جو اونٹ اور بکریاں مکہ کے جوانوں کو دی ہیں یہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ اللہ کا حکم ہے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کہ نومسلم کی دِل جوئی کرنی چاہیے، مَیں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن شیطان نے تم لوگوں میں تفریق پیدا کرنے کی اور تم کو بہکانے کی کوشش کی ہے۔ تو سُن لو جب حج ختم ہو جائے گا تو مکہ کے نومسلم کچھ اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے جائیں گے اور تم لوگ خدا کے رسول کو لے جاؤ گے تو بتاؤ تم زیادہ نصیبے والے ہو یا اونٹ اور بکریاں لے جانے والے؟ بتاؤ اونٹ اور بکریوں کی قیمت زیادہ ہے، یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ بس صحابہ اس تقریر پر

اتنے روئے کہ داڑھیوں سے آنسو بہہ کر نیچے گر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ بعض وقت شیطان چھوٹی چیز دکھا کر بڑی چیز سے محروم کر دیتا ہے مثلاً دکھایا کہ کوئی چہرہ نمکین اور حسین ہے، اب شیطان کے کہنے سے اللہ کا حکم توڑ کر اس حسین کو حاصل کرنے کی ناجائز اور حرام کوشش کی، اور اللہ کو ناراض کر دیا۔ بتاؤ کیا یہی انصاف ہے کہ بندہ اللہ کے قانون کو توڑ دے اور اپنا دِل خوش کر لے۔ مالک کی مرضی کے خلاف غلام کا اپنے دِل کو خوش کر لینا بھی حرام ہے۔ اللہ حکم دیتے ہیں:

(قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ)

اے نبی آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی کر لیں، کسی کی ماں، کسی کی بہو، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن، کسی کی خالہ، کسی کی پھوپھی کو نہ دیکھیں اور یہ آنکھیں کھول کر اُلّو کی طرح دیکھ رہا ہے اور اللہ کو ناراض کر رہا ہے۔ ایسے ہی لڑکوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔ کسی باپ سے پوچھو کہ اس پر کیا گذرتی ہے اگر اس کو خبر مل جائے کہ اس نے میرے لڑکے کے ساتھ بدفعلی کی۔ اگر باپ کا بس چلے تو اس مردود خبیث کا خون پی لے۔ مگر انسان حریص ہے۔ شہوت کا۔ شہوت کے سامنے کچھ نہیں سوچتا کہ میرے اس فعل سے کیا حرج ہوگا۔ قومِ لوط نے بھی کچھ نہیں سوچا تھا تو کیا انجام ہوا کہ چھ لاکھ کی بستی کو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک بازو سے اُٹھا کر لے گئے اور ان کے پانچ سو بازو ہیں، ایک بازو سے چھ لاکھ کی بستی کو آسمان تک لے گئے اور وہاں سے اُلٹ دیا، اس پر پھر پتھر بھی برسائے گئے اور ہر پتھر پر ان ظالموں کا نام بھی لکھا تھا۔ تو دیکھو شیطان نے

کتنا نقصان پہنچایا، مرنے والی لاشوں کو کیا دکھادیا اور اللہ کے قانون کو اس قوم نے توڑ دیا۔ جس فعل کو اللہ نے منع کیا تھا اُسی فعل کو کیا اور ہلاک ہوگئے۔

امرد پرستی سے بچنے کا ایک عجیب اور مُفید مراقبہ

ابھی ایک نیا مضمون دِل میں آیا ہے جو امرد پرستی سے بچنے کا ایک مُفید اور عجیب مراقبہ ہے لیکن مراقبہ اس وقت مُفید ہوگا جب پہلے نظر بچاؤ پھر مراقبہ کرو کیوں کہ دیکھنا بدنظری ہے اور بدنظری پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ ۔ اللہ لعنت کرے بدنگاہی کرنے والے پر اور جو خود کو بدنگاہی کے لیے پیش کرے۔ معلوم ہوا بدنگاہی موجبِ لعنت ہے اور لعنت کے معنیٰ ہیں اللہ کی رحمت سے دوری۔ تو رحمت اور لعنت جمع نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا پہلے نظر بچاؤ پھر یہ سوچو، مراقبہ کرو کہ جِس لڑکے کی طرف آج میلان ہورہا ہے اگر خدانخواستہ بدنظری کرلی تو بدنظری کی لعنت الگ ملی اور اس بدنگاہی کی نحوست سے اگر اس کے ساتھ مُنہ کالا کرلیا تو کل کو یہ لڑکا ابدال ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ غوث ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ قطب الاقطاب، قطب العالم اور تمام اولیاء کا سردار ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جو اللہ کا پیارا ہوتا ہے وہ بچپن ہی سے پیارا ہوتا ہے، وہ خالی مستقبل ہی میں پیارا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ ہر ایک کے بارے میں جانتا ہے کہ اِس کا حال کیا ہے، ماضی کیا ہے اور یہ مستقبل میں کیا ہو گا۔ ہر ایک کے ماضی، حال اور مستقبل کا اللہ کو علم ہے۔ جو آدمی مستقبل میں غوث ابدال اور قطب ہونے والا ہے وہ اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے، جو

جوانی میں قطب الاقطاب ہونے والا ہے اللہ کے علم میں وہ بچپن ہی سے ہوتا ہے۔ یہی لڑکے تو اللہ والے ہوجاتے ہیں۔ بتاؤ اس کا امکان ہے یا نہیں ؟ اگر معلوم ہوجائے کہ یہ لڑکا غوث ہے تو کسی کی ہمت پڑے گی اس کے ساتھ بدفعلی کرنے کی ؟ پس بچپن میں کسی کو مفعول بنالینا ، بدفعلی کرنا، اغلام بازی کرنا انتہائی بدمعاشی، کمینہ پن اور بدبختی ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا مبغوض ہوگا۔

پس جب کسی لڑکے کی طرف میلان ہو تو سوچو کہ آج اس لڑکے کو استعمال کر لیا ، بدفعلی کرلی اور کل یہی لڑکا غوث ، قطب الاقطاب اور اولیاء کا سردار ہو گیا تو جس وقت وہ سجدہ میں سارے عالم کے لئے دُعا کر رہا ہوگا اور آپ کی نظر اس پر پڑگئی کہ یہ اپنے وقت کا غوث ہے تو اس وقت کتنی شرمندگی ہوگی اور کتنا خوف ہوگا کہ اللہ کا کتنا غضب اور کتنی لعنت مجھ پر برسے گی کہ اللہ کے اتنے پیارے بندے کے ساتھ میں نے بدفعلی کی، میں کتنا بدقسمت اور محروم ہوں، کتنا خوف ہوگا کہ مجھ پر اللہ کا جو غضب نازل ہوجائے کم ہے۔

بتاؤ یہ مراقبہ کیسا ہے؟ مفید ہے یا نہیں ؟ (احقر راقم الحروف اور دیگر سامعین نے عرض کیا کہ حضرت عجیب و غریب مراقبہ ہے، دِل خوف سے دہل گیا۔ اس مراقبہ کا استحضار رہے تو آدمی اس خبیث فعل میں مبتلا نہیں ہوسکتا) فرمایا کہ بس نظر بچاؤ۔ جسے دیکھ کر لالچ معلوم ہو تو فوراً اپنی نظر بچاؤ اور سوچو کہ یہ ہمیشہ لڑکا نہیں رہے گا۔ اگر یہ قطب، ابدالِ وقت اور صاحبِ کرامت ہو گیا اور آج لڑکا سمجھ کر اس کے ساتھ مُنہ کالا کرلیا تو اللہ کی کتنی لعنت برسے گی،

کتنا غضب نازل ہوگا کہ ہمارے پیاروں کے ساتھ تم بدفعلی کرتے تھے۔ بتاؤ پھر کہاں جاؤ گے، اللہ کے غضب سے کیسے بچو گے، کتنا خوف ہوگا کہ میں نے اللہ کے ایسے پیارے بندے کے ساتھ بدفعلی کی ہے، اللہ کہیں مجھ سے انتقام نہ لے۔ بس اللہ کے غضب کو یاد کرو اور نظروں کی حفاظت کرو۔ جو نظر کی حفاظت کرے گا بدفعلی سے محفوظ رہے گا۔ بدنظری وہ آٹومیٹک زینہ ہے جو بدنظری کی آخری منزل یعنی بدفعلی تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو اپنے کرم سے ایسے مضامین عطا فرماتا ہے۔ سوچ لو کہ شاید ہی کوئی پیر یہ مراقبہ بتائے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے میرے اوپر کیسا کرم کیا ہے، کیا انعامات نازل فرمائے ہیں۔ یہ باتیں شاید ہی کہیں ملیں۔ شاید بھی دعویٰ توڑنے کے لئے کہتا ہوں ورنہ کسی عالم سے سُنا ہے یہ مراقبہ؟ سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ نے عشقِ مجازی سے بچنے کا پی ایچ ڈی کا کورس پڑھانے کے لئے مجھ کو مقرر کیا ہے، لیکن یہ سب میرے بڑوں کا فیض، اُن ہی کی جوتیوں کا صدقہ ہے۔

اللہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا درجہ ہے

بس یہی کہتا ہوں کہ ہشیار ہوجاؤ، اللہ کے قانون کی اتباع میں اپنی کامیابی سمجھو اور اپنے نفس کی خواہشات کی کامیابی میں اپنی خرابی، بربادی اور تباہی سمجھو اور اس واقعہ میں عبرت ہے کہ شیطان نے چھوٹی چیز کو بڑی چیز دکھانے کی کوشش کی ورنہ اللہ کے رسول کو سمجھو کہ کتنی بڑی ذات ہے وہ جو عرش و کرسی سے بھی افضل و اشرف ہے۔ مدینہ شریف میں آپ کا جسمِ مبارک جس زمین پر رکھا ہوا ہے زمین کا وہ ٹکڑا عرش سے افضل ہے کیونکہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر آپ کی شان ہے یعنی بعد خدا کے آپ ہی تو ہیں، بعد خدا کے آپ ہی کی بزرگی ہے تو اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانو، ان کے فرمانِ عالیشان کی نافرمانی مت کرو اپنے نفس کی خواہش کے پیچھے پڑ کر ہوس پوری مت کرو، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی رسول اللہ کی بھی نافرمانی ہے اور رسول اللہ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ نفس کی حرام خواہش کو مت پوری کرو ورنہ مار ڈالے جاؤ گے، کاٹ ڈالے جاؤ گے۔ جب اللہ کا عذاب آئے گا تو کوئی کام نہ دے گا۔ کسی خواہش کو معبود مت بناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے شکایت فرمائی اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ، کیا آپ نے نہیں دیکھا ان نالائقوں کو جنہوں نے اپنی خواہش کو خدا بنا رکھا ہے اور بنتے ہیں لمبا کرتا پہن کر صوفی صاحب، ذرا ان کی شکل دیکھو اور ان کا عمل دیکھو کہ اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے، لہٰذا اپنی خواہش کو دیکھو کہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مرضی کے مطابق ہے تو پوری کر لو ورنہ خواہشات لاکھ محبوب ہوں، لاکھ محبوب ہوں، لاکھ محبوب ہوں ان کو کچل دو کچل دو کچل دو، روند ڈالو، اللہ کے سامنے کیا حیثیت ہے خواہشات کی۔

مدینہ کی موت کی فضیلت

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّمُوْتَ فِی الْمَدِیْنَةِ فَلْیَمُتْ)

جس کا جی چاہے کہ مدینہ میں اس کو موت آئے تو وہ مدینے میں آ کر مر جائے، میں اس

کی سفارش کروں گا۔ انسانوں میں سب سے پہلے میں قبر سے اُٹھایا جاؤں گا اور سب سے پہلے مدینہ والوں کی سفارش کروں گا۔ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اَے نبی آپ نے اپنے شہر کا کیوں اتنا خیال کیا، مکّہ والوں کو کیوں چھوڑ دیا، مکّہ تو میرا شہر ہے، میرے شہر کو آپ نے ثانوی درجہ کیوں دیا۔ وحی اس پر بالکل خاموش ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اِسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ نے بھی اپنے رسُول کی مرضی کی رعایت فرمائی، یہ دلیل ہے کہ مدینہ والوں کی شفاعت پہلے ہوگی، جو لوگ مدینہ میں مریں گے وہ سب سے پہلے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پائیں گے۔

لیکن یہ فضیلت مدینہ کی موت کی ہے۔ لیکن اگر مدینہ سے باہر مرے تو وہاں لاش بھیجنا جائز نہیں ہے، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ)

اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما اور مدینہ کی موت نصیب فرما۔ اس لئے وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فرمایا وَاجْعَلْ قَبْرِیْ نہیں فرمایا اس میں بہت راز ہے۔ اگر قَبْرِیْ فرماتے تو لوگ مرتے کہیں اور وصیت کر جاتے کہ ہمیں مدینہ شریف لے جاکر دفن کرنا۔ اس لئے وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ فرمایا کہ جب مدینہ میں مروں گا تو مدینہ ہی میں دفن کریں گے۔ معلوم ہوا کہ جو مدینہ میں مریں گے ان ہی کو سب سے پہلے شفاعت ملے گی اس لئے باہر سے مدینہ لاش بھیجنا جائز نہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جب مدینے کے قبرستان کی شفاعت کر کے فارغ ہو جاؤں گا' تب مکّہ شریف کی شروع کروں گا' مکّہ شریف کے قبرستان کو درجۂ ثانوی رکھا' آخر آپ رسُول کریم ہیں اور کریم اپنے پڑوسیوں کا پہلے خیال رکھتا ہے اور اس کے بعد پھر مکّہ شریف' پھر سارے عالم میں جس کے مقدر میں آپ کی شفاعت ہوگی مگر بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رسُول کی شفاعت سے محروم رہیں گے' وہ کون لوگ ہیں جن پر لعنت فرمائی مثلاً آپ نے قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ' جو قومِ لوط کا عمل کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو مگر اس میں تائبین مستثنیٰ ہیں جو توبہ کرلیں' مگر طبیعت چل جاتی ہے' جن کی عادت خراب ہوتی ہے اس لیے ان کو وساس سے بھی پناہ مانگنی چاہیئے' اے اللہ! مجھے پناہ نصیب فرما ان اعمال سے جن پر لعنت آپ نے فرمائی ہے اور ان اعمال کے وسوسوں سے بھی بچایئے۔

حضرت صدّیق اکبر کی تصدیقِ رسالت کا واقعہ

حضرت صدّیق اکبر سولہ سال کے تھے اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اٹھارہ سال کے تھے اُس وقت سے آپ کی دوستی کا آغاز ہوا' ایک صدّیق کی زندگی ایک نبی کی زندگی پر عاشق ہوئی اور وہ دونوں سفر میں حضر میں ساتھ رہنے لگے' سولہ سال کے صدّیق اکبر اور اٹھارہ سال کے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا مُبارک دوست تھے' پھر ہوتے ہوتے سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کی ہوگئی اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نبوت عطا ہوگئی اور آپ نے اعلان کیا کہ اے صدّیق! تم بھی ایمان لاؤ۔ حضرت صدّیق اکبر نے عرض کیا کہ آپ کی

نبوت کی کیا دلیل ہے کیونکہ بے تکلف دوستی تھی اِس لئے سوال کرلیا تو آپ نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل تمھارا وہ خواب ہے جو تم نے ملک شام میں دیکھا تھا جب تم تجارت کرنے جارہے تھے اور تم نے وہ خواب کسی کو نہیں بتایا، اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو، اپنے دوست احباب کو، کسی کو بھی نہیں بتایا سوائے اللہ کے اس خواب کو کوئی نہیں جانتا۔ تم نے سب انسانوں سے چھپایا، لیکن ہم کو اللہ نے وحی سے بتادیا کہ تم نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے وہ خواب شام کے قریب دیکھا تھا جس کی تعبیر ایک راہب نے دی تھی کہ تمھارے شہر مکہ شریف میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جن پر تم ایمان لاؤ گے اور اُن کی حیات میں تم اُن کے وزیر ہوگے اور ان کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔ صدیق اکبر سمجھ گئے کہ معاملہ کیا ہے، میں نے تو سارے دُنیا کے انسانوں سے یہ خواب چھپایا تھا مگر خُدا نے اپنے رسُول کو آگاہ کردیا اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنی خوشی ہوئی کہ آپ آگے بڑھے اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا۔ ثُمَّ قَبَّلَ بَیْنَ عَیْنَیْهِ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کا بوسہ لیا اور فوراً کلمہ پڑھ لیا۔

پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں جذب کرلیتے ہیں۔ ایسے لوگ ملے جن کی کسی مولوی سے دوستی نہیں تھی لیکن اللہ نے ان کو جذب کرلیا کہ ہر وقت خُدا کے یاد کی توفیق ہوگئی۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ کے جذب کا انتظار کرو۔ خُدا سے دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری جانوں کو بھی جذب کرلیجئے بغیر جذبِ خُدا کے کوئی راستہ طے نہیں کرسکتا، اللہ غیر محدود ہے، اس کا راستہ بھی غیر محدود ہے، بغیر ان کے جذب

کے یہ غیر محدود راستہ کوئی طے نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں اور یہ شان قرآن شریف میں بیان ہوئی کہ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْۤ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ، اللہ جس کو چاہتا ہے اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس خبر کے معنی یہ ہیں کہ وہ یہ صفت اپنے بندوں کو دینا چاہتے ہیں ورنہ کیوں اپنے خزانہ کو بتاتے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اعلان کیا کہ اَے میرے بندو سن لو کہ میرے اندر ایک صفت ہے اور وُہ یہ ہے کہ مَیں جس کو چاہتا ہوں اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ لہٰذا نا اُمید نہ ہو۔ میرے جذب کو مانگو مجھ سے اس صفت کو مانگو، یہ مَنْ یَّشَآءُ میں مَنْ کو میں نے مطلق رکھا ہے یعنی میں جس کو چاہوں جذب کرلوں، اللہ کے جذب کے لئے کوئی قابلیت شرط نہیں ہے جس کو چاہوں جذب کرلوں۔ بس مَنْ یَّشَآءُ میں وہ داخل ہو جائے پس اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری جانوں کو محض اپنے فضل سے اپنی طرف کھینچ لے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا جذب نصیب کر دے اور اپنے جذب سے نسبت اولیائے صدیقین عطا فرما دے، اولیائے صدیقین کا درجہ سب سے اونچا ہے اس کے بعد نبوت شروع ہو جاتی ہے؟ لہٰذا نبی ہونے کی دُعا کرنا جائز نہیں بس ولایت کا سب سے اونچا مقام اولیائے صدیقین کا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو جذب فرما کر اور ہمارے متعلقین کو بھی جذب فرما کر ہم سب کو اپنا ولی صدیق بنالے اور دُنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔



کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

الٰہی اپنی رحمت سے تو کر دے باخبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ در اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اختر فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رُسوا
تو کرلے ایسے ناکارہ کو پھر بارِ دگر اپنا

چھڑا کر غیر سے دل کو تو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضل خاص کو ہم سب پہ یارب عام کر اپنا

بہ فیضِ مُرشد کامل تو کردے ہنس زاغوں کو
کہ وقف خانقاہ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اختر
ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا